صدارتی ایوارڈ یافتہ

سیرت طیبہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام ربانی عزیز

Marfat.com

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

سیرتِ طیبہ

مکتبہ تعمیرِ انسانیت ٭ اردو بازار لاہور

Marfat.com

21
71
258
259
278
279
280
281

۲۹۷۶۹۹۲۱
۲۸۲ سنزی

۳۱۵۰۶
۷۰۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ
مگر کیوں؟

۱۹۹۰ء

طابع ـــــــ محمد عبداللہ صدیق بن شیخ محمد قمرالدین مرحوم
ناشر ـــــــ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ لاہور
مطبع ـــــــ زاہد بشیر پرنٹرز ۔ لاہور
سرورق ـــــــ یوسف مثالی
تعداد ـــــــ ایک ہزار
قیمت ـــــــ ۹۰ روپے

Marfat.com

فہرست سیرتِ طیبہ حصّہ دوم

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
	کتاب اور صاحبِ کتاب	۱۳
۴	غزوات وسرایا	۱۷
۵	مدینہ کی فضا	۱۷
۶	جنگی قیدیوں سے عربوں کا سلوک	۲۰
۷	غزوات وسرایا کی تعداد	۲۳
۸	غزوات وسرایا کی قسمیں	۲۴
۹	مقبولیتِ اسلام کے اسباب	۲۶
۱۰	جنگ کی وجوہ	۲۷
۱۱	قریش کی دھمکی	۲۸
۱۲	عبداللہ بن ابی	۲۸
۱۳	مستشرقین کی ہرزہ سرائی	۲۹
۱۴	پس منظر	۳۰
۱۵	اربابِ سیر ومغازی	۳۲
۱۶	چارۂ کار	۳۴
۱۷	کفار کی مہم	۳۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱۸	قریش کی تجارتی شاہراہ کا نقشہ	۳۶
۱۹	تجارتی قافلہ	۳۷
۲۰	سریۂ حمزہ بن حضرت عبدالمطلب	۳۸
۲۱	سریہ عبیدہ بن الحارث	۳۹
۲۲	غزوۃ الابواء	۴۰
۲۳	مدینے سے بدر تک کا نقشہ	۴۷
۲۴	غزوۂ بدر	۴۸
۲۵	مجلس مشاورت	۴۹
۲۶	لشکر کی کیفیت	۵۰
۲۷	قریش کی تیاریاں	۵۲
۲۸	قریش اور سراقہ	۵۲
۲۹	قریش کا لشکر	۵۳
۳۰	مکے میں گھبراہٹ	۵۵
۳۱	ابوجہل میدانِ بدر میں	۵۵
۳۲	قریش اور مسلمان میدانِ بدر میں	۵۶
۳۳	جنگ بدر کا نقشہ	۵۷
۳۴	حضورؐ کا طرزِ عمل	۵۸
۳۵	ابوجہل کی ضد	۵۸
۳۶	عمرو کا بھائی عامر	۵۹
۳۷	عام لڑائی	۶۲

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۳۸	فلسفۂ شہادت	۶۲
۳۹	بنو ہاشم کا رجحان	۶۴
۴۰	ابو جہل زخمیوں میں	۶۸
۴۱	عتبہ بن ربیعہ	۶۸
۴۲	حضرت رقیہ کی وفات	۶۹
۴۳	تقسیم غنیمت	۷۰
۴۴	فدیہ	۷۱
۴۵	حضرت خدیجہ کا ہار	۷۱
۴۶	ابو العاص	۷۳
۴۷	مکہ میں آہ و زاری پر پابندی	۷۴
۴۸	ایک عرب کا رنج	۷۵
۴۹	قبول اسلام	۷۷
۵۰	مکہ کو واپسی	۷۸
۵۱	مہاجر اور انصار	۸۰
۵۲	اسباب شکست	۸۲
۵۳	ابولہب کا انجام	۸۴
۵۴	جنگ بدر کے اثرات	۸۶
۵۵	غزوہ بنو سلیم	۹۰
۵۶	غزوہ قینقاع	۹۲
۵۷	غزوہ سویق	۹۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۵۸	کعب بن اشرف یہودی کا قتل	۹۵
۵۹	غزوہ غطفان	۱۰۰
۶۰	غزوہ نجران	۱۰۱
۶۱	غزوۂ احد	۱۰۲
۶۲	تیاریاں	۱۰۳
۶۳	عورتیں لشکرِ کفار میں	۱۰۴
۶۴	نقشہ جنگِ اُحد	۱۰۴
۶۵	تحقیقِ حال	۱۰۵
۶۶	اسلامی عَلَم	۱۰۶
۶۷	عبداللہ بن ابی کی علیحدگی	۱۰۷
۶۸	صف آرائی	۱۰۸
۶۹	ابو دجانہ	۱۰۹
۷۰	قریش کا عَلَم	۱۱۰
۷۱	عمومی جنگ	۱۱۱
۷۲	خالد بن ولید کا حملہ	۱۱۲
۷۳	بدحواسی کا نتیجہ	۱۱۳
۷۴	حضورؐ اکرم کا دانت شہید ہوا	۱۱۴
۷۵	حضرت حمزہ کی لاش	۱۱۵
۷۶	شہدار کی تدفین	۱۱۷
۷۷	مدینہ میں ردِّ عمل	۱۱۸

Marfat.com

نمبرصفحہ	عنوانات	نمبرشمار
۱۱۹	غزوۂ احد کے بعد کے واقعات	۷۸
۱۲۶	اسباب ناکامی	۷۹
۱۲۷	شکست احد کے اثرات	۸۰
۱۲۹	سریہ ابی سلمہ بن عبداللہ	۸۱
۱۳۰	سریہ بیر معونہ	۸۲
۱۳۲	سریہ الرجیع	۸۳
۱۳۳	بنو نضیر کی جلاوطنی	۸۴
۱۳۵	حضورؐ کا چیلنج	۸۵
۱۳۶	جلاوطنی کا منظر	۸۶
۱۳۷	غزوہ بدر الموعود	۸۷
۱۳۹	غزوہ ذات الرقاع	۸۸
۱۴۰	غزوہ دومۃ الجندل	۸۹
۱۴۳	حضرت جویریہ	۹۰
۱۴۴	واقعہ افک	۹۱
۱۴۷	حضرت علی اور عائشہ	۹۲
۱۴۹	نزول وحی	۹۳
۱۵۱	غزوۂ خندق	۹۴
۱۵۴	لشکر کفار کی آمد	۹۵
۱۵۵	انصار کا اختلاف	۹۶
۱۵۷	سعد بن معاذ زخمی ہوئے	۹۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۹۸	ایک تدبیر	۱۵۹
۹۹	یرغمالی کا خراج	۱۶۰
۱۰۰	آندھی اور طوفان	۱۶۱
۱۰۱	حضورِ اکرمؐ کا کردار	۱۶۳
۱۰۲	صحابہ کا کردار	۱۶۴
۱۰۳	آندھی کے اثرات	۱۶۶
۱۰۴	بنو قریظہ کا خاتمہ	۱۶۹
۱۰۵	غداری کی ایک کوشش	۱۷۳
۱۰۶	سعد کی طلبی	۱۷۴
۱۰۷	اوس کی یہود نوازی	۱۷۶
۱۰۸	مالِ غنیمت	۱۷۹
۱۰۹	ابن ابی الحقیق کا قتل	۱۸۰
۱۱۰	غزوہ بنی الحیان	۱۸۳
۱۱۱	غزوۃ الغابہ	۱۸۴
۱۱۲	سریہ عبداللہ بن رواحہ	۱۸۸
۱۱۳	صلح حدیبیہ	۱۹۴
۱۱۴	حضورؐ مقام حدیبیہ پر	۱۹۶
۱۱۵	قریش کی ضد	۱۹۶
۱۱۶	حضرت عثمانؓ کی سفارت	۲۰۲
۱۱۷	سہیل بن عمرو دربارِ رسالت میں	۲۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱۱۸	مسلمانوں کا اضطراب	۲۰۳
۱۱۹	ابو جندل دربارِ رسالت میں	۲۰۵
۱۲۰	قربانی اور سر تراشی	۲۰۷
۱۲۱	معاہدے کی خوبیاں	۲۰۸
۱۲۲	غزوۂ خیبر	۲۱۲
۱۲۳	لشکرِ اسلام کی روانگی	۲۱۴
۱۲۴	اسلامی لشکر خیبر میں	۲۱۵
۱۲۵	عَلَم حضرت علی کو ملا	۲۱۷
۱۲۶	مرحب میدان میں	۲۱۷
۱۲۷	مرحب کا قتل	۲۱۸
۱۲۸	یہود کی جلاوطنی	۲۲۰
۱۲۹	حضرت صفیہ	۲۲۵
۱۳۰	اسبابِ شکست یہودِ خیبر	۲۲۷
۱۳۱	عمرۂ قضاء	۲۳۰
۱۳۲	غزوۂ موتہ	۲۳۳
۱۳۳	فتح مکہ	۲۳۸
۱۳۴	حضورؐ کا قاصد	۲۴۰
۱۳۵	قریش کا انکار	۲۴۰
۱۳۶	ابوسفیان مدینے میں	۲۴۱
۱۳۷	تیاری کا حکم	۲۴۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱۳۸	ابوسفیان اور تحقیق حال	۲۴۵
۱۳۹	ابوسفیان دربارِ رسالت میں	۲۴۶
۱۴۰	ابوسفیان کا قبولِ اسلام	۲۴۶
۱۴۱	ابوسفیان اور ابوجہل میں فرق	۲۴۸
۱۴۲	ابوسفیان کا اعلان	۲۴۹
۱۴۳	اسلامی لشکر کی روانگی	۲۵۰
۱۴۴	واجب القتل افراد	۲۵۱
۱۴۵	خطبہ	۲۵۳
۱۴۶	درگذر اور عام معافی	۲۵۴
۱۴۷	کلید کعبہ	۲۵۵
۱۴۸	اذان اور اس کے تاثرات	۲۵۶
۱۴۹	عورتوں سے بیعت	۲۵۷
۱۵۰	فتح مکّہ کی اہمیّت	۲۶۰
۱۵۱	بتوں کی بربادی	۲۶۰
۱۵۲	حضرت خالد بن ولید	۲۶۱
۱۵۳	غزوہٴ حنین	۲۶۳
۱۵۴	ناکامی کے وجوہ	۲۶۳
۱۵۵	محاصرہٴ طائف	۲۶۵
۱۵۶	ناکامی کی وجوہ	
۱۵۷	تقسیم غنیمت پر اصرار	

Marfat.com

نمبر صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۹۰	منافقین کا پراپیگنڈہ	۱۵۸
۲۹۱	حضرت خالد بن ولید کا کردار	۱۵۹
۲۹۳	غزوہ تبوک	۱۶۰
۲۹۴	تین صحابہ کرام	۱۶۱
۳۰۱	بنو ثقیف کا قبول اسلام	۱۶۲
۳۰۲	اہل طائف	۱۶۳
۳۰۵	حج اکبر	۱۶۴
۳۰۸	سنۃ الوفود	۱۶۵
۳۰۹	اشاعت اسلام	۱۶۶
۳۱۰	تبدیلی	۱۶۷
۳۱۱	بنو تمیم کا وفد	۱۶۸
۳۱۴	وفد بنو عامر	۱۶۹
۳۱۵	وفد بنو بکر	۱۷۰
۳۱۷	وفد عبد القیس	۱۷۱
۳۱۸	وفد بنو طے	۱۷۲
۳۱۹	عدی بن حاتم	۱۷۳
۳۲۰	بہن اور بھائی کی گفتگو	۱۷۴
۳۲۱	تبلیغ اسلام	۱۷۵
۳۲۲	وفد بنو مراد	۱۷۶
۳۲۳	وفد کندہ	۱۷۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱۷۸	وفد بنو ازد	۳۲۴
۱۷۹	شاہان حمیر کا قاصد	۳۲۵
۱۸۰	بنو حرث کا قبول اسلام	۳۲۸
۱۸۱	فرمان نبوی	۳۲۹
۱۸۲	وفد ہمدان	۳۳۱
۱۸۳	مسیلمہ کذاب	۳۳۱
۱۸۴	عمال کا تقرر	۳۳۲
۱۸۵	ضمیمہ جات	۳۳۴
	اشاریہ	

کتاب اور صاحب کتاب

یہ سیرت طیبہ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے پیشتر جلد اول زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہلِ ذوق قارئین کے مطالعہ میں آ چکی ہے۔ اس کتاب پر ملک کے مختلف طبقوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ علماء کرام طلباء دین، مؤرخین، محققین، مصنفین، معلمین، مدرسین، مبلغین غرضیکہ ہر مکتب فکر کے قارئین نے کتاب کو پڑھا اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دل و جان میں جگہ دی۔ الحمد للہ۔ یہ کتاب اپنے موضوع و بیان کی وجہ سے مقبول عوام و خواص ہوئی۔ انشاء اللہ یہ جلد مؤلف کی محنت پر دادِ تحسین حاصل کرے گی۔

فاضل مؤلف حضرت مولنا پروفیسر غلام ربانی ایم اے ایک معلم، مدرس اور صاحب طرز ادیب کی حیثیت سے علمی دنیا میں مشہور ہیں۔ آپ ۱۸۹۸ء میں موضع بسال شریف پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک کی تعلیم اٹک میں حاصل کی۔ اپنے برادر مکرم مولنا نور الحق پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور کی وساطت سے لاہور پہنچے۔ اور ابتدائی دینی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۱۰ء میں دار العلوم نعمانیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ مولنا غلام مرشد سابق خطیب مسجد شاہی لاہور کے نامور شاگرد بنے اور دوسرے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ذوق جستجو علوم دینیہ نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ مدرسہ رحیمیہ میں داخلہ لیا۔ مختلف علماء سے فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۲۶ء میں امرتسر کے جلیانوالہ باغ کے سانحہ کے خونی واقعات کے چشم دید گواہ بنے۔

Marfat.com

امرتسر میں مارشل لا کی سختیوں میں سے گزرے۔ ان حالات نے آپ کو سیاسی شعور کے ساتھ انگریزی استبداد کے خلاف شدید احساس دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دیوبندی علماء سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ سہارنپور میں مولانا انور شاہ کاشمیری سے درس حدیث لیتے رہے۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے سامنے بھی زانوئے ادب تہہ کیا۔ اس دوران اٹک کے ہائی سکول میں معلم مقرر ہوئے۔ مگر پرائیویٹ طور پر میٹرک پاس کیا۔ کالج کے مراتب طے کرتے گئے۔ ایم اے عربی اور ایم اے فارسی میں کامیابیوں نے قدم چومے اور سن کالج ملتان میں پروفیسر بنے۔ ۱۹۵۵ء میں ملتان سے ہی ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں اسلامیہ کالج قصور کے پرنسپل بنے اور ۱۹۶۵ء تک اس عہدے پر رہے۔ ان دنوں اٹک شہر میں آزاد از ملازمت زندگی بسر کر رہے ہیں

آپ ایک محنتی معلم اور صاحب طرز ادیب ہیں کئی کتابیں تالیف کیں جو علمی دنیا میں مقبول ہوئیں۔ دیوان غنیمت۔ نیرنگ عشق۔ دیوان واقف بٹالوی۔ دیوان دلشاد سہروردی، کلیات آزین لاہوری آپ نے ترتیب دیں۔ تاریخ خوارزم شاہی آپ کی بہترین کتاب ہے آپ کی زیر نظر کتاب سیرت طیبہ دو جلدوں میں پہلی بار شائع ہو کر آ رہی ہے۔ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب انوار محمدیہ کا ترجمہ آپ نے کیا ہے۔

ناشر

Marfat.com

سیرت طیبہ جلد دوم

Marfat.com

Marfat.com

غزوات و سرایا

پس منظر

ہجرت سے کافی عرصہ پیشتر ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ لگالیا تھا کہ مکے کی فضا اسلام کی اشاعت کے لئے قطعاً سازگار نہیں رہی۔ اور کفر اپنا لاؤ لشکر لے کر اسلام کے مقابلے پر ڈٹ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں اتنی گھٹن ہو۔ دونوں گروہ ایک دوسرے سے مکمل طور پر کٹ چکے ہوں۔ ہر طرف افراتفری کا دور دورہ ہو۔ اور مخالفت کا طوفان تمام سماجی اقدار کو بہالے جانے کے لئے مستعد کھڑا ہو۔ وہاں سے ہجرت کئے بغیر اور کیا چارہ کار ہو سکتا تھا۔ تیرہ سال کی مکی زندگی میں مسلمانوں نے جس حوصلے سے کفارِ قریش کی زیادتیوں اور طعن و تشنیع کو برداشت کیا تھا۔ اس سے اُن کی کئی صلاحیتیں اُجاگر ہو گئی تھیں۔ قبولِ اسلام سے پہلے اگر وہ گرم مزاج، بے حوصلہ اور تنگ نظر تھے، تو دولتِ ایمان نے ان کی طبیعتوں میں نرمی، ملائمت، اور عالی ظرفی پیدا کر دی تھی۔ اب وہ بنی نوع کے مخلص بہی خواہ اور سچے ہمدرد تھے۔ ان اوصاف عالیہ کے عملی مظاہرے کا وقت آگیا تھا۔ اور مکے کی مسموم فضا ان لطافتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

مدینے کی فضا

ہجرت سے کم بیش دو برس پہلے ہی مدینے کا ماحول حضورِ اکرم کی پذیرائی کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ یہاں پابندی کی بجائے آزادی

Marfat.com

اور عناد کی جگہ محبت اور شفقت تھی اور چونکہ آپ کو قریشِ مکہ کی طرف سے کوئی حسن ظن نہ تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش بندی یہودِ مدینہ سے امن و آشتی کا معاہدہ کر لیا تھا۔ گویا مسلمان اب اس منزل پر پہنچ چکے تھے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ مکی زندگی میں حضور کو بڑی بڑی کٹھن گھاٹیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ نے صحابہ کرامؓ کو حفاظت ذات کے لئے بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ وہاں کُفار کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ قرب وجوار کے قبائل انہیں کے بھائی بند تھے۔ اور ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ اگر مقابلے کی نوبت آجاتی تو ایک ہی ہلے میں مسلمانوں کا صفایا کر دیتے۔ یہ بُنیادی حقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پوشیدہ نہ تھی اس لئے قدم قدم پر صحابہ کرامؓ کی رہنمائی فرماتے۔ مبادا کسی وقتی اشتعال سے احتیاط کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتے اور حالات بے قابو ہو جائیں

جنگ فطری جذبہ ہے

جنگ جتنا ناپسندیدہ فعل ہے اتنا ہی ناگزیر بھی ہے۔ آپ جدھر بھی نگاہ دوڑائیں گے۔ مظاہر فطرت میں ہر جگہ یہ جذبہ کارفرما نظر آئے گا۔ سمندر کی گہرائیوں میں، صحرا کی وسعتوں میں اور آسمان کی پہنائیوں میں یہ عمل پورے شد و مد سے جاری ہے۔ اشرف المخلوقات کو بھی حق کی حمایت، وطن کی حفاظت اور اپنی ذات کے بچاؤ کے لئے یہ کڑوی گولی نگلنا پڑتی ہے گویا اس خونی تاگے کے بغیر انسانی زندگی کا تانا و پود غیر مکمل ہے۔ ابتدائے آفرینش سے تا ایں دم کون سی ایسی مہم ہے جسے سر کرنے کے لئے انسانی خون کی بھینٹ نہیں چڑھائی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واردِ مدینہ ہوتے ہی اسلامی ریاست کا سنگِ بُنیاد رکھ دیا تھا۔ تاکہ خدائی مشن کی تکمیل کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے۔ اوراقِ آئندہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ کہ یہ بیل بھی اسی وقت منڈھے چڑھ سکی جب مسلمانوں کو خون میں بار بار غسل دیا گیا۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اُحد کی وادی میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دانتوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے مدینہ ہوئے تو مہاجرین کی بحالی کو ہر چیز پر

فوقیت دی گئی۔ کیونکہ اقتصادی خوش حالی کے بغیر سیاسی جنگیں نہیں لڑی جا سکتیں ادھر سے فراغت فرمائی تو اوس و خزرج میں تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا۔ تاکہ افرادی کمی کی تلافی کی جا سکے۔ اور کفار قریش سے مقابلہ کرنا پڑ جائے تو تعداد کے بل بوتے پر بالادستی نہ حاصل کر سکیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' ان افواہوں کی بنا پر جو اہل مکہ کے بارے میں دوش ہوا پر اڑ اڑ کر مدینے پہنچتی رہتیں۔ کسی نہ کسی سوچ میں پڑ گئے رہتے۔ اور اکثر متفکر رہتے۔ کہ مبادا یہود دھوکا دے جائیں اور قریش کے ہاتھوں میں کھیل کر کسی سازش میں شریک ہو جائیں مشہور ہے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ انصار ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں کسی ابتلاء سے پالا نہیں پڑا۔ ایسا نہ ہو' ہمت ہار بیٹھیں۔ بلاشبہ جس مقصد عظیم کی لگن نے گھر بار چھڑایا۔ وطن سے بے وطن ہوئے' خویش و اقارب غیر بنے' دوست و احباب القطا ہو گئے۔ اس کی اہمیت کا یہ ادنیٰ تقاضا تھا۔

اس عہد کی جنگیں اور وجوہ

عرب کی قبائلی زندگی کے تقاضوں اور معاش کی دشواریوں نے انہیں حد درجہ خودسر اور خونخوار بنا دیا تھا اور چونکہ رشتہ حیات کو قائم رکھنے کے لئے انہیں جان توڑ محنت کرنا پڑتی۔ اس لئے ان کی تمام سرگرمیوں میں قساوت اور سنگدلی کا عنصر نمایاں تھا۔ انہیں اپنی بقا اور بہبود ہر چیز پر مقدم نظر آتی۔ غیر حلیف قبائل کو لوٹنا' عورتوں کو اٹھا لانا' دشمن کی زمینوں اور چراگاہوں پر قبضہ کر لینا' بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلے ہانک لانا' ان سب کی تہ میں صرف یہی ایک جذبہ کارفرما تھا۔ انہی غیر صالح اعمال کے نتیجے میں خونریزی ہوتی۔ اور انسان کشی کا دامن وسیع تر ہوتا جاتا۔ اس طرح جو جھگڑا معاشی مجبوری کی وجہ سے شروع ہوتا۔ جلدی ہی قبائلی عصبیت کا روپ دھار لیتا۔ اور قتل و غارت کا یہ شیطانی چکر رکنے کا نام نہ لیتا۔ انسانیت درندوں کا بھیس بدل لیتی۔ انتقام کی آگ بھڑکتی چلی جاتی اور قبیلوں کے

Marfat.com

قبیلے لڑتے لڑتے فنا ہو جاتے۔

(۲) کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک شخص کی غیر ذمہ دارانہ حرکت سارے قبیلے کو لے ڈوبتی۔ اور چونکہ ملک بھر میں کوئی مرکزی طاقت ایسی نہ تھی جو قانون کے زور سے جرائم کی روک تھام کر سکتی۔ اس لئے کوئی شخص بھی خود کو اپنے اعمال کا جوابدہ نہ گردانتا اور جو جی میں آتا کر گزرتا گویا بعض اپنی شیطنت کو تسکین دینے کے لئے قبائلی سکون کو درہم برہم کرتے رہتے۔ تلواریں چلتی رہتیں اور انسانیت سسکتی رہتی۔ اور چونکہ ان کا قبائلی غرور بہ غرض مصلحت بھی انہیں ہار ماننے پر آمادہ نہ کر سکتا۔ اس لئے جب ایک دفعہ یہ چنگاری بھڑک اٹھتی۔ تو پھر اس کا بجھانا کسی کے بس کی بات نہ رہتی۔

(۳) ہر سرزمین بے آئین میں قتل وغارت روز مرہ کا معمول ہوتا ہے۔ عرب اس ناگفتنی صورت حال سے دوچار تھا۔ یوں تو مقتول کا خون بہا ادا کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ لیکن جو قبیلہ خون بہا قبول کر کے صلح کر لیتا۔ اسے قبائل کی برادری میں نکو بننا پڑتا۔ علاوہ ازیں جہلائے عرب کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا انتقام نہ لیا جائے اُس کی رُوح پرندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور قتل گاہ میں جا جا کر چلاتی ہے۔ کہ پیاسی ہوں، مجھے خون پلاؤ، یہ فاسد عقیدہ اس بے مصرف خونریزی کا سب سے بڑا سبب تھا۔

(۴) عرب کی قبائلی زندگی میں شاعر کو اہم مقام حاصل تھا۔ ہر قبیلے میں کئی کئی شاعر ہوتے جو قبیلے کے جنگی کارناموں کو نظم کر کے قبائلی مجالس میں پڑھتے اور اس پر اتراتے۔ اگر کسی وقت کوئی قبیلہ کسی مصلحت کی بنا پر خون بہا لینے پر رضامند ہو جاتا۔ تو شاعر اُس کی جان کو آجاتا شعر کہتا، غیرت دلاتا، جنگ پر اکساتا، بزرگوں کے کارنامے گنواتا۔ اور سارے قبیلے کو خون میں غسل دے کر بھی اپنے نامبارک شغل سے باز نہ آتا کیونکہ وہ لڑتے لڑتے ختم ہو جانے کو بے عزتی کی زندگی سے بہتر خیال کرتے تھے۔

جنگی قیدیوں سے عربوں کا سلوک اسلام سے پیشتر تمام عرب میں رحم نام کی کوئی

Marfat.com

چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ وہ دشمن کی انفرادی طاقت کو کم کرنے کے لئے جنگی قیدیوں کو بے محابا قتل کر دیتے اور چونکہ اکثر اوقات متحارب قبائل کے اہل وعیال بھی ساتھ ہوتے۔ اس لئے بصورت شکست انہیں بھی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتے، قتل کر دیتے یا زندہ آگ میں بھون دیتے۔ ایذا رسانی کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ہاتھ پاؤں اور باقی اعضا کاٹ کر آدمی کو لنج منج بنا دیتے تا کہ کراہ کراہ کر مر جائے۔ آنکھوں اور کانوں میں سوئیاں چبھوتے، جسم سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر پھینک دیتے، غرضیکہ ہر وہ حرکت کرتے جس سے دشمن کو اذیت پہنچے، اور اُن کے جذبۂ بربریت کو تسکین حاصل ہو۔ ایسے سنگدلوں کی بھی کمی نہ تھی جو شکست خوردہ قبیلے کے بچوں کو رسی سے باندھ کر ان پر مشق تیر اندازی کرتے، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیتے اور انہیں تڑپتا دیکھ کر قہقہے لگاتے اور خوشی سے ناچتے، اسی پر بس نہیں، مخالفین کی بستیاں، جھونپڑیاں، کھیتیاں اور پھل دار درخت بھی ان کے ابلیسی انتقام سے نہ بچ سکتے۔

اصلاحات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمایتِ حق کے لئے تلوار اٹھائی تو جس طرح زندگی کے باقی شعبوں میں دُوررس اصلاحات کی تھیں۔ اس ناگزیر برائی کے خدوخال سنوارنے میں بھی حسبِ دستور پورا اہتمام فرمایا۔ جنگی قیدیوں کو امان دی گئی اور ہر قسم کی بدسلوکی کو خلافِ آئینِ اسلام قرار دیا۔ معرکۂ بدر میں کم وبیش ستر آدمی جنگی قیدی بنائے گئے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی قیدی سے قطعاً کوئی بدسلوکی روا نہ رکھی گئی۔ بلکہ جب کھانے کا وقت آیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قیدیوں کو بھی اچھا کھانا کھلایا جائے۔ اسلامی چھاؤنی میں ہر سپاہی کے پاس اپنا اپنا کھانا تھا۔ وہ جنگی قیدیوں کو دے دیا۔ اور خود کھجوریں کھا کر پیٹ بھر لیا۔ اور جب ان کا تاوان ادا کر دیا گیا تو سب کو رہا کر دیا۔

آج دُنیا اس واقعہ کے بعد چودہ سو (۱۴۰۰) برس کی مسافت طے کر کے بہت آگے نکل آئی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی حکمرانی ہے۔ جنیوا کنونشن کے قواعد ہیں، عالمی رائے عامہ ہے صلیب احمر کے نگران کارندے پاس جو سارے جہاں کا درد دل میں لئے پھرتے ہیں۔ اور چار دانگ عالم میں جہاں

Marfat.com

جہاں کہیں کوئی مظلوم امداد کو پکارتا ہے۔ بنی نوع کا یہ ہمدرد ادارہ وہاں جا پہنچتا ہے۔ لیکن جو کچھ جنگی قیدیوں پر گزرتی ہے۔ وہ تمام عالم پر روشن ہے۔ دور کیوں جائیں ۱۹۷۱ء کی لڑائی میں پاکستان کے نوّے ہزار سپاہی جنگی قیدی بنا لئے گئے تھے۔ ان میں سے جو لوگ آزاد ہو کر واپس لوٹے ہیں ان کی آپ بیتیاں مُلکی رسائل میں شائع ہو رہی ہیں۔ انہیں پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ تہذیب حاضر کی روشنی میں کتنا اندھیر ہو رہا ہے اور اتنے پاسبانوں کے ہوتے ہوئے پاکستانی جنگی قیدی ظلم کی کس چکی میں پستے رہے ہیں۔ اخبارات اور رسائل ان مظالم کی دل دوز داستانوں کو عرش کی بلندیوں تک پہنچا چکے ہیں۔ لیکن مصلحت اندیشوں نے اتنا بھی تو نہیں کہا کہ "بہت بُرا ہوا"

جنگی قیدیوں کے قتل بے دریغ کی قطعی ممانعت، ابتدا تھی اس عظیم برائی کے خاتمے کی جس نے عرب معاشرے کا ناس مار دیا تھا اور ہر گھر کو ماتم کدہ بنا رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ایسی جنگوں کو جن کا مقصد محض لوٹ مار ہو۔ حرام قرار دیا۔ اور صرف اس لڑائی کی اجازت دی جو اعلائے کلمۃ اللہ یا دفاع قوم و وطن کے لئے لڑی جائے۔ خواہ مخواہ کی خونریزی سے بتاکید منع فرمایا۔ بوڑھوں، معذوروں، عورتوں[۱] اور بچوں کو قتل کرنے سے روکا۔ نیز زندہ جلانے، ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ایذا رسانی کے تمام ظالمانہ طریقوں کی ممانعت کر دی۔ دشمنوں کی بستیوں کو جلانے، کھیتوں کو تباہ کرنے، اور ثمردار درختوں کے کاٹنے کو ناجائز قرار دیا۔ چنانچہ ان اصلاحات کے نتیجے میں جنگ

۱؎ غزوہ حُنین میں حضرت خالدؓ کے ہاتھوں ایک عورت مار ہوگئی، چونکہ اسلامی معاشرے میں اس برائی کو حد درجہ قابلِ نفرت گردانا جاتا تھا، اسلئے صحابہ میں کھسر پھسر ہوئی اور حضور اکرمؐ کو بھی علم ہو گیا تو آپؐ نے حضرت خالدؓ کو سخت سرزنش فرمائی کہ کیوں انہوں نے خلاف ورزی حکم کی۔

غزوہ اُحد میں ابو سفیان کی بیوی ہندہ، حضرت ابو دجانہ کی تلوار سے اسی لئے بچ گئی تھی کہ وہ حضورؐ کے صریح احکام کے پابند تھے۔ ورنہ اس کا مارا جانا یقینی تھا۔

۴۳۸ ۳۱۵۵۶

Marfat.com

کی ہیئت کذائی بدل گئی۔ اور دورِ وحشت کی کارروائیاں قصۂ پارینہ ہو کر رہ گئیں۔ اور جب مالِ غنیمت کے بارے میں احکامِ قرآنی نازل ہوئے، اور جہاد فی سبیل اللہ، خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور حصولِ درجاتِ آخرت کا وسیلہ بنا۔ تو اُن کی نگاہوں میں مالِ غنیمت کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی۔ بلاشبہ حضور اکرمؐ کو مسلمانوں میں صالح ذہن پیدا کرنے کے لئے کافی احتیاط اور حُسنِ تدبیر سے کام لینا پڑا ہوگا۔ کیونکہ مالِ غنیمت کی محبت ان کی نس نس میں رس بس چکی تھی۔ اور ایسے زوردار جذبے کی گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لئے جس فطرت شناسی اور فلسفیانہ بصیرت کی ضرورت تھی۔ آپؐ اس سے بصورت اتم بہرہ ور تھے۔

غزوات و سرایا کی تعداد

اربابِ سِیَر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی مہمات کے دو عنوان تجویز کئے ہیں۔ غزوہ اور سریہ، غزوہ اس مہم کو کہتے ہیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت فرمائی ہو۔ غزوات کی تعداد ستائیس ہے جن میں سے مندرجہ ذیل نو ایسے تھے جن میں باقاعدہ کشت وخون تک نوبت پہنچی تھی (۱) بدر (۲) اُحد (۳) مریسیع (۴) خندق (۵) قریظہ (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین (۹) طائف۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے بنونضیر کے غزوے میں بھی شرکت کی تھی۔ ان غزوات میں سے بدر اس لحاظ سے اہم ہے۔ کہ اس معرکے میں کفار قریش کے بڑے بڑے مغرور سردار کھیت رہے تھے۔ غزوہ اُحد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہوگئے اور کم و بیش ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

سرایا کی قسمیں

طبقات ابن سعد نے سرایا کی تعداد سنتالیس بیان کی ہے۔ جنہیں مندرجہ ذیل عنوان دیئے جا سکتے ہیں۔

۱:۔ دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں درست اطلاع فراہم کرنے کے لئے فوج کے مختصر سے دستے کا تعین۔ تاکہ مناسب سدِباب کیا جا سکے۔

Marfat.com

۲:- اگر دشمن حملے کے لئے آمادہ ہے تو ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے فوجی دستے روانہ کرنا تاکہ غنیم کامیاب نہ ہو سکے۔

۳:- بعض سرایا اس غرض کے لئے روانہ کئے گئے کہ قریش مکہ کے کاروان ہائے تجارت بلاروک ٹوک نہ آجا سکیں تاکہ ان کے اقتصادی حالات متاثر ہوں۔ اور مجبور ہو کر مسلمانوں کے خلاف اپنے رویے کی اصلاح کریں۔ اور بیت اللہ کی زیارت سے پابندی اٹھالیں۔

۴:- بعض اوقات مدینے کے قرب وجوار میں آباد قبائل امن وامان کا مسئلہ پیدا کر دیتے جس سے علاقے کی تجارت متاثر ہوتی۔ اس لئے بدامنی کو رفع کرنے اور آمد و رفت کی سہولتوں کو بحال کرنے کے لئے فوجی دستے روانہ کرنا پڑتے۔

۵:- اشاعت اسلام کی خاطر جو وفود بھیجے جاتے۔ ان کی حفاظت کی خاطر بھی بعض اوقات مسلح آدمیوں کی ایک جماعت ساتھ کر دی جاتی

غزوات کی قسمیں

جن فوجی مہمات کو مورخین نے غزوات کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے وہ بھی دو قسم کی تھیں۔

۱:- دشمن لاؤ لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور مسلمانوں نے دفاع کیا۔ جیسا کہ جنگِ بدر، احد اور خندق میں پیش آیا۔

۲:- مسلمانوں کو مخالفین کی تیاری کا علم ہو گیا۔ اور دشمن کو حدودِ ملک سے دور رکھنے کے لئے وہاں پہنچ گئے۔

مخالفین کا اعتراض

ان ستائیس غزوات میں بعض معمولی جھڑپیں ہیں، جنہیں مؤرخین نے غزوہ کا نام دے کر بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے جسے دیکھ کر مستشرقین نے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مدنی زندگی لڑائی جھگڑوں کی نذر ہو گئی۔ اور یہی غیر ضروری خونریزی اسلام کی غیر معمولی پیش رفت اور برق رفتار اشاعت کا سبب بنی۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جنگیں

Marfat.com

دفاعی حیثیت کی حامل تھیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود کبھی بھی معمولاتِ زندگی کو درہم برہم کرنے کی کوشش نہیں کی، ہاں البتہ اس سے انکار ممکن نہیں کہ چونکہ اسلام کا نظام خبرگیری اس عہد کے معیار کے مطابق بڑا بے عیب تھا۔ اس لئے بارہا ایسا ہوا، کہ دشمن کے متنبہ ہونے سے پیشتر عساکرِ اسلامی اچانک اس کے سر پر جا دھمکے، اور دشمن کی ساری تیاری رائیگاں گئی۔

جواب علاوہ ازیں یہ بات اصُولی طور پر غلط ہے کہ عقائد کو تلوار کے زور سے بدلا جا سکتا ہے۔ اگر اس نظریے میں کوئی جان ہوتی تو حضرت بلالؓ اور حضرت یاسرؓ ایسے لوگ کفارِ قریش کے ہاتھوں بے پناہ دُکھ اور لاانتہا اذیتیں کیوں برداشت کرتے، ان بے وسیلہ حضرات کا اپنے ایمان پر ڈٹے رہنا۔ کیا اس امر کی واضح دلیل نہیں۔ کہ عقیدے کی گہرائی تک تلوار کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

جب فرڈیننڈ نے ۱۴۹۲ء میں غرناطہ پر قبضہ کر کے مسلمانانِ ہسپانیہ کے خاتمے کا ارادہ کیا تو اس ابلیسی مشن کی تکمیل کے سلسلے میں اگر لاکھوں مسلمانوں کو جلا وطنی نصیب ہوئی۔ تو جن بے گناہوں کو سمندر میں ڈبویا گیا۔ آگ کی چتاؤں میں جلایا گیا۔ اور تلوار کی گھاٹ اُتارا گیا۔ ان کی تعداد بھی لاکھوں سے کم نہ تھی۔ اگر اُن کے باپ دادا بزورِ شمشیر مسلمان ہوئے تھے تو اب انہیں عیسائیت قبول کرنے سے کون سی چیز مانع تھی۔ تاریخِ عالم میں ایسے واقعات کی کمی نہیں جو ہمارے نظریے کی بشد و مد تائید کرتے ہیں۔ نیز بزورِ شمشیر عقیدے کو بدلنا خلافِ فطرت ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اہل و عیال، مال و دولت بلکہ اپنی متاعِ حیات کبھی قربان کر دیتا ہے۔ لیکن عقیدے پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ گویا عقیدے کا عقدہ تلوار کے ناخن سے نہیں کھولا جاتا۔

جہاں تک واقعاتی شہادت کا تعلق ہے اشاعت اسلام کبھی بھی جبر و تشدد کی ممنون نہیں رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا تھا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ، وَلَيۡسَ لَكَ اَنۡ تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ ، لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ۔ اور حق یہ ہے کہ اگر قرآن حکیم کی ایسی آیات کا استقصا کیا جائے۔ توان کی تعداد ایک درجن سے زیادہ ہوگی۔ علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ سیرت نگاروں میں ایک معتدبہ تعداد مخالفین کی بھی ہے۔ لیکن تاحال کسی نکتہ چیں کو کوئی ایسی ٹھوس مثال پیش کرنے کی توفیق نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا خلافت راشدہ کے عہد میں کسی کو بہ جبر مسلمان کیا گیا ہو۔ اگر بعد میں کسی سے کوئی بے انصافی ہوئی تو اس کی ذمہ داری اسلام پر کیونکر عائد کی جاسکتی ہے

مقبولیت اسلام کے اسباب

اسلام کی عالمگیر پذیرائی کی وجہ، تعلیمات اسلامی کی سادگی اور آسانی ہے۔ توحید رسالت، اور یوم آخرت کے اقرار سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور عیسائیوں کے اقانیم ثلاثہ اور تثلیث (ایک میں تین اور تین میں ایک) ایسی کوئی چیستانے اسلامی عقائد میں شامل نہیں۔ علاوہ ازیں خدا تک رسائی کے لئے احبار ورہبان غیر ضروری ہیں۔ اقرار توحید ورسالت کے بعد عبادات اور معاملات کا نمبر ہے۔ جن میں کوئی الجھن نہیں۔ اس سادہ حقیقت کو سمجھنے کے لئے برّاعظم افریقہ پر، جہاں فی الوقت اسلام اور عیسائیت میں زبردست مقابلہ ہو رہا ہے۔ ایک نظر ڈال لینا کافی ہوگا۔ عیسائیت اپنے تمام ذرائع و وسائل کے ساتھ ہر محاذ پر بڑی بے جگری سے مصروف پیکار ہے۔ روپوں کے انبار اور دولت کے خزانے جلو میں ہیں۔ تو دنیوی شان وشوکت اور مغربی تہذیب کی چمک دمک دائیں بائیں سے برابر بڑھ رہی ہیں۔ اخلاقی آزادی اور دنیاوی منفعتیں ان کے علاوہ ہیں۔ اس دھوم دھام اور ہماہمی کے مقابلے میں چند درویش صفت مسلمان داعی ہیں۔ جو شراب، زنا، جوا، اور ہر طرح کی بدکاری سے روکتے ہیں۔ پنج وقتہ نماز،

زکوٰۃ، اور رمضان کی پابندیوں کی تاکید کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگ دھڑا دھڑ دائرہ اسلام میں کیوں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ تلوار کہاں ہے۔ جس کی رٹ لگاتے لگاتے عیسائی مبلغین کی زبانیں تھک گئی ہیں۔ اور متعصب مصنفین کے قلم گھس گئے ہیں۔ یورپ کے بر خود غلط محققو! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اپنی غلطیوں کی اصلاح کرو، اور مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی بند کرو،

جب اسلامی فتوحات کا طوفان زوروں پر تھا۔ بلاشبہ کچھ لوگ دنیوی منفعت کی خاطر بھی ایمان لے آئے ہوں گے۔ کیونکہ اقرار باللسان کے بعد ہر آدمی خواہ وہ کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر امر میں حکمران جماعت کے مساوی قرار پاتا۔ اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق اس بہتی گنگا سے سیراب ہوتا۔ اگر یہ مفروضہ درست ہے تو اس کی ذمہ داری براہِ راست اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس نے اس پست مقصد کے لئے اپنا عقیدہ بدلا نہ کہ اسلام پر کیونکہ دِلوں کا حال صرف خدا کو معلوم ہے۔

عہد حاضر میں تبلیغ عیسائیت کے لئے جو طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے کبھی بھی ایسے پست حربوں کے دامن میں پناہ لینا گوارا نہ کیا۔ جس بے سرو سامانی سے ہمارے مبلغین اس اہم فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ مخالف بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ لوگ اپنی للٰہیت اور خلوص کے زور پر دلوں میں گھر کر رہے ہیں۔ اور آفتاب اسلام کی تابانیوں سے کفر کی ظلمتیں کافور ہوتی جا رہی ہیں۔

جنگ کی وجوہ

ہر چند ہجرت کے بعد کفر اور اسلام کے درمیان کالے کوسوں کی منزلیں حائل ہو گئی تھیں۔ لیکن چونکہ ہر دو گروہ ایک دوسرے کے طبعی خصائص سے آشنا تھے۔ اور مخالف کے عزائم کے صحیح اندازہ دان تھے۔ اس لئے دونوں جماعتوں کی سرگرمیوں میں کوئی تعطل نہیں پیدا ہوا تھا۔ بلکہ اُلٹا شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ مسلمان جانتے تھے۔ کہ ان کے بچ کے نکل آنے کو قریش نے اپنی شکست سمجھ رکھا

Marfat.com

ہوگا۔ اور وہ بڑی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہوں گے۔ اور جب بھی موقعہ پائیں گے بلا توقف حملہ کر دیں گے

اُدھر کفارِ مکہ کے دلوں میں بھی اسی طرح کی اُدھیڑ بن جاری تھی۔ مسلمان ان کے بھائی بند تھے۔ اسلام لانے سے پہلے ان کے مشاغل ایک جیسے رہے تھے۔ انہیں یقینِ کامل تھا، کہ مسلمان بہ حیثیت ایک عرب کے، جلاوطنی کی رسوائی کا انتقام ضرور لیں گے۔ اور جب بھی حالات نے مساعدت کی، وہ ان سے اپنا حساب ضرور چکائیں گے۔ دونوں طرف کی یہ ذہنی کشمکش ان کے اعمال و افعال پر بھی اثر انداز ہو رہی تھی۔ اور ہر دو فریق بہ قدر حوصلہ اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف تھے

قریش کی دھمکی

پہل قریش کی طرف سے ہوئی۔ عبداللہ بن ابی مشہور منافق تا حال مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اور مدینے کے سر برآوردہ لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ قریش نے اُسے کہلا بھیجا " تمہیں معلوم ہے، کہ محمد صابی ہو گیا ہے (نعوذ باللہ) اور ہمارے بعض ناتجربہ کار اور کم فہم لوگ بھی اس کے حلقۂ اثر میں شامل ہو گئے ہیں۔ ہم ان سے نمٹنے کے لئے سوچ رہے تھے کہ وہ بھاگ کر تمہارے یہاں پہنچ گئے۔ اور تم نے ہم سے پوچھے بغیر انہیں پناہ دے دی۔ انہیں وہاں سے نکال دو، ورنہ ہم مدینے پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ عبداللہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہ کیا کرے۔ کیونکہ قریشِ مکہ کا قبائل اطراف و جوانب کے دلوں میں ایسا رُعب چھایا ہوا تھا کہ اُدھر ان کے ابروئے نخوت پر گرہ پڑتی۔ اور ادھر لوگوں کو جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔

حضورؐ کا عبداللہ بن ابی کو حوصلہ دلانا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی افتادِ طبع سے پورے طور پر آشنا تھے۔ اس لئے واردِ مدینہ ہوتے ہی ضروری حد تک ان کی دراندازیوں کا توڑ کر لیا تھا۔ اور خبر رسانی کا ایسا مکمل نظام قائم کر لیا تھا کہ شہر اور اس کے قرب و جوار میں جہاں کوئی بات اسلام کے خلاف ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو جاتا اور آپ فوراً اس زہر کا تریاق تلاش کر لیتے۔ قریش کے پیغام

Marfat.com

کا علم ہوا۔ تو عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ قریش کی دھمکی کام کر گئی ہے۔ اور وہ ان کے انتقام کے خوف سے لرزہ براندام ہے۔ سمجھایا، بجھایا، تھپکی دی، حوصلہ دلایا۔ جب کہیں اس کے اوسان درست ہوئے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ریشہ دوانیوں کا پتہ نہ چلتا، اور عبداللہ بن ابی جلدی میں کوئی اقدام کر بیٹھتا تو آپ کی تشریف آوری سے مدینے میں جو یک جہتی کی فضا پیدا ہوگئی تھی۔ وہ یک لخت ختم ہو جاتی۔ اور چونکہ عبداللہ قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ دونوں قبائل میں پھر ٹھن جاتی۔ اور کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔

مستشرقین کی ہرزہ سرائی

قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مستشرقین یورپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس قدر بے پناہ ہرزہ سرائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ حالانکہ دنیا میں اسلام کے سوا اور بھی کئی مذاہب موجود ہیں، سینکڑوں بانیانِ ادیان اور ہزاروں بادشاہ اور سلاطین ہو گزرے ہیں۔ مقامِ حیف ہے کہ ان نام نہاد محققینِ یورپ کے قلم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے خلاف جتنی زہر چکانی کی ہے تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حالانکہ دنیا میں ایسے ایسے ظالم اور سیاہ کار لوگ بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے زندگی بھر بھول کر بھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ چنگیز اور ہلاکو کا نام کس نے نہیں سنا ہو گا۔ ان کا دامن لاکھوں بے گناہ بندگانِ خدا کے خون سے داغدار ہے دور کیوں جائیں۔ دوسری جنگ عظیم میں جس خدا ناترس امریکی صدر کے حکم سے ہیروشیما اور ناگاساکی پر جوہری بم گرائے گئے تھے۔ اسے کسی نے پوچھا تک نہیں۔ لیکن جس ہادی اعظم نے راہ گم کردہ انسانیت کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ زندگی بھر ایک دن بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ ناداروں، یتیموں اور بیواؤں کے غم میں گھلتے رہے۔ کسی حالت میں بھی اپنی ذات کو دوسروں پر ترجیح نہ دی۔ بکریاں چرائیں، کپڑے دھوئے، جوتے گانٹھے، بے سہارا لوگوں کی خدمت کو عظمت جانا، ساری ساری رات عبادت میں کھڑا ہونے سے پاؤں میں ورم آگیا۔ دنیا کی ہزارہا نعمتوں میں سے اپنے لئے جو کے ستو اور چند کھجوروں کا انتخاب فرمایا۔ جسم اقدس کے

Marfat.com

ڈھانپنے کے لئے گاڑھے کے کھردرے کپڑوں کو سنجاب و ریشم پر ترجیح دی۔ ایسے برگزیدہ پیغمبر کی شان میں ہفوات بکنا، گالیاں دینا اور الزام تراشی کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کیا دُنیا میں صرف عقل کے اندھے ہی بستے ہیں۔ جن کی آنکھیں نورِ بصیرت سے محروم ہو چکی ہیں۔

پسِ منظر

اس ناروا تعصب کا پسِ منظر بڑا فکر انگیز ہے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب کو کفارِ قریش کے مقابلے میں قابلِ ترجیح گردانتے تھے۔ حکومتِ ایران اور روم میں قدیم الایام سے عداوت چلی آرہی تھی ۶۱۳ء میں کچھ ایسے حالات پیش آئے۔ کہ خسرو پرویز نے انطاکیہ پر جو سلطنتِ روم میں شامل تھا۔ چڑھائی کی، قیصر کو شکست ہوئی اور ایرانی فوجیں یلغار کرتی ہوئی بیت المقدس پر قابض ہو گئیں اور قتل و غارت کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ نوّے ہزار بندگانِ خدا مجوسی افواج کی بربریّت کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ قریشِ مکہ کو ایرانی افواج کی کامیابی پر زبردست مسرّت ہوئی اور مسلمانوں کو جنہیں عیسائیوں سے ہمدردی تھی چھیڑنے کا بڑا اچھا موقعہ ہاتھ آگیا۔ آخر سورۂ روم نازل ہوئی اور مسلمانوں کو عیسائیوں کی فتح کی خوش خبری دی گئی۔ چنانچہ بمشکل آٹھ برس ہی گزرنے پائے تھے کہ رومیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور قیصر کی افواج نے آذربائیجان میں گھس کر مجوسیوں کے سب سے بڑے آتشکدہ کو تہس نہس کر دیا۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ اسلام اور عیسائیت میں اتنی گاڑھی چھنتی تھی۔ بعد میں بعض ایسے ناخوشگوار حالات پیش آئے کہ دوستی دشمنی سے بدل گئی اور جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ اس نامسعود جذبے میں شدت پیدا ہوتی گئی۔

بعض اوقات ایک معمولی سا واقعہ بہت بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اس وقت کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ فتنے کی یہ چنگاری بھڑک کر الاؤ بن جائے گی۔ جسطرح ایک دیا سلائی نے رُوم کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ خیر سگالی کے اس مدینۃ السلام کو بھی ایک احمق نے دیا سلائی دکھائی اور عداوت کی وہ آگ بھڑکی کہ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود بھی اسکے

شعلے لپک لپک کر آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔

۸ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حکمرانوں کو دعوتی رقعے تحریر فرمائے۔ ان میں بلقاء کا رئیس شرجیل بن عمرو بھی تھا۔ پیغام بر حضرت حارثؓ بن عمیر تھے۔ اس ناعاقبت اندیش نے انہیں قتل کرا دیا جو اس زمانے کے رسم و رواج کے سراسر خلاف تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ تو حضرت زید بن حارثہؓ کو تین ہزار صحابہؓ کی معیت میں شرجیل کی گوشمالی کو روانہ کیا۔ وہاں پہنچے تو مقابلے پر ایک لاکھ کا جمّ غفیر سامنے تھا۔ کیونکہ شرجیل عیسائی تھا۔ اور قیصر روم کی طرف سے اس نواح کا بندوبست اس کے سپرد تھا۔ اس لڑائی کا نام غزدہ موتہ ہے۔ جس میں عیسائیوں کا پلڑا بھاری رہا۔ یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا۔ تا آنکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا۔ تو مسلمانوں کے عساکر قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔

یہ پہلا دور تھا۔ مخالفت کی طرح ڈال دی گئی تھی، دوسرا دور آٹھویں صدی عیسوی کے آخری رُبع میں شروع ہوا۔ جب عبدالرحمان الداخل نے ہسپانیہ میں اموی خلافت کی بُنیاد رکھی، چنانچہ سات سو سال تک یہ مُلک مسلمانوں کے زیرِ نگیں رہا۔ تیسرا دور صلیبی جنگوں کا تھا جو ۱۰۹۶ء سے ۱۲۹۱ء تک جاری رہا۔ ان جنگوں کا ہیرو سلطان صلاح الدین ایوبی تھا جس نے سارے یورپ کا تن تنہا مقابلہ کیا اور مار مار کر سب کا بھرکس نکال دیا۔

شکست کے یہ زخم ابھی مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ چودھویں صدی کے شروع میں ترکان عثمانی نے اناطولیہ میں اپنی ریاست کا سنگِ بُنیاد رکھا اور کم و بیش چھ سو برس تک سارا یورپ ان کی ہیبت سے کانپتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جس مذہب کے پیروؤں کے ہاتھوں سے ہر میدان میں عیسائیوں کو رسوائی اور ذلّت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ ان سے محبت تو نہیں کر سکتے تھے لازماً انہوں نے اس تاریخی خفّت کو مٹانے کے لئے اپنے قلم کا سارا زور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ژاژخائی میں صرف کر دیا اور تھوڑے عرصے ہی میں اس گند

Marfat.com

کتابوں کے اوراق میں غلاظت کے انبار جمع کر دیئے۔ چنانچہ کذب و افترا، اور طعن و تشنیع کا کون سا نشتر تھا۔ جو مسلمانوں کے سینوں میں پیوست نہیں ہوا۔ یورپ کے ان تنگ نظر محققوں نے دِلوں کا تعصب اور دماغوں کی گندگی لائبریریوں میں ذخیرہ کر دی ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں اُن کے ماؤف دماغوں، اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں کا ماتم کریں۔ حیف ہے کہ وہ اتنا بھی نہ سوچ سکے کہ مستقبل کا مؤرخ ان کی یاوہ گوئی کے بارے میں کیا فتوے صادر کرے گا۔

ارباب سیر و مغازی[1] ہر چند احادیث کی چھان پھٹک میں ہمارے اسلاف نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ کوشش اٹھا نہ رکھا لیکن چونکہ اس وقت عبداللہ بن سبا کے پیرو اسلام کے طول و عرض میں پوری طرح پھیل گئے تھے۔ اور نہایت عیاری سے اپنے نامبارک مشن میں منہمک تھے۔ اس لئے ارباب رجال اور محدثین کو

---

[1] اس منزل پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جعلسازی کے ان قابل نفرت خیکرطیوں کی کارگذاری کا دھندلا سا نقشہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ وہ خود اندازہ لگا سکیں کہ عبداللہ بن سبا کے ہم خیالوں نے اسلام کو کتنا ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

۱:۔ علامہ محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعۃ والرجال الضعفاء میں دو ہزار ایسے جعلسازوں کے نام گنائے ہیں جو احادیث تصنیف کیا کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے دس دس ہزار احادیث وضع کیں۔

۲:۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عکاشہ اور محمد بن تمیم نے دس ہزار احادیث (فرضی) کو رواج دیا تھا۔

۳:۔ جب ابوالعوجاء زندیق اس الزام جعلسازی میں ماخوذ ہوا تو اس نے اعتراف کیا کہ اس نے قرآن کے حلال و حرام کو بدلنے کے لئے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔

۴:۔ جمال الدین المزنی الوجیز میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابو نصر بن رویعان کا کام ہی (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کو سو فیصد کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور یہ دیکھ کر ہمارا سر ندامت سے جھک جاتا ہے کہ جوشِ عقیدت میں ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لیا گیا۔ اور جو رطب و یابس سامنے آیا۔ اُسے لکھتے چلے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ روایت کی گرم بازاری تھی اور کسی نے اس بات کے سوچنے کی زحمت نہ اٹھائی کہ ہر سُنی سُنائی بات کو قابلِ اعتنا قرار دینے کا انجام کیا ہوگا۔ یہی وہ روایات ہیں جو معاندینِ اسلام کے ہاتھ میں بارود کا فتیلہ ہیں کہ جس عمارت کو چاہتے ہیں بھک سے اڑا دیتے ہیں۔ انہیں کیا پڑی ہے کہ روایات کو پرکھنے کے لئے اسماء الرجال کے دفتر کھنگالتے پھریں۔

احادیث کو جمع کرنے میں ہمارے بزرگوں نے جو اہتمام برتا اس کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے۔ رَحَلَ جابر بن عبد اللہ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ اِلٰی عبد اللہ بن انیس فی حدیث واحد[1]، حضرت ابوایوب انصاری ایک حدیث کے لئے عقبہ بن جہنی سے ملنے مصر گئے (مَنْ سَتَرَ علٰی مُؤمِنٍ فِی الدُّنْیا علٰی خِزْیَۃٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ القِیَامَۃِ) اسی طرح عبید اللہ بن عدی تابعی ایک حدیث کے لئے جناب امیر کے پاس عراق گئے تھے۔ امام شافعی اسی زمانہ میں یمن، عراق اور مصر اور امام احمد، کوفہ، بصرہ،

(صفحہ سے پیوستہ) حدیثیں گھڑتا تھا۔ اسی طرح ابان بن جعفر البصری نے تین سو روایات امام ابوحنیفہؒ کے نام سے وضع کیں۔

۵۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ، اس کے بعد انہوں نے سات آدمیوں کے نام گنائے۔

مغیرہ بن سعد، بنان، صائد نہدی، حسرث شامی، عبد اللہ بن الحرث، حمزہ بن عمارۃ زیدی۔ اور ابوالخطاب۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

[1] جابرؓ بن عبد اللہ نے ایک حدیث کی خاطر حضرت عبد اللہؓ بن انیس سے ملنے گئے۔ مسافت ایک ماہ کی تھی (بخاری کتاب العلم)

(باقی صفحہ اگلے پر)

Marfat.com

مکہ، مدینہ اور شام گئے - ایسے صحرانوردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ نتیجتاً پندرہ لاکھ احادیث اور پانسو سے زائد کتابیں تیار ہوگئیں۔ بعدہ جب جرح و تعدیل کا مرحلہ آیا - تو اجل علماء اس کام پر لگ گئے - ایک ایک آدمی کو ٹٹولا اور ایک ایک حدیث کو پرکھا "الاصابہ"، اسد الغابہ میزان الاعتدال اور الکمال وغیرہ ان کے کمالِ فن کی شہادت دے رہے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ دانوں سے ریت اور مہروں سے خرمہرے پورے طور پر علٰحدہ نہ کئے جاسکے۔

چارۂ کار اگر اسلام آخری الہامی دین ہے - اور قیامت تک تمام آنیوالی نسلوں کی راہنمائی کے لئے کافی وشافی ہے۔ اور اگر مسلمانانِ عالم صدقِ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ کوئی ہرزہ سرا مصنف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کرے تو ہمارا فرض ہے کہ بلا توقف سیرت اور حدیث کی تمام رائج الوقت کتابوں پر تنقیدی نگاہ ڈال کر غلط اور قابلِ اعتراض مواد کو دریا برد کردیں۔ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔

ہماری سادہ لوحی سے عیار دشمنوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا - اور افترا پردازی کی مہم کو ایسے سائنٹفک طریقے سے چلایا کہ سچ جھوٹ اور جھوٹ سچ نظر آنے لگا۔ یہ اسی پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ اس زمانے میں بھی اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتابیں دھڑا دھڑ طبع ہوکر بازار میں آرہی ہیں۔ اور ساڑھے کروڑ مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک

(صفحہ سے پیوستہ) ؎ جس نے اپنے بھائی کے گناہ کو مخفی رکھا۔ خدا اُسے بروزِ قیامت رسوا نہیں کرے گا۔ (حاکم، معرفت علوم الحدیث ص)

؎ فتح الباری، جلد اوّل ص ۱۵۹، مطبوعہ مصر۔

؎ "الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ"، از ابن حجر (۹ھ) (۲) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ از ابن اثیر الجزری (۶۲۹ھ) (۳) میزان الاعتدال فی معرفۃ الرجال، از علامہ ذہبی (۷۴۸ھ) الکمال فی معرفۃ الرجال، از محب الدین محمد بن محمد بغدادی (۶۴۱ھ)

آدھ اخباری احتجاج کے بعد پھر سے آنکھیں بند کر کے دلِ ناداں کو اس خیالِ خام سے ڈھارس بندھاتے ہیں۔ کہ جو ہو گیا ہے اُسے بھول جاؤ، آئندہ کسی کو ایسی گستاخی کی بالکل جرأت نہ ہوگی۔ لیکن یہ ناپاک سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ اور جب تک ہماری صفیں کج اور دل پریشان ہیں اور ایمان کی حرارت رگوں کے منجمد خون کو حرکت میں نہیں لاتی جرمِ ضعیفی کی سزا سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ ؎

دلِ شاہیں نمی سوزد :: براں مُرغی کہ در چنگ است

کُفّار کی مہم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے مدینہ ہوئے تو بمشکل چار پانچ مہینے گزرے ہوں گے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قریشِ مکہ تمام ان بدو قبائل کو جو مکے اور مدینے کے نواح میں آباد ہیں۔ اپنے ڈھب پر لانے کے لئے ان سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ اور چونکہ تولیتِ کعبہ نے انہیں ان قبائل کی نظروں میں محترم بنا دیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو ان کی خواہش کے خلاف چلنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی، ہرچند یہود و مدینہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوی بنیادوں پر معاہدہ طے کر رکھا تھا۔ لیکن یہ لوگ اتنے ناقابلِ اعتماد تھے کہ ذرا سی ترغیب و ترہیب سے اپنا لائحہ عمل تبدیل کر لیتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے قریش کی خفیہ خط و کتابت کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے عملی طور پر اس معاہدے کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی تھی۔ ان اسباب کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے بڑی خطرناک صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کرامؓ کا پہرہ ہوتا۔ اور شب خون کے ڈر سے مسلمان ہتھیار بند ہو کر سوتے، ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تشویش تھی۔ فرمایا آج کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص مسلح ہو کر رات بھر پاسبانی کرتے رہے۔

مسلمانوں نے ہجرت اس لئے کی تھی کہ کُفّارِ مکہ کی مخالفت اور روز روز کی تکا فضیحتی سے

Marfat.com

قریش کی تجارتی شاہراہ

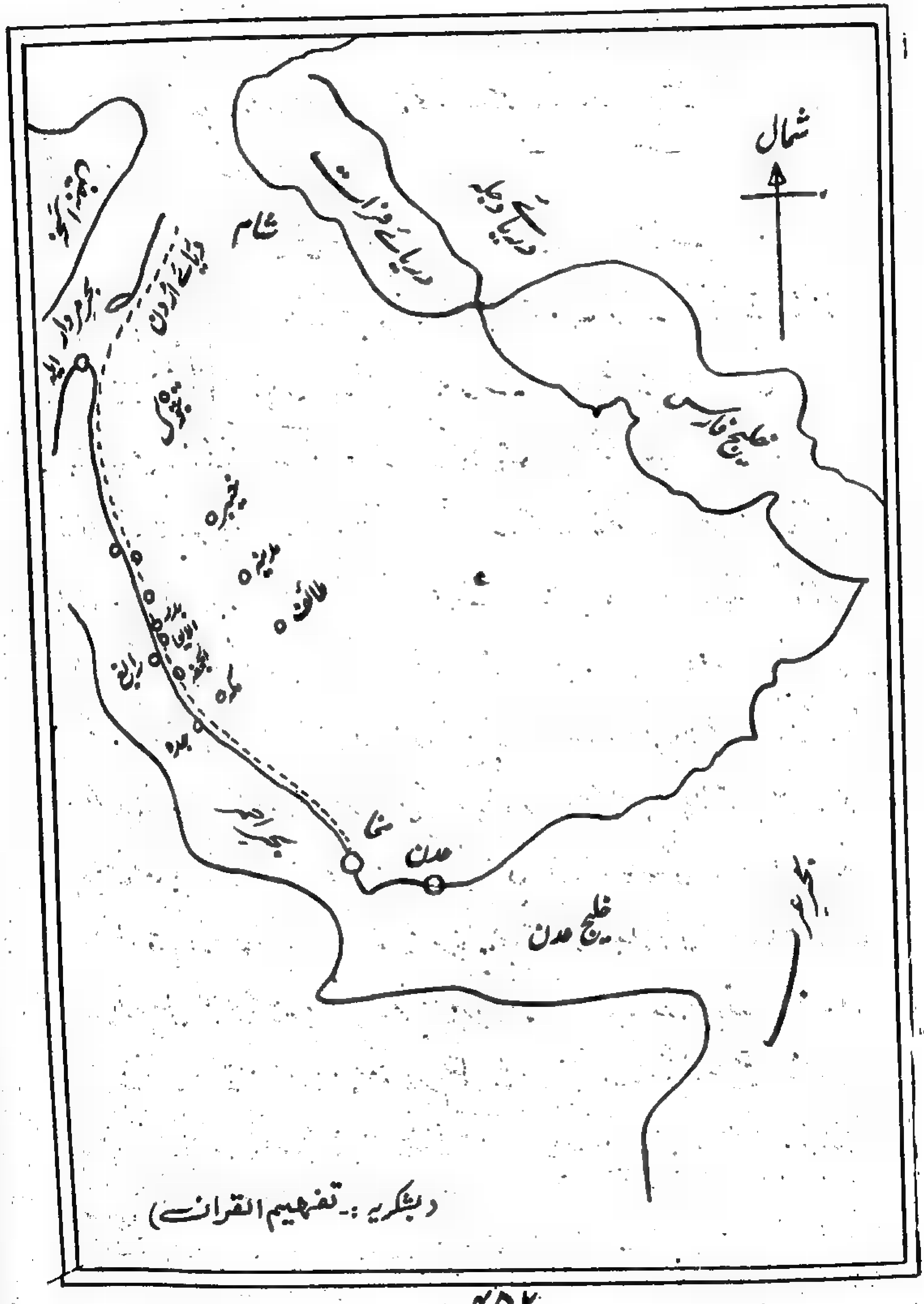

(بشکریہ: تفہیم القرآن)

Marfat.com

چھٹکارا ہو جائے گا۔ لیکن کینہ توز قریش کی عداوت سانپ کی طرح سانپ تھی۔ بدو قبائل کو اُبھارا جا رہا تھا۔ یہود مدینہ کو بہلا پھسلا کر معاہدۂ امن و آشتی کو بے اثر بنا دیا تھا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کی جماعت کا وزن بھی کفارِ مکہ کے پلڑے میں پڑ چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کی شرارتوں کا سدِ باب نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی زندگی دشوار سے دشوارتر ہوتی چلی جاتی۔ جس سے اشاعتِ اسلام کی راہ میں ناقابلِ عبور رکاوٹیں حائل ہو جاتیں۔

تجارتی قافلے

قریش مکہ کی خوشحالی اور تونگری کا دارومدار شامی تجارت پر تھا۔ چنانچہ سارا سال تجارتی قافلے شام اور مکے کے درمیان آتے جاتے رہتے اور اس طرح لاکھوں روپے کے سامانِ تجارت کی خرید و فروخت ہوتی۔ گویا یہ کاروانہائے تجارت کفارِ مکہ کی رگِ حیات تھے۔ کہ اگر اُسے مکمل طور پر کاٹ دیا جائے تو وہ بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اہلِ مکہ کی شامی تجارت کو، جو ان کی تمام سرمستیوں کی ذمہ دار تھی۔ اور جس کے گھمنڈ پر ان کی گردنیں اکڑی رہتی تھیں۔ مکمل طور پہ روک دیا جائے۔ اور اگر سردست اس میں کامیابی نہ بھی ہو سکے تو کم از کم اس کے تسلسل کو ضرور توڑ دینا چاہیئے۔

مخالفین کا اعتراض

بعض مخالفینِ اسلام، جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ لکھتے ہیں کہ قریش کے کاروانہائے تجارت پر مسلمانوں کے حملوں کا اصلی مقصد لوٹ مار تھا۔ تاکہ مہاجرینِ مکہ کی بحالی میں آسانی پیدا ہو جائے لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کوئی انسان عیب چینی کا تہیہ کرے تو ایسے شخص کا خبثِ نفس اس کے دماغ کو صحیح بات سوچنے کی اجازت ہی نہیں دیتا اگر آپ کا مقصد صحابہ کرامؓ کو لوٹ مار ہی سکھانا تھا (نعوذ باللہ) تو مدینہ کے ارد گرد جو قبائل آباد تھے پہلے مشقِ ستم ان پر کرنا چاہیئے تھی۔ کیونکہ قریش کو چھیڑنا، بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے سے کم خطرناک نہیں تھا۔ علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام کی

ترغیب کیسے دے سکتے تھے ۔جسے قرآن قطعاً حرام قرار دیتا ہے

سریۂ حمزہ بن عبد المطلب

ہجرت کے ساتویں مہینے ، ماہِ رمضان میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریشِ مکہ کا ایک قافلہ سامانِ تجارت سے لدا پھندا شام سے آ رہا ہے جس میں کم و بیش تین سو آدمی ، اور تین ہزار اونٹ ہیں ۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو ساٹھ صحابہ کا ایک مسلح دستہ دے کر حکم دیا کہ قریش کے کاروانِ تجارت کو روکیں ۔ ابوجہل بھی اس قافلے میں شامل تھا ۔ جب دونوں حریفوں کا آمنا سامنا ہوا تو صفیں باندھ لیں ۔ اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے ۔ قبیلۂ جہینہ کا سردار مجدی بن عمرو جو دونوں گروہوں کا حلیف تھا ۔ درمیان میں حائل ہو گیا ۔ چنانچہ اس کی مساعی بار آور ہوئیں ۔ اور لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی ۔ ابوجہل نے اس مداخلت کو غنیمت سمجھا اور قافلے کو بچا کر نکل گیا ۔ حضرت حمزہ رض بھی اپنے دستے کو لئے واپس آ گئے ۔ [1]

اس مہم میں کوئی انصار شریک نہ تھا ۔ کیونکہ جب بیعت عقبہ کے موقعہ پر انصار نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرتِ مدینہ کی دعوت دی تھی تو انہوں نے بالوضاحت کہہ دیا تھا کہ وہ کسی ایسی مہم میں شرکت نہیں کریں گے جس میں انہیں مدینہ سے باہر جانا پڑے ۔ لیکن بعد میں جب غزوۂ بدر کا موقعہ آیا ۔ تو مہاجرین کی تعداد صرف ساٹھ تھی ۔ اور باقی سب انصار تھے ۔

اسلام کی عسکری مہمات میں سے یہ پہلی مہم تھی جس کے علم کا رنگ سفید تھا اور علم بردار حضرت ابو مرثد کنازؓ بن الحصین الغنوی تھے ۔ قیاس چاہتا ہے کہ اگر مجدی بن عمرو بروقت نہ پہنچ سکتا یا اس کی مصالحانہ کوششیں کامیاب نہ ہوتیں تو گھمسان کا رن پڑتا کیونکہ

---

[1] ابن سعد ، جلد اوّل ص ۲۴۴ ۔ ابن ہشام ، جلد دوم ، ۵۵ ، ۴۵۴

Marfat.com

اگر ایک طرف ابوجہل تھا تو دوسری طرف حضرت حمزہؓ تھے۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی ما تھے پر کلنک کا ٹیکہ لگوانا پسند نہ کرتا۔

سریۂ عبیدہؓ بن الحارث ہجرت کے آٹھویں مہینے شروع شوّال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن عبد المطلب کو رابغ کی طرف سفید علَم دے کر قریش مکہ کے ایک اور تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے ساٹھ مہاجرین کے ایک مسلح دستے کے ساتھ نامزد فرمایا۔ علمبردار حضرت مسلمؓ بن اثاثہ بن عبد المطلب تھے۔ قریش کے قافلے میں ابوسُفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابوجہل بھی شامل تھے۔ احیاء کے چشمے پر، جو جحفہ سے دسؔ میل کے فاصلے پر ہے۔ مسلمان اور کفار کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں طرف سے تیر اندازی ہوئی۔ لیکن دونوں طرف کے آدمیوں میں سے کوئی مرا نہ زخمی ہوا۔ بعد ازاں دونوں دستے کوچ کر گئے۔ کفار قریش کے قافلے میں دو سو آدمی تھے اور عکرمہ سالارِ کارواں تھا۔ اس مہم میں جس شخص نے مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر پھینکا وہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔[1]

سریۂ سعد بن ابی وقاص ہجرت کے بعد نویں مہینے (ذیقعدہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بیس آدمیوں کی ایک مسلح جماعت دے کر الخرار کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ قریش مکہ کے تجارتی قافلے کو روکیں۔ الخرار چند کنوؤں کا نام ہے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ ہم دن کو چھپ رہتے اور راتوں کو چلتے، پانچویں دن کی صبح کو معلوم ہوا کہ جس کارواں کو روکنے کے لئے ہم مامور ہوئے تھے وہ رات کو وہاں سے نکل گیا ہے۔ چنانچہ مجبوراً ہم واپس آگئے۔ لوائے ابیض کے علمبردار حضرت مقداد بن عمرو البہرانی تھے۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد اوّل، ۵م، ۲۴۴ [2] ابن سعد جلد اول ۲۴۵، ابن ہشام جلد دوم، ۵۸

غزوۂ الابواء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اس غزوے میں موجود تھے، جو ہجرت کے بعد گیارہویں مہینے (صفر) میں پیش آیا۔ علَم سفید حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے سپرد تھا۔ اس مہم میں بھی کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلافت کی ذمہ داری عطا ہوئی۔ حضور ابواء تشریف لائے۔ وہاں سے ودان بھی گئے۔ غالباً قافلہ نکل چکا تھا۔ اس لئے جنگ کی نوبت نہ آئی۔

آپ نے اس مہم کے دوران بنو ضمرہ کے سردار فخشی بن عمرو الضمری سے معاہدہ کیا جس میں یہ طے پایا۔ کہ وہ آپس میں جنگ کریں گے نہ ایک دوسرے کے دشمن کی مدد کریں گے۔ آپ نے پندرہ دن وہاں قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے واپس لوٹ آئے۔

ابواء اور ودان کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔ [۱]

غزوۂ بواط

ہجرت کے تیرہویں مہینے، ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بواط میں شرکت فرمائی۔ لوائے ابیض حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو عطا فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی تھی کہ امیہ بن خلف قریش کے سو آدمی اور اڑھائی ہزار اونٹ لئے شام سے واپس لوٹ رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں دو سو آدمی تھے اندازہ ہے کہ ان میں کچھ تعداد انصار کی بھی ہوگی۔ آپؐ نے اس مرتبہ سعدؓ بن معاذ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا[۲] لیکن اس مہم میں بھی جنگ کی نوبت نہ آئی اور آپ مدینہ لوٹ آئے۔

---

[۱] ابن سعد، جلد اول، ۳۴۶، ابن ہشام، جلد دوم، ۴۲

[۲] ابن اسحاق لکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ربیع الآخر کا سارا مہینہ اور جمادی الاول کے چند ابتدائی دن بسر کئے۔ ابن ہشام، جلد دوم ۵۰

Marfat.com

بواط جہینہ کے پہاڑی سلسلے میں مدینے سے اڑتالیس میل کے فاصلے پر رضوی کے علاقے میں واقع ہے۔[1]

غزوۂ صفوان یہ غزوہ بھی ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا۔ کرز بن جابر الفہری الجمار میں اونٹ چرایا کرتا تھا، مدینے کی چراگاہ اس مقام کے قریب تھی۔ ایک دن اس شرپسند کو خدا جانے کیا سوجھی، کہ مدینے کی چراگاہ میں جو جانور اس وقت چر رہے تھے۔ انہیں ہنکا لے گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈاکو کی تلاش میں وادیٔ صفوان تک تشریف لے گئے۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔

الجمار مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔[2]

اس مہم میں علمِ سفید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تھا۔

غزوۂ عشیرہ ہجرت کے سولھویں مہینے (جمادی الاُخریٰ) میں یہ مہم پیش آئی علمِ سفید حضرت حمزہؓ کے پاس تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیڑھ دو سو مہاجرین صحابہؓ کے ساتھ قریش کے کاروانِ تجارت کو روکنے کے لئے کوچ فرمایا سواری کے لئے صرف تیس اونٹ تھے۔ جن پر لوگ باری باری سوار ہوتے۔ مدینے کا نظم ونسق حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد کے سپرد ہوا۔

یہ کاروانِ تجارت جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روکنے کو روانہ ہوئے تھے۔ مکے سے شام کو جا رہا تھا۔ عشیرہ، مدینے سے ایک سو آٹھ میل دور ینبوع کے نواح میں بنو مدلج کا علاقہ تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ نکل گیا ہے اس لئے مقابلہ کی نوبت نہ آئی اور آپؐ مدینے واپس تشریف لے آئے۔[3]

---

[1] ابن سعد، اول، ۲۴۶   [2] ابن سعد، جلد اول، ۲۴۷

[3] ایضاً، جلد دوم۔ ۲۴۔

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ میں اور حضرت علیؓ اس مہم میں رفیق سفر تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پڑاؤ کیا۔ تو ہم نے کچھ لوگوں کو وہاں ایک چشمے کے پاس کھیتوں میں کام کرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں نیند آگئی اور ہم کھجوروں کے ایک جھنڈ میں آکر سو گئے۔ چونکہ تھکے ہوئے تھے۔ اس لئے ہم کافی دیر تک سوئے رہے اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمیں پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا۔ ہم ننگی زمین پر سوئے تھے۔ اور چونکہ حضرت علیؓ نے نیند میں کئی دفعہ کروٹ بدلی تھی۔ وہ مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں دیکھا۔ تو فرمایا۔

" اے ابوتراب"! چنانچہ اس دن سے آپ کی کنیت ابوتراب ہوگئی۔ [1]

سریۂ عبداللہ بن جحش الاسدی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سترہویں مہینے (رجب) میں حضرت عبداللہؓ بن جحش الاسدی کو آٹھ[2] مہاجر صحابہؓ کی معیت میں اس مہم پر روانہ فرمایا۔ جب یہ دستہ روانہ ہوا تو آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کو ایک بند لفافہ دیا۔ اور فرمایا کہ فلاں سمت کو جاؤ اور جب دو دن کا سفر طے کر چکو۔ تو خط کو کھول کر اس کے مندرجات پر عمل کرنا۔ دو دن کے سفر کے بعد جب حضرت عبداللہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط کھولا تو اس میں درج تھا۔

" اپنے اس دستے کو ساتھ لے کر بمقام نخلہ جاؤ۔ قریش کا کاروانِ تجارت شام سے آرہا ہے۔ اگر ان کے بارے میں کوئی معتدقہ خبر ملے، تو ہمیں فوراً اطلاع دو۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تمہارے رفقاء میں سے کوئی شخص تمہارا ساتھ نہ دینا چاہے تو اُسے مجبور نہ کرنا "

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، ۵۸ [2] ابن سعد کی روایت میں بارہ آدمی تھے، ابن سعد جلد دوم - ۲۴۸

Marfat.com

واپسی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ سب حضرات بمقام نخلہ پہنچ گئے اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔ سواری کے لئے ہر دو آدمیوں کے پاس ایک اُونٹ تھا۔ اثنائے راہ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ بن غزوان کا اُونٹ گم ہوگیا۔ اور یہ دونوں رفیق اُونٹ کی تلاش میں ساتھیوں سے بچھڑ گئے، قریش کا قافلہ بھی جس کی تلاش تھی، آگیا کارواں سالار عمرو بن الحضرمی تھا۔ یہ قافلہ حضرت عبداللہؓ کے دستے کے قریب ہی اُتر پڑا، پہلے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرائے۔ لیکن بعد میں جب انہوں نے حضرت عبداللہؓ کے دستے میں سے حضرت عکاشہؓ بن محصن کا منڈا ہوا سر دیکھا تو وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئے کیونکہ منڈا ہوا سر اس نواح کے لوگوں کا امتیازی نشان تھا۔

قتال

اب صحابہؓ سر جوڑ کر بیٹھے، کہ کیا کریں، اور کیا نہ کریں۔ دقت یہ تھی کہ اس دن رجب کی آخری تاریخ تھی، اور اس مہینے میں قتل وغارت کی اجازت نہ تھی۔ اب اگر وہ ان سے متعرض نہیں ہوتے اور حضور اکرمؐ کے حکم کا انتظار کرتے ہیں تو دوسرے دن قافلہ حُدودِ حرم میں داخل ہو جائے گا۔ اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ چنانچہ سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اس پر واقد بن عبداللہ التیمی نے تاک کر تیر مارا۔ جو عمرو بن الحضرمی کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ اہل قافلہ ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ نیز مسلمانوں نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ جب میدان صاف ہو گیا تو حضرت عبداللہؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علیحدہ کر کے باقی مال کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

جب حضرت عبداللہؓ بن جحش دو قیدیوں کو اور مال غنیمت لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کیا۔ تو آپ سخت

Marfat.com

ناراض ہوئے۔ فرمایا۔ " میں نے تمہیں لڑنے اور لوٹنے کی بالکل اجازت نہیں دی تھی تم نے اپنی حدود سے تجاوز کیا۔ اور ماہِ رجب کی حرمت کا کوئی لحاظ نہ رکھا۔ میں تمہارے اس مالِ غنیمت کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا " حضرت عبداللہؓ نے سُنا تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ خدا و رسول کی نافرمانی کے علاوہ باقی تمام صحابہؓ ان کی جان کو آگئے۔ کہ مالِ غنیمت کے لالچ میں ماہِ حرام کے تقدس کا بھی تم نے کوئی خیال نہ رکھا۔

کفارِ مکہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہاں کہرام مچ گیا۔ کہ مسلمانوں نے حرمت ماہِ رجب کی کوئی پرواہ نہ کی، ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے بعد قافلے کو لوٹا اور دو آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ کفار یوں بھی مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اس واقعے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور چاروں طرف سے " انتقام " انتقام " کی گونج سُنائی دینے لگی۔ ابوجہل اور ابوسفیان ایسے زہریلے لوگوں نے، جو مسلمانوں کے خلاف اُدھار کھائے بیٹھے تھے، آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔

عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان بطور قیدی کے مسلمانوں کی تحویل میں تھے۔ کفار کا وفد حاضر ہوا کہ فدیہ دے کر انہیں رہا کرالیں۔ لیکن ابھی تک عتبہؓ بن غزوان اور سعدؓ بن ابی وقاص گم شدہ اونٹ کی تلاش میں مدم پتہ تھے۔ اور خدشہ تھا کہ اگر کفار کے ہتھے چڑھ گئے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قیدیوں کو روک لیا۔ کہ جب تک صورتِ حال واضح نہیں ہوگی۔ وہ انہیں جانے نہیں دیں گے۔ جلدی ہی دونوں صحابہؓ واپس آگئے۔ قیدیوں میں سے حکم مسلمان ہو گئے اور وہیں رُک گئے عثمان بن عبداللہ کو بعد از وصولی فدیہ چھوڑ دیا گیا۔

حضرت عبداللہؓ بن جحش سے جو اجتہادی غلطی صادر ہو گئی تھی۔ وہ اس پر حد درجہ پشیمان تھے۔ اس پر شماتتِ ہمسایہ سے ان کی جان عذاب میں تھی۔ آخر خدا نے ان کی سُن لی۔ اور ذیل کی آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ، قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ، وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔

وہ آپ سے ماہ حرام میں لڑنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہیئے ان مہینوں میں لڑنا کبیرہ گناہ ہے. لیکن خدا کی راہ سے روکنا، اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام کا انکار اور لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکالنا اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ بازی، قتل سے زیادہ بُری ہے.

اس معمولی واقعے کی چنگاری نے بہت بڑے فتنے کی آگ کو ہوا دی. عمرو بن حضرمی" عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا. جو حرب بن امیہ کا حلیف تھا. اور حرب قریش کا رئیس اعظم تھا. عثمان بن عبداللہ مغیرہ کا پوتا تھا. جو رؤسائے قریش سے تھا. قریش مکہ جو پہلے ہی بپھرے ہوئے تھے سب بے قابو ہو گئے چنانچہ بدر کا غزوہ اس واقعے کا شاخسانہ ہے. جب ایک دفعہ بند ٹوٹ گیا. تو تباہیوں اور بربادیوں کے سیلاب کو روکنا کسی کے بس کی بات نہ رہی. حضرت عروہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ مسلمانوں کو قریش مکہ کے خلاف جتنی جنگیں لڑنا پڑیں. اس کی وجہ عبداللہ حضرمی کا قتل تھا. [1]

ابن ہشام راوی ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ بن جحش اور ان کے رفقا کی فروگذاشت کو قرآن حکیم نے نظر انداز کر دیا. اور انہیں ذہنی کوفت سے نجات مل گئی. تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی." یارسول اللہ! کیا یہ ممکن ہے کہ ہم کسی فوجی مہم میں حصہ لیں. اور ہمیں مجاہدین کا سا ثواب ملے گا. اس پر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی

---

[1] سیرت" اول، ۳۱۴ - ابن ہشام، دوم، ۵۹ - ۶۰، ابن سعد، دوم - ۲۴۸

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَالَّذِيْنَ
هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
أُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ﷺ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور
جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں
جہاد کیا ۔ وہ رحمت خداوندی کی
امید رکھ سکتے ہیں ۔ اور خدا بخشنے والا
اور رحم کرنے والا ہے ۔

Marfat.com

مدینے سے بدر تک

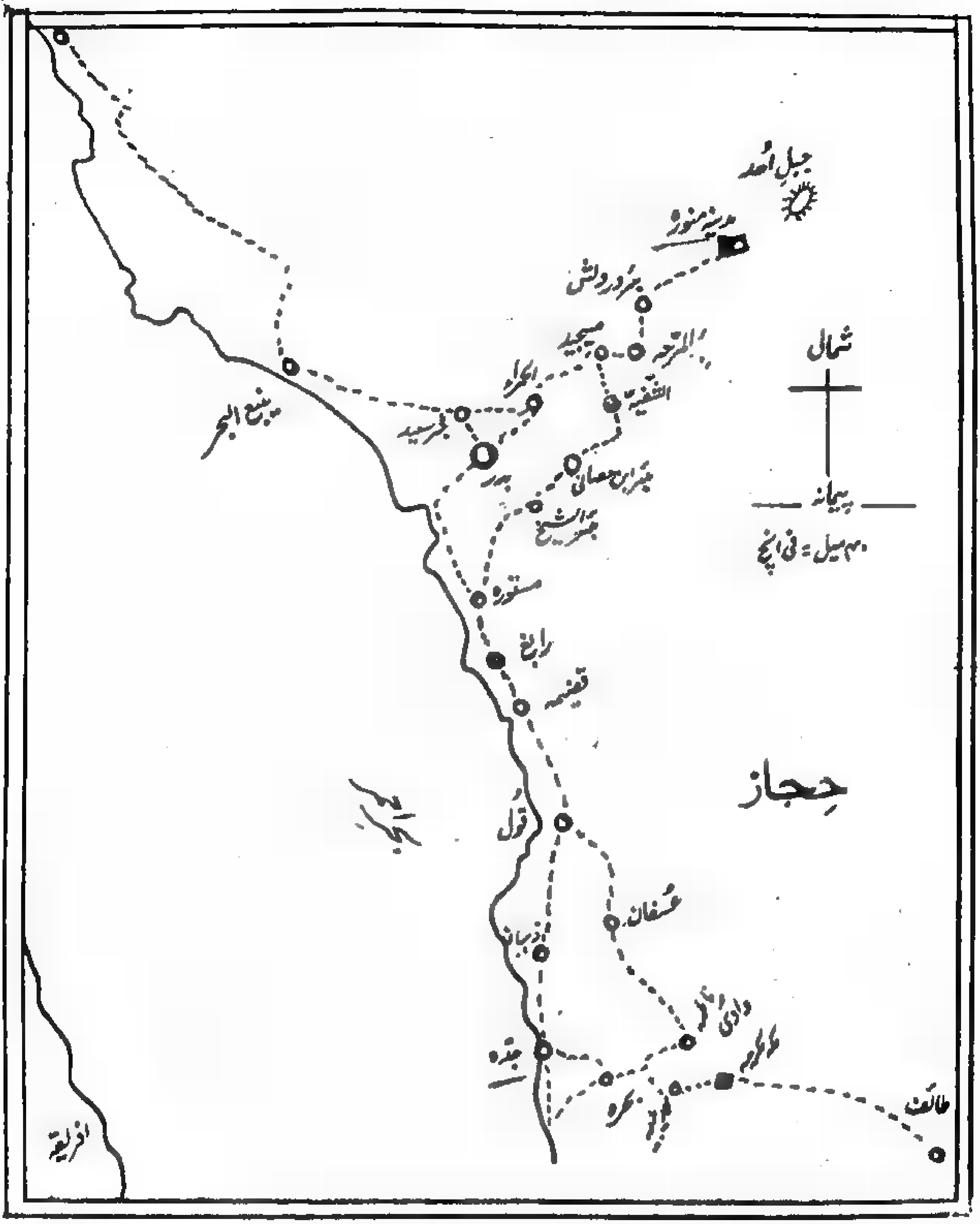

(بہ شکریہ تفہیم القرآن)

Marfat.com

غزوۂ بدر

عمرو بن الحضرمی کی موت سے جو اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ سردارانِ قریش کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی۔ قریش مسلمانوں کے تعاقب سے غافل نہیں رہے تھے۔ یہودِ مدینہ سے ان کی خفیہ سازباز نے عملاً اس معاہدے کو جو قیامِ امن کے لئے کیا گیا تھا۔ بے اثر بنا دیا تھا۔ عبداللہ بن ابی پر بھی قریش کی دھمکی اپنا اثر دکھا گئی تھی۔ اور اُس نے ایسا کردار اپنا لیا تھا۔ جس کی بنا پر تاریخ نے اُسے رئیس المنافقین کا لقب عطا کیا۔ قریش کی تیاریوں کا یہ عالم تھا کہ مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں۔ سب پر ایک ہی دُھن سوار تھی۔ تجارتی قافلے آجا رہے تھے۔ تاکہ مصارفِ جنگ کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ کمایا جا سکے۔

اُدھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفارِ مکہ کی سرگرمیوں کا ہر وقت نظر تعاقب فرما رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے خبرگیری کے لئے اِدھر اُدھر روانہ ہوتے رہتے اگر مکے سے کوئی شخص واردِ مدینہ ہوتا۔ تو حضور کرید کرید کر قریش کے حالات دریافت فرماتے اور جو معلومات بھی حاصل ہوتیں، ان کا تجزیہ کرتے۔ اہلِ مکہ کا کاروانِ تجارت جسے روکنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عُشیرہ تک گئے تھے اور قافلہ بچ کر نکل گیا تھا۔ وہ آپ کی معلومات کے مطابق مسلمانوں کے خلاف فوجی مہم کا ایک حصہ تھا۔

مجلسِ مشاورت

جب ابو سفیان کا قافلہ شام سے لوٹا تو حضورؐ کو بھی اطلاع مل گئی، آپؐ نے صحابہؓ کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور قریش کے اس کاروانِ تجارت کو روکنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد اوّلاً حضرت ابو بکرؓ نے اور ثانیاً حضرت عمرؓ نے تقریر کی۔ اپنی فداکاری کا یقین دلایا۔ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس کارِ خیر کی تکمیل کے لئے سینہ سپر ہو جانے کی تلقین کی۔ آپؐ نے ان جانبازانہ خیالات کی تحسین فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مقدادؓ بن عمرو اٹھے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ جنہوں نے بڑی ڈھٹائی سے موسیٰ علیہ السلام کو منہ پر کہہ دیا تھا "جایئے خدا کو ساتھ لے جایئے اور عمالقہ سے لڑیئے۔ ہم تو یہاں سے اٹھنے کے نہیں" حضورؐ نے ان کے لئے بھی دعائے خیر فرمائی۔ انصار ابھی تک خاموش تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا موقف جاننا چاہتے تھے۔ تاکہ کوئی ابہام نہ رہ جائے۔ اس کے بعد آپؐ نے پھر فرمایا " اَشِيْرُوْا عَلَىَّ اَيُّهَا النَّاس! (اے لوگو! مجھے مشورہ دو) حضرت سعدؓ بن معاذ نے کہا " یا رسول اللہ! کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے" آپؐ نے فرمایا "ہاں " ۔ انہوں نے عرض کی " یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائے آپؐ کی تصدیق کی ۔ اور ہم نے سچے دل سے شہادت دی۔ کہ جو شریعت آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپؐ سے وعدہ کیا۔ کہ آپ کی ہر بات کو مانیں گے اور تسلیم کریں گے۔ آپ کا جو ارادہ ہے، کیجئے، خدا کی قسم اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم لڑائی میں صبر کریں گے۔ اور دشمن سے سامنا ہوا۔ تو پورے صدق اور خلوص سے لڑیں گے۔ اور انشاء اللہ ہمارے ہاتھوں جو کچھ ظہور پذیر ہوگا۔ اس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ " مبارک ہو کہ مجھے جبرائیلؑ نے دونوں طائفوں (کاروانِ تجارت اور لشکر

Marfat.com

قریش) میں سے ایک پر کامیابی کی بشارت دی ہے۔ خدا کی قسم میں ان مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جہاں انہوں نے قتل ہونا ہے"۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کے ساتھ کوچ فرمایا۔ اور بدر کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔

لشکر کی کیفیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے روانہ ہوئے تو آپؐ کے ساتھ ۳۱۳ آدمی تھے۔ ان میں مہاجرین کی تعداد صرف ساٹھ تھی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہودِ مدینہ اور منافقین کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ اس لئے آپؐ نے ابولبابہؓ بن عبدالمنذر کو حاکم مدینہ اور عاصمؓ بن عدی کو قبا کا حاکم مقرر فرمایا امامت کے فرائض حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کے سپرد ہوئے۔ لوائے ابیض حضرت مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم کو دیا۔ اونٹوں کی تعداد ستر تھی جن پر صحابہؓ باری باری سوار ہوتے گھوڑے صرف دو تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ر رمضان المبارک ۲ھ کو کوچ فرمایا۔ ۸۰ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ۱۷ ر تاریخ کو بدر کے مقام پر پہنچے۔

ابوسفیان ابھی راستے میں تھا کہ اُسے وحشت ناک خبریں ملنا شروع ہوگئیں۔ جب بدر کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر اس نواح میں پہنچ چکا ہے۔ سُنا تو اوسان خطا ہوگئے۔ چونکہ اس کے ساتھ آدمیوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ اور لاکھوں روپوں کا سامانِ تجارت اونٹوں پر بار تھا۔ اُسے سب کچھ ہاتھوں سے جاتا دکھائی دیا۔ الٹے پاؤں لوٹا۔ اور قافلے کو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ بچا کر لے گیا اور یوں خطرہ ٹل گیا۔

رسولِ اکرمؐ اور بوڑھا عرب

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ایک بوڑھے عرب[۲] سے ہوئی۔ باہم جو دلچسپ

---

[۱] ابن ہشام راوی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ر رمضان بروز سوموار کو کوچ فرمایا تھا۔ دوم ۔ ۶۳ [۲] بوڑھے کا نام سفیان ضمری تھا۔ ابن ہشام، دوم، ۶۵

گفتگو ہوئی۔ آپ بھی سن لیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر حالات کا جائزہ لینے کے لئے نکلے۔ راہ میں ایک بوڑھے عرب سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا " میاں، آپ نے مسلمانوں یا قریش کے بارے میں کوئی خبر سُنی ہے "

بوڑھا عرب :- میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب تک آپ یہ نہ بتائیں۔ کہ آپ کون ہیں ؟

حضورؐ اکرم :- جب آپ ہماری بات کا جواب دے چکیں گے تو ہم آپ کی بات کا جواب دیں گے۔

عرب :- اچھا اُدلے کا بدلہ ؟

حضور اکرمؐ :- ہاں !

عرب :- مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ محمدؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ فلاں دن مدینے سے روانہ ہوئے تھے۔ اگر یہ اطلاع درست ہے تو آج انہیں فلاں مقام پر ہونا چاہیئے (عرب نے اسی جگہ کا نام لیا۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا ہوا تھا) اور قریش نے فلاں تاریخ کو مکے سے کوچ کیا تھا اگر یہ خبر درست تھی تو قریش کو آج فلاں مقام پر ہونا چاہیئے (عرب نے اسی جگہ کا نام لیا۔ جہاں قریش کا لشکر پہنچ چکا تھا)

بوڑھا عرب بات ختم کر چکا۔ تو کہنے لگا، اب بتایئے۔ آپ کون ہیں (مِمَّنْ اَنْتُمَا :- تم دونوں کس سے ہو)

حضور اکرمؐ :- ہم پانی سے ہیں (یہ کہہ کر آپؐ چل دیئے)

عرب :- کس پانی سے ؟ عراق کے پانی سے ؟ (بوڑھا عرب حضور اکرمؐ کے مفہوم کو نہ پا سکا۔ اور سوچتا رہ گیا)

Marfat.com

قریش کی تیاریاں

مکے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمان کاروانِ تجارت کو لوٹنے کے لئے روانہ ہوگئے ہیں چونکہ افواہ کے کئی منہ ہوتے ہیں اس لئے اس میں قیامت کی پذیرائی ہوتی ہے۔ مکے کی فضا اس غلط خبر سے گونج اٹھی۔ نخلہ کے واقعے نے جو آگ بھڑکائی تھی۔ ان افواہ سے اس کی حدت و شدت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے جوشِ انتقام سے اندھے ہوگئے۔ تلواریں سان پر چڑھائی جارہی تھیں تو زبانوں کی کاٹ تلوار سے تیز تر تھی۔ تمام سردارانِ قریش، سوائے ابولہب کے، سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئے۔ ابولہب نے اپنی جگہ العاصی بن ہشام بن المغیرہ کو چار ہزار درہم معاوضہ دے کر بھیجا۔ قریش کی تیاری کا یہ عالم تھا کہ عدم شمولیت کے بارے میں کوئی عذر بھی قابلِ سماعت نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابولہب نے چار ہزار درہم کے بدلے اپنی جگہ ایک آدمی کو آمادہ کیا تھا۔ امیہ بن خلف بھی سردارانِ قریش سے تھا۔ مگر بڑا کاہل سست اور بھاری بھرکم۔ یہاں تیاریاں زوروں پر تھیں مگر یہ شخص ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ عقبہ بن ابی معیط کو معلوم ہوا۔ تو اس نے ایک انگیٹھی لی، کوئلے ڈالے، انہیں اچھی طرح دہکایا اور لے کر مسجد حرام میں آیا جہاں امیہ اپنے قبیلے کے لوگوں میں بیٹھا تھا اس نے انگیٹھی امیہ کے آگے رکھ دی اور کہنے لگا "اے ابوعلی! میں یہ انگیٹھی تمہارے تاپنے کے لئے لایا ہوں کیونکہ اب تم عورتوں میں شامل ہوگئے ہو"۔ امیہ نے سنا تو تلملا اٹھا کہنے لگا "خدا تجھے اور تیری انگیٹھی کو رسوا کرے"۔ بہر حال تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور امیہ بن خلف کو قریش کا ساتھ دینا پڑا۔

قریش اور سراقہ

جب تیاری مکمل ہوگئی اور تاریخ روانگی کا تعین ہونے لگا تو انہیں خیال آیا کہ قریش اور بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے درمیان قدیم الایام سے دشمنی چلی آرہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ مبادہ وہ ہماری غیر حاضری میں مکے پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں۔ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لے جائیں اور

ہماری وہ حالت ہو جائے۔ ازیں سو راندہ و ازاں سو در ماندہ۔

قریش اس خدشے کے پیشِ نظر اپنا ارادہ ملتوی کرنے کو تھے کہ اس اثنا میں سراقہ بن مالک بن جعشم وہاں آنکلا۔ انہیں اس پس و پیش میں دیکھا۔ تو کہنے لگا میں تمہیں بنی کنانہ کیطرف سے ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تمہاری غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے چونکہ سراقہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ اس لئے قریش مطمئن ہو گئے۔

قریش کا لشکر

قریشِ مکہ جس دھوم دھام سے روانہ ہوئے اس کا تصور ہی مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو کپکپا دینے کے لئے کافی تھا۔ لشکر میں کم و بیش ہزار آدمی تھے۔ پوری طرح مسلح، سو گھوڑے تھے۔ اس زمانے میں گھوڑوں سے وہی کام لیا جاتا جو آج ٹینکوں سے لیا جاتا ہے۔ اُمرائے قریش میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو البختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، عباس بن عبد المطلب، ابو جہل بن ہشام اور اُمیہ بن خلف شامل تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سردارانِ قریش کے ناموں کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مکے نے اپنے دل کے ٹکڑے نکال کر تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں۔ راستے میں جہاں پڑاؤ کرتے، لشکر کی ضیافت کے لئے دس اُونٹ ذبح کئے جاتے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا رئیسِ اعظم تھا۔ اس فوج کا کمانڈر تھا۔

اس دُھوم دھڑکے کے مقابلے میں جاں نثاروں کا ایک مختصر سا لشکر تھا۔ جو نہ پوری طرح مسلح تھا۔ اور نہ لڑائی کے ارادے ہی سے آیا تھا۔ گویا ساز و سامان کے مقابلے میں بے سرو سامانی، غرور اور تفاخر کے مقابلے میں انکسار اور تواضع، بے یقینی اور خدانا شناسی کے مقابلے میں یقین اور ایمان صف آرا تھا۔

مکے میں گھبراہٹ

قریش کو غزوۂ بدر میں جس ہولناک تباہی سے دو چار ہونا پڑا۔ اس کے بارے میں پیشتر ہی بعض ذہنوں

ماحول دماغوں میں غیر محسوس خطرات کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور بعض حساس طبائع بہ شدت محسوس کر رہی تھیں کہ کوئی بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ چنانچہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم بن عمرو الغفاری[1] کے مکہ میں آنے سے تین رات پہلے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شتر سوار آیا اور وادی بطحا میں کھڑے ہو کر چلا کر کہا "اے اہل مکہ! تین دنوں میں یہاں سے اپنی پناہ گاہوں کو بھاگ جاؤ" وہاں سے مسجد حرام میں آیا اور پھر ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھا اور وہی بات دہرائی۔ اس کے بعد اس نے ایک بڑا سا پتھر پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکایا جو نیچے پہنچتے پہنچتے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ عاتکہ نے اس متوحش خواب کا ذکر حضرت عباسؓ سے کیا۔ بات اڑتے اڑتے ابو جہل کے کانوں تک جا پہنچی۔ اس نے حضرت عباسؓ سے از راہ مذاق کہا "اے ابو الفضل! سنا ہے اب بنو ہاشم میں عورتوں پر بھی وحی اترنا شروع ہو گئی ہے۔ میں نے تمہاری ہمشیرہ کا خواب سن لیا ہے اگر ان تین دنوں میں اس کا خواب جھوٹا ثابت ہو گیا تو ہم تمہارے متعلق بوضاحت تمام یہ بات لکھ کر محفوظ کر لیں گے کہ تمہارا خاندان عرب میں سب سے جھوٹا ہے" تیسرے دن کا سورج طلوع ہوا۔ حضرت عباسؓ مسجد حرام میں مشغول طواف تھے کہ انہوں نے ضمضم کو جو اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا تھا۔ چلا چلا کر کہتے سنا "اے آل قریش بغور سنو! کہ مسلمانوں کے لشکر نے تمہارے قافلے کا راستہ روک رکھا ہے، جلد از جلد ان کی مدد کو پہنچو"۔

اسی طرح جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک

---

[1] جب ابو سفیان کو نواح بدر میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر اس نواح میں موجود ہے تو گھبراہٹ سے اُسے پسینہ آ گیا۔ چنانچہ اس نے ضمضم کو پیغام دے کر مکے روانہ کیا۔ کہ مسلمانوں کا لشکر ان کی راہ میں حائل ہو گیا ہے۔ اس لئے فوراً امداد کو پہنچو

(ابن ہشام جلد دوم ص۱۳)

Marfat.com

شخص گھوڑے پر سوار ہے، ساتھ ایک اونٹنی بھی ہے۔ اس نے آتے ہی عتبہ، شیبہ، ابوجہل وغیرہ وغیرہ کو قتل کر دیا (جہیم نے تمام ان لوگوں کے نام گناتے جو بعد میں بمقام بدر قتل ہوئے) پھر اس سوار نے اونٹ کے پہلو میں خنجر گھونپ دیا۔ پھر اسے لشکر گاہ میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جو اس کے خون سے داغدار نہ ہو گیا ہو۔ جب ابوجہل کے سامنے اس خواب کا ذکر آیا تو کہنے لگا " یہ بنو ہاشم کا تیسرا نبی ہے"۔ جب میدان جنگ میں مقابلہ ہوگا تو اسے اپنے خواب کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ابوجہل بدر میں

جب ابوسفیان اپنے قافلے کو بچا لانے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے قریش کو کہلا بھیجا کہ قافلہ بخیر و عافیت مدود حجاز میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب تم بھی واپس آجاؤ کیونکہ تمہاری لشکر کشی کا جو اصلی مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ لیکن ابوجہل کی جہالت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ اس کے ہوتے کوئی معقول مشورہ قبول کر لیا جائے، کہنے لگا " ہم بمقام بدر پہنچ چکے ہیں۔ یہاں ہر سال ایک میلہ لگتا ہے۔ اب ہمارا یوں خاموشی سے واپس چلا جانا درست نہیں معلوم ہوتا۔ تین دن یہاں قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے۔ قرب وجوار کے لوگوں کو دعوت دیں گے، گانا سنیں گے۔ شراب اڑائیں گے اور اس طرح تمام عرب ہماری داد و دہش کے گن گانے لگے گا۔ اور ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے ہماری ہیبت کا سکہ بیٹھ جائے گا"

بنو زہرہ اور عدی کی علیحدگی

اخنس بن شریق ثقفی جو بنو زہرہ کا حلیف تھا اس موقعہ پر وہاں موجود تھا۔ اس نے ان سے کہا " اے بنو زہرہ! خدا نے تمہارے مال و متاع کو مسلمانوں کی دستبرد سے بچا لیا ہے۔ اور تمہارا عزیز مخرمہ بن نوفل بھی بچ کر آگیا ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم خواہ مخواہ مسلمانوں سے مت الجھو"۔ بنو زہرہ کو یہ مشورہ پسند آگیا اور علیحدہ ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی بنو عدی بھی ہٹ گئے۔ اس موقعہ پر طالب بن ابوطالب اور بعض دوسرے قبائل کے لوگوں میں تھوڑی سی تلخ کلامی بھی

Marfat.com

ہوئی۔ وہ کہنے لگے " اے بنو ہاشم! اگرچہ تم ہمارے ساتھ ظاہرداری کے لئے آ گئے ہو۔ لیکن تمہاری ہمدردی محمدؐ کے ساتھ ہے" اس پر طالب بن ابوطالب لوٹ آیا۔

قریش اور مسلمان میدانِ بدر میں

چونکہ قریش مقام بدر پر مسلمانوں سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان مقامات پر قبضہ کر لیا تھا جو جنگی زاویۂ نگاہ سے مفید تھے۔ مسلمان بعد میں پہنچے۔ اس لئے جہاں انہوں نے مقام کیا۔ وہاں نہ تو پانی کے چشمے تھے اور نہ زمین ہی سخت تھی جس پر باسانی نقل وحرکت کی جا سکے، بلکہ نرم ریت تھی جس میں پاؤں دھنس جاتے تھے۔ اس پر حضرت خبابؓ بن منذر نے عرض کیا" یا رسول اللہؐ! اس مقام کا انتخاب آپؐ نے وحی کی ہدایت کے ماتحت کیا ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں، یہ وحی نہیں" اِس پر انہوں نے عرض کی کہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم آگے بڑھ کر چشموں پر قبضہ کر لیں تاکہ دشمن ہمارے رحم وکرم پر رہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور اسلامی دستوں نے بڑھ کر پانی پر قبضہ کر لیا۔ حسنِ اتفاق سے بارش بھی ہو گئی۔ جس سے ریت جم گئی۔ اور آس پاس کے گڑھوں میں پانی بھر گیا۔ ہر چند پانی کے چشموں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ لیکن قریش کو بھی اجازت تھی۔ اور وہ حسبِ ضرورت وہاں سے پانی لے سکتے تھے۔

اس کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کی" یا رسول اللہ! کیوں نہ ہم آپ کے لئے ایک سائبان بنا دیں۔ آپ اس میں تشریف رکھیں۔ ہم آپ کی اونٹنی اس کے قریب باندھ دیں گے۔ اگر جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں نکلا تو فبہا۔ اور اگر خدانخواستہ ہم سب شہید ہو گئے تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سیدھے مدینے تشریف لے جائیں۔ ہمارے مدنی بھائی آپ کی کسی خدمت سے گریز نہیں کریں گے۔ بخدا فداکاری اور جاں نثاری میں وہ ہم سے کسی حالت میں کم نہیں تھے۔ اگر انہیں ذرا بھی خیال ہوتا کہ آپ کو قریش کے خلاف لڑنا پڑ جائے گا۔ تو وہ ہر گز مدینے میں ٹھہرنا گوارا نہ کرتے" حضورؐ نے ان خیالات کو پسند فرمایا اور ان کے

Marfat.com

نقشہ جنگ بدر

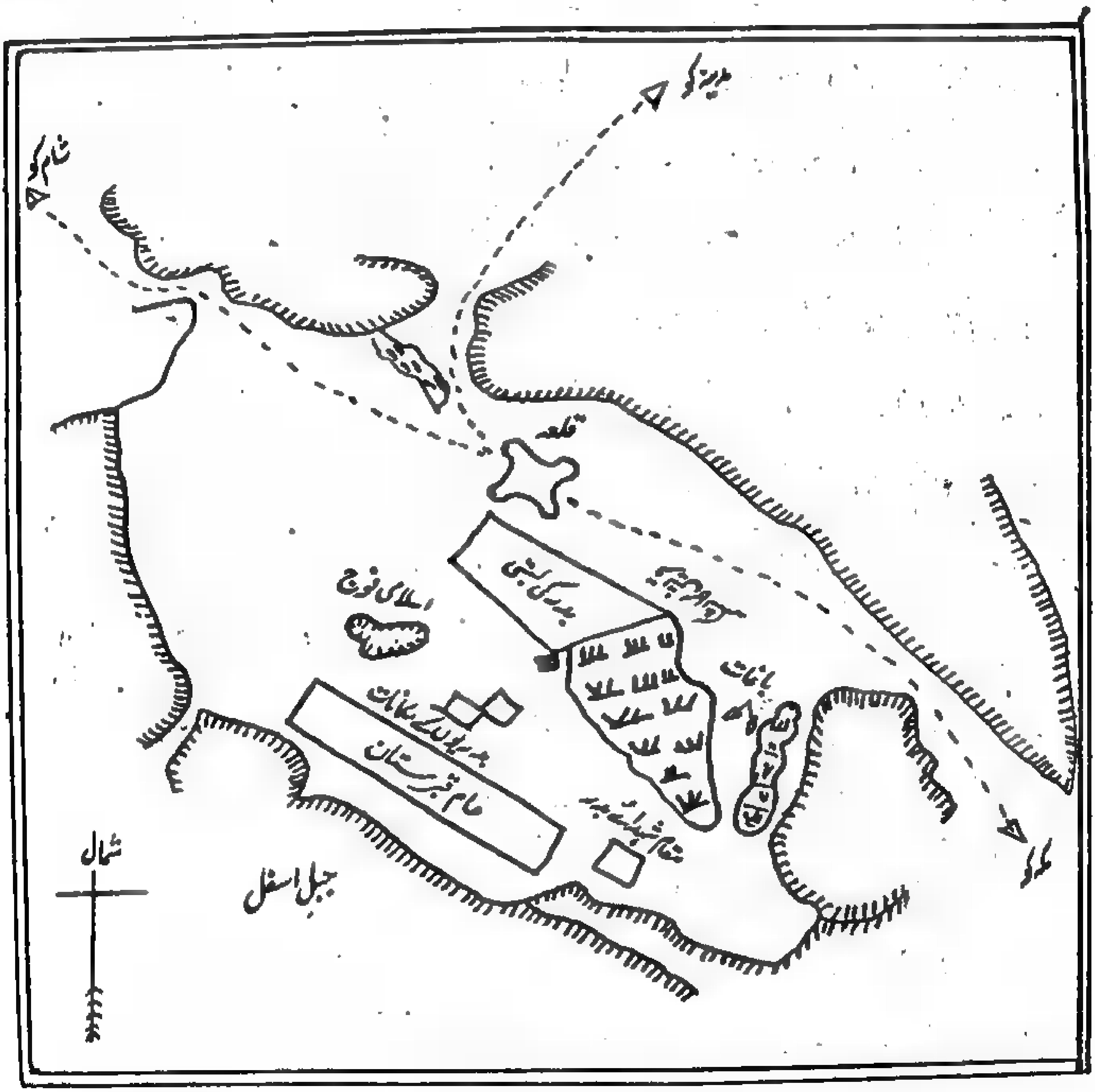

(بہ شکریہ تفہیم القرآن)

لئے دُعائے خیر کی۔ سائبان بنایا گیا۔ اور آپ نے اس میں قیام فرمایا۔

حضورؐ کا طرزِ عمل

رات ہوئی تو صحابہ کرامؓ بہ اطمینانِ خاطر ہتھیار کھول کر ریت پر دراز ہو گئے۔ چنانچہ انہیں جلدی ہی میٹھی نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ کیونکہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ان میں موجود ہوتے تو خطرات ان کے دماغ میں راہ نہ پا سکتے۔ فوج کے اطمینانِ قلب کا یہ عالم تھا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ تمام رات قیام اور قعود، رکوع اور سجود میں گزار دی۔ دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے "الٰہی! کفر اپنے تمام نخوت اور غرور کے ساتھ حق کے خلاف صف آرا ہو گیا ہے۔ ان مٹھی بھر جاں نثاروں کو باوجود اس بے سرو سامانی کے تیرے نام کی عظمت یہاں کھینچ لائی ہے۔ اگر انہیں شکست ہوئی تو اس میں تیری شانِ بندہ نوازی پر حرف آئے گا اور اس طویل و عریض دُنیا میں تیرا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گریہ و زاری رات بھر جاری رہی۔ سپیدۂ سحر نمودار ہوا۔ تو آپ نے صحابہؓ کو نماز کے لئے جگایا۔ نماز ختم ہوئی۔ تو جہاد پر ایک مختصر سی تقریر ارشاد فرمائی۔

ابوجہل کی ضد

ہر چند قریش کا نفسِ ناطقہ ابوجہل، اشتیاقِ جنگ میں گھڑیاں گن رہا تھا۔ مگر کچھ بھلے لوگ ایسے بھی تھے۔ جو اس تصادم کو روکنا چاہتے تھے۔ انہیں لوگوں میں سے حکیم بن حزام تھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب سے تھا۔ اور ہر چند ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔ لیکن وہ دل سے خواہاں تھا۔ کہ یہ خطرہ ٹل جائے۔ چنانچہ وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس جو لشکر قریش کا سربراہ تھا۔ گیا۔ اور کہنے لگا " اے عتبہ! تو قوم کا رئیس اعظم اور اس لشکر کا سپہ سالار ہے۔ کیا تو یہ پسند نہیں کرے گا کہ تاریخ میں تیرا نام ہمیشہ زندہ رہے " " اچھا کہو تم کیا چاہتے ہو " عتبہ نے کہا۔ حکیم بن حزام نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ قریش اور مسلمانوں میں مابہ النزاع عمرو بن الحضرمی کا قتل ہے یہ لوگ تمہارے حلیف تھے۔ اگر تم اپنی طرف سے مقتول کا خون بہا ادا کر دو تو یہ خطرناک جنگ ٹل سکتی ہے

Marfat.com

عتبہ نے کہا کہ " مجھے تمہاری تجویز سے کلی اتفاق ہے۔ لیکن ابوجہل کی رضا مندی کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جاؤ اُسے آمادہ کرو، اگر وہ مان جائے تو اور کوئی مانع نہیں " حکیم بن حزام کو معلوم تھا کہ ابوجہل جس مٹی سے بنا ہے اس میں معقولیت کی آمیزش نہیں ہو سکی تھی۔ تاہم اتمام حجت کے طور پر اُس کے پاس گیا۔ ابوجہل نے سُنا تو کہنے لگا " مجھے عتبہ کی کمزوری کا علم ہے (عتبہ کا لڑکا مسلمان ہو گیا تھا) میں اس سلسلے میں اس کی ایک نہیں چلنے دوں گا " عتبہ نے سُنا تو ابوجہل کے طعنے کو برداشت نہ کر سکا۔ اور مسلح ہو گیا۔ چونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا اتفاق الوقت کوئی خود نہ مل سکا۔ اس لئے بچاؤ کی خاطر سر پر چادر لپیٹ لی۔

عمرو کا بھائی عامر

ابوجہل نے جب دیکھا کہ عتبہ متذبذب ہے۔ اور چونکہ سپہ سالار بھی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اپنی قماش کے ڈھلمل یقین افراد کو بہلا پھسلا کر ترکِ جنگ پر آمادہ کر لے۔ اور مسلمانوں سے نپٹنے کا یہ زرّیں موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ اس لئے اُس نے عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ " تمہارا حلیف عتبہ عمرو بن الحضرمی کا انتقام لینے سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ " اس نے سُنا تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے، گرد اڑائی اور چلا چلا کر " واعمرہ واعمرہ " پکارنے لگا۔ یہ طریقہ عربوں کی حمیت کے لئے چیلنج کا حکم رکھتا تھا۔ قریش نے یہ آواز سُنی تو جاہلی عصبیت جاگ اٹھی اور مارنے مرنے پر تیار ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لشکرِ قریش میں اضطرابی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کیا تو سمجھ گئے کہ نازک گھڑی قریب آگئی ہے چنانچہ آپؐ نے صف بندی کا حکم دیا۔ مناسب ہدایات دیں، صفوں کو سیدھا کیا۔ اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔

قریش کا لشکر بڑھتے بڑھتے مسلمانوں کے قریب آکر رُک گیا تو آپؐ نے صحابہؓ کو تاکید فرما دی کہ ہماری طرف سے پہل نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لئے حوصلے سے انتظار کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں

کفر و اسلام کی یہ پہلی آویزش تھی۔ اللہ اللہ کتنا رقت انگیز منظر ہے۔ کہ بھائی بھائی کے خلاف اور بیٹا باپ کے مقابلے میں شمشیر بکف ہے۔ اسلام کی ازلی و ابدی صداقت نے قومی تعصب اور نسلی پندار کا صنمکدہ مسمار کر دیا ہے۔ لسانی اور قبائلی بھائی چارے کی چکاچوند اسلامی رشتے کی چمک دمک کے سامنے ماند پڑ گئی ہے۔ یہ بانیٔ اسلام کے نظریے کی جیت اور اسلامی تعلیمات کی فتح مبین ہے۔ کفر و باطل کی شکست اور جاہلی مزعومات کی تغلیط ہے۔ اب مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ خواہ ایک عرب کا رہنے والا ہو، اور دوسرا حبش کا۔ اب بھائی چارے کی بنیاد عقیدہ اور ایمان باللہ ہے۔ قرابت داری کا اصول ذہنی ہم آہنگی اور اعتقادی یک رنگی ہے۔ اے نفرت کے پرچار کو اور نسل پرستو! تمہارے دن لد چکے ہیں۔ ابوجہل کی روح ماتم کر رہی ہے اور ابولہب نسلی غرور کے تنور میں جل رہا ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

حضورؐ اکرم کا اضطراب ہر چند جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی حضور اکرم کو کامیابی کی بشارت مل چکی تھی۔ اور حق و باطل کے اس معرکے میں کائنات کی ملکوتی قوتیں طاغوتی طاقتوں کو پچھاڑنے کے لئے فضائے بدر پر چھا گئی تھیں۔ لیکن حضور اکرم پر خضوع اور خشوع کا جو عالم طاری تھا۔ وہ قابل دید تھا۔ آپ بار بار سربسجود ہوتے اور بار بار دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے۔ گویا اضطراب اور بے چینی کا طوفان تھا جو تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ہر چند آپ خدائی وعدہ کے برحق ہونے پر تو مطمئن تھے۔ لیکن انسانی مساعی کی کوتاہیوں سے ڈرتے بھی تھے۔ اس لئے ایسے نامساعد حالات میں فتح کی خوش خبری پر سجدۂ شکر ادا بجا لاتے تو الحاح و زاری سے دست بدعا بھی تھے" بارالہا! ان فداکاروں کے خلوص نیت کے صدقے میں ان کی کوششوں کو بار آور فرما " کیونکہ نصرت و کامیابی انعام خداوندی ہے۔ اور انسانی مساعی کے بروقت اور مناسب استعمال پر ہی عطا کیا جاتا ہے۔ ان دو مختلف النوع جذبات کی کشمکش ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے بے پناہ اضطراب کا اصلی راز تھی۔

قریشِ مکہ کی طرف سے سب سے پہلے اسود بن عبد الاسد مخزومی میدانِ مبارزت میں اترا۔ یہ شخص حد درجہ بد خلق اور شر پسند تھا۔ اس نے کہا " میں خدا سے عہد کرتا ہوں۔ کہ میں مسلمانوں کے حوض سے ضرور پانی پیئوں گا۔ اور اگر کامیاب نہ ہو سکا تو حوض کا بند توڑ دوں گا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو حوض کے کنارے تک پہنچ کر مروں گا "

مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہؓ نکلے۔ انہوں نے جاتے ہی اس کی پنڈلی پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ پنڈلی کٹ گئی۔ اور وہ حوض کے قریب گر پڑا۔ زخمی لات اوپر اٹھالی اور آہستہ آہستہ حوض کی طرف سرکنے لگا تا آنکہ حوض میں گر پڑا۔ اور اس طرح اس نے اپنی قسم کو پورا کر لیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ بھی پہنچ گئے۔ اور انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ، اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں نکلا۔ مسلمانوں کی طرف سے عوفؓ بن حرث، معوذؓ بن حرث اور عبد اللہؓ بن رواحہ نکلے۔ یہ تینوں انصار سے تھے جب قریب پہنچے تو عتبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ۔ انہوں نے جواب دیا ہم انصار ہیں عتبہ نے کہا ہمیں تم سے کوئی نزاع نہیں۔ اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد انہوں نے چلا کر کہا " اے محمد! ہمارے مقابلے میں ہمارے ہی بھائی بندوں کو بھیجئے " اس کے بعد حضور اکرم نے عبیدہؓ بن حارث، حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کو روانہ کیا۔ جب قریب پہنچے تو عتبہ نے کہا " اپنا تعارف کراؤ " جب نام سنے تو کہنے لگا " ٹھیک ہے تم ہمارے معزز بھائی بند ہو" شیبہ اور ولید تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارے گئے۔ لیکن عتبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ اور عتبہ مارا گیا۔ اس پر وہ حضرات حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر پیچھے لے آئے۔ اب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب تر آ گئے۔ حضور اکرم نے صحابہؓ کو کہا کہ تم حملہ آور نہ ہونا۔ اور اگر کفار حملہ آور ہوں۔ تو تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں روکنا۔

Marfat.com

عام لڑائی

اس کے بعد حضور اکرمؐ سائبان میں مشغول عبادت و دُعا ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ سائبان کے دروازے پر حضورؐ کی حفاظت کے لیئے مامور ہوئے۔ مسلمانوں سے ابھی تک کوئی شخص شہید نہیں ہوا تھا۔ اتنے میں عامر بن الحضرمی نے تیر مارا جو حضرت عمرؓ کے غلام حضرت مہجع کو لگا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حارثہ بن سراقہ کے تیر سے ایک اور صحابی جو حوض سے پانی پی رہے تھے۔ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ آپ سائبان سے باہر تشریف لے آئے اور صحابہ کرامؓ کو مقابلے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ "جو شخص آج اللہ کی راہ میں صبر و استقامت سے دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہے گا اور پیٹھ نہ پھیرے گا۔ اگر مارا گیا۔ تو سیدھا جنت میں جائے گا۔" حضرت عمیرؓ بن حمام نے جو اس وقت ہاتھ میں کھجوریں لئے کھا رہے تھے۔ سُنا تو کھجوریں پھینک دیں، تلوار لیکر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ اور شہادت پائی۔ اسی موقعہ پر حضرت عوفؓ بن حرث نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا "یا رسول اللہ! خدا کو بندے کا کونسا عمل زیادہ پسند ہے" حضور اکرمؐ نے فرمایا "جانبازی کا ایسا مظاہرہ کہ تم بغیر زرہ کے دشمن کی صفوں میں گھس جاؤ" حضرت عوفؓ نے سُنا تو زرہ اُتار پھینکی، دشمنوں میں گھس گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ چنانچہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

فلسفۂ شہادت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے اس فدا کار صحابی کو ایسے خطرناک اقدام پر کیوں اُکسایا۔ کیونکہ یہ صریح خودکشی تھی۔ جواباً عرض ہے کہ جنگیں منطق اور فلسفہ کے زور سے نہیں جیتی جاسکتیں۔ لڑنے والے بوعلی سینا ہوتے ہیں نہ البیرونی، بلکہ منطقی زاویہ نگاہ سے تو جنگ ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے قاعدے اور اصول ہیں جن کی پابندی سے قومیں سُرخرو ہوتی ہیں۔ مثلاً جاں بازی، اور فداکاری جنگ کا اصل الاصول ہے۔ جہاں تلواریں چل رہی ہوں، اور سر کٹ کٹ کر گر رہے ہوں۔ وہاں ایسی قربانیاں ہی جنگ کا پانسہ پلٹ دیتی ہیں۔ حضرت عوفؓ نے جان پر کھیل کر

Marfat.com

مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو فتح مبین کا راستہ دکھا گیا۔ خود مر گئے لیکن آنے والوں کو عزت کی زندگی گزارنے کا گُر بتا گئے۔

جنگ عظیم دوم میں جن دو جاپانی ہوابازوں نے پرنس آف ویلز اور ری پلس کو غرق کر کے دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ انہوں نے بھی خودکشی ہی کی تھی۔ اصولاً عملی اور نظریاتی جنگ میں بعد المشرقین ہے۔ اور ایک صاحبِ بصیرت سپہ سالار ہی حالات کے تقاضوں کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔

ابُوجہل پر حملہ جس طرح ابوجہل حضور اکرم کا جانی دشمن تھا۔ اسی طرح مسلمان بھی ابوجہل کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک ابوجہل زندہ ہے۔ اسلام کے خلاف قریش کا عناد بڑھتا چلا جائے گا۔ دو نوجوان بھائی جن میں ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا معوذ تھا۔ پکا ارادہ کر کے آئے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکا ابوجہل کا قصہ تمام کر کے دم لیں گے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف راوی ہیں " کہ میں صف میں کھڑا تھا اور میرے دائیں بائیں دو نوجوان تھے۔ مجھے کہنے لگے " چچا جان ! ان کفار میں ابوجہل کون ہے" میں نے کہا " کیوں بیٹا ! کیا بات ہے " کہنے لگے " ہم نے قسم کھائی ہے کہ اگر ہم نے ابوجہل کو دیکھ پایا تو اُسے قتل کر دیں گے۔ یا خود قتل ہو جائیں گے" ابوجہل مجھ سے ذرا دُور کھڑا تھا۔ میں نے اُس کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ دونوں باز کی طرح جھپٹے۔ اور آناً فاناً ابوجہل زمین پہ ڈھیر ہو گیا عکرمہ نے باپ کا حال دیکھا ، تو پیچھے سے معاذؓ پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے ان کا بازو کٹ گیا انہوں نے تعاقب کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔

ابُوجہل کی گھبراہٹ حضرت عبداللہؓ بن ثعلبہ راوی ہیں کہ " لڑائی چھڑنے سے پہلے جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب آ گئے تو" ابوجہل کہنے لگا " اے خدا ! بھائی بھائی سے کٹ گیا ہے اور بیٹا باپ سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اور اب ہم اس نازک مقام پر آ کھڑے ہوئے ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انجام کیا ہو گا " ابوجہل کی

یہ پریشانی اس امر کی غماز ہے کہ موت پہلے ہی سے اس کے سر پر منڈلا رہی تھی اور جوں جوں فرشتۂ اجل کے پاؤں کی آہٹ قریب آتی گئی۔ اس کے حواس مختل ہوتے گئے۔

ابوالبختری

حضور اکرمؐ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی صحابہؓ سے کہہ دیا تھا کہ کفارِ مکہ کے لشکر میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بجبر لائے گئے ہیں چنانچہ آپؐ نے جو نام گنائے۔ ان میں سے مولانا شبلیؒ نے صرف ابوالبختری کا نام لیا ہے۔ یہ شخص بڑا سلیم الفطرت اور خیر اندیش تھا۔ قبل از بعثت حضورؐ سے راہ و رسم تھی۔ بعد از بعثت بھی بہ قدرِ استطاعت ہمدرد اور خیر خواہ رہا اور کبھی کوئی ایسی بات نہ کہی جو آپؐ کی دل شکنی کا باعث ہوتی۔

ابوحذیفہؓ

ابن ہشام راوی ہے کہ آپؐ نے عباسؓ بن عبدالمطلب کا نام بھی لیا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ بنو ہاشم کے کسی فرد کو قتل نہ کرنا۔ اس پر حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ عجیب بات ہے کہ آپ ہمارے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور خاندان کے دوسرے افراد کو تو بلا تحاشا قتل کئے جا رہے ہیں اور بنو ہاشم کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان سے تعرض نہ کرنا، خدا کی قسم اگر عباس میرے مقابلے میں آگیا۔ تو میں اس کے ٹکڑے اڑا دوں گا۔" حضورؐ نے سُنا تو چہرہ مکدر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا" اے ابا حفص! کیا یہ بات اس شخص کو زیب دیتی ہے کہ خدا کے رسول کے چچا پر تلوار اٹھائے" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا کہ حضورؐ نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا انہوں نے عرض کی" یا رسول اللہ! اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اس منافق کو ابھی ٹھکانے لگا دیتا ہوں" ابوحذیفہؓ اس گستاخی سے عمر بھر شرمندہ رہے۔ چونکہ ان کا والد عتبہ، جو قریش کا رئیس اعظم اور لشکرِ قریش کا سپہ سالار تھا۔ ان کے سامنے قتل ہوا تھا۔ اور انہوں نے اُف تک نہ کی تھی۔ جب انہوں نے حضور اکرمؐ کی زبان سے بنو ہاشم اور بالخصوص جناب عباسؓ کے بارے میں مذکورہ بالا ہدایت سُنی تو اس تضاد کو، موت کی اس گرم بازاری میں سمجھ نہ سکے اور بہ تقاضائے بشریت یہ الفاظ

ان کی زبان سے نکل گئے۔ چونکہ وہ مخلص مسلمان تھے۔ حضورؐ نے درگزر سے کام لیا۔ بعد میں ان کے اوسان بحال ہوئے تو کہا کرتے "کہ میں اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہادت پا کر اس افسوسناک غلطی کا ازالہ کروں گا۔" چنانچہ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

یہاں اس خدشے کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور اکرمؐ کو کیسے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم یا عباسؓ بن عبدالمطلب اس جنگ میں شرکت پر رضامند نہ تھے۔

بنو ہاشم کا رجحان

جواباً عرض ہے کہ حضور اکرمؐ بنو ہاشم سے تھے۔ اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے مزاج اور میلان طبع میں جو تبدیلی آ رہی تھی۔ اس کا مدوجزر آپ کی نگاہوں سے مخفی نہیں تھا۔ بعثت سے لے کر ہجرت تک کے اس طوفانی دور میں ابولہب کے بغیر باقی تمام بنو ہاشم کے ذہنی ہیجان میں اعتدال آ گیا تھا اور ان میں سے ذی بصیرت افراد کو مستقبل قریب میں وقوع پذیر واقعات کے خدوخال صاف نظر آ رہے تھے۔ ہجرت سے پہلے اگر کوئی اختلاف تھا بھی تو آپ کے ترکِ وطن نے اس رنجش کا خاتمہ کر دیا تھا۔ مزید براں شعب ابوطالب کے معاشرتی مقاطعے نے اس تعلق میں استواری پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بیعت عقبہ میں جہاں حضور اکرمؐ اور انصار میں وعدے مواعید ہو رہے تھے۔ حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ اگر آپ کو اعتماد نہ ہوتا تو انہیں ساتھ کیوں لاتے [1]

حضور اکرمؐ نے ہجرت فرمائی۔ تو کسی کو کانوں خبر نہ ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ نے بنو ہاشم

---

[1] علاوہ ازیں حضرت ابو رافع مولیٰ حضرت عباسؓ راوی ہیں کہ حضرت عباس اس تصادم سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے لیکن چونکہ مکے میں ان کا وسیع کاروبار تھا۔ اسے سمیٹنے اور وصولی کے لئے وقت چاہیئے تھا اس لئے وہ اپنے عندیے کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ نیز ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی موجودگی مسلمانوں کے لئے از بس مفید تھی کیونکہ وہ مسلمانوں کو کفار کے ارادوں سے بروقت مطلع کر دیتے تھے۔

Marfat.com

میں سے بھی کسی کو رازدار نہ بنایا ہو گا۔ جب بنو ہاشم نے سہ سالہ مقاطعے میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دکھ سکھ میں برابر کے شریک رہے۔ یہ کتنا غیر فطری ہے کہ آپؐ نے اپنا ارادہ بنو ہاشم پر بھی ظاہر نہ ہونے دیا ہو، وہ بنو ہاشم جنہوں نے کسی منزل پر بھی آپؐ کو اکیلا نہ چھوڑا تھا

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد بنو ہاشم بے سہارا رہ گئے تھے۔ اور ان کی نئی نسل میں بھی کوئی ایسا آدمی موجود نہیں تھا۔ جو قیادت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا۔ ضرور ہے۔ کہ بنو ہاشم اور حضور اکرمؐ میں آنے جانے والوں کے ذریعے پیغامات کا تبادلہ ہوتا ہو گا۔ اور وہ ایک دوسرے کی سرگرمیوں سے قطعاً نابلد نہیں ہوں گے۔ ہر چند ہمیں ابو لہب کے شر سے کوئی حسنِ ظن نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس بے مروّت نے بھی اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ کی اکلوتی یادگار کے خلاف تلوار اٹھانا خلافِ حمیت سمجھا ہو۔ اور لڑائی میں بذات خود شامل ہونے سے گریز کیا ہو۔

جب قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو ان کی ہمت جواب دے گئی۔ اور ہتھیار ڈالے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔ حضور اکرمؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قیدیوں کو باندھ لیا جائے۔ اس لڑائی میں قریشِ مکہ کی طرف سے ستر آدمی قتل ہوئے تھے۔ اور اتنی ہی تعداد گرفتار کر لی گئی تھی۔ قتل ہونے والوں میں شیبہ، عتبہ، ابو جہل، ابو البختری، زمعہ بن اسود اور امیہ بن خلف شامل تھے۔ جو لوگ گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں حضرت عباسؓ، عقیل حضرت علیؓ کے بھائی اور ابو العاص حضور اکرمؐ کے داماد بھی تھے۔

عربی حمیت

ہر چند ابو البختری کو حضورؐ نے امان دی تھی۔ لیکن جب اس کا سامنا حضرت مجذرؓ بن زیاد البلوی سے ہوا تو انہوں نے اس سے کہا کہ حضورؐ نے ہمیں تمہارے قتل سے منع کیا ہے۔ اس لئے تم جا سکتے ہو۔ ابو البختری کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا جس کا نام جنادہ بن ملیحہ تھا جو بنی لیث سے تھا۔ ابو البختری نے کہا میرے ساتھی سے کیا سلوک کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا۔ چونکہ حضورؐ نے اس کا نام نہیں لیا۔ اس

لئے اسے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس پر ابوالبختری نے کہا " پھر ہم دونوں اکٹھے مریں گے"۔ یہ میں کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ مکے کی عورتیں طعنہ دیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے دوست کو چھوڑ دیا " دونوں نے تلواریں سونت لیں۔ چنانچہ ابوالبختری مارا گیا۔ بعد میں جب حضرت مجذرؓ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو سارا واقعہ آپؐ کو کہہ سنایا۔ یہ جاہلی حمیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔

اُمیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ یہ شخص زمانہ جاہلیت سے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کا دوست چلا آرہا تھا۔ بدر کے دن اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑے ایک طرف کو کھڑا تھا۔ کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کا وہاں سے گزر ہوا۔ ان کے دونو ہاتھوں میں زرہیں تھیں کہنے لگا " اے عبدالالٰہ (وہ انہیں اس نام سے پکارتا تھا) یہ زرہیں پھینک دو کہ میں تمہارے لئے ان سے زیادہ مفید ثابت ہوں گا " انہوں نے زرہیں پھینک دیں اور اپنے دونوں ہاتھ باپ بیٹے کے ہاتھوں میں دے دیئے۔ چند قدم ہی گئے ہوں گے کہ امیہ نے ان سے پوچھا۔ کہ وہ شخص جس نے سینے پر شترمرغ کے پَر لگا رکھے ہیں۔ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا، حمزہؓ بن عبدالمطلب کہنے لگا۔ آج ہمارا بیڑا اسی نے غرق کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمانؓ باپ بیٹے کو لئے آرہے تھے۔ کہ حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا۔ یہی وہ آدمی تھا جس کے ہاتھوں مکے میں حضرت بلالؓ نے بے پناہ دُکھ اٹھائے تھے۔ جونہی انہوں نے اُسے دیکھا۔ باآواز بلند پکار اٹھے " لوگو! یہ ہے کافروں کا سردار امیہ بن خلف، بچ کے نہ جانے پائے " میں نے بہتیرا کہا کہ دونوں جنگی قیدی ہیں میں نے انہیں پناہ دی ہے لیکن کون سنتا تھا۔ انصار نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں اپنی بساط کے مطابق اُن کا بچاؤ کئے جا رہا تھا۔ لیکن اتنے آدمیوں کے مقابلے میں، میں کیا کر سکتا تھا۔ آخر ایک شخص نے پیچھے سے اس پر تلوار کا وار کیا۔ دوسرے نے اس کے بیٹے پر حملہ کیا، چنانچہ وہ گر پڑا۔ اس پر اُمیہ نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ میں کانپ گیا۔ میں نے اُمیہ سے کہا، افسوس ہے کہ میں تجھے اب نہیں بچا سکتا۔ تو ہی اپنی سی کوشش کر دیکھ لیکن یہ معاملہ

Marfat.com

اب اس کے بس کا نہ تھا۔ دیکھتے دیکھتے دونوں گوشت کا ایک ڈھیر بن گئے۔ مجھے دونوں طرف سے مایوسی ہوئی تھی۔ اللہ بلالؓ پر رحم کرے، زرہیں میں نے پھینک دی تھیں اور قیدی جنہیں میں بچانا چاہتا تھا قتل کر دیئے گئے تھے۔

ابُوجہل زخمیوں میں

جب جنگی قیدیوں کو قابو کر لیا گیا اور حضور اکرمؐ سائبان میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کو ابوجہل کا خیال آیا فرمایا مقتولین میں جا کر ابوجہل کو تلاش کرو۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اس کام پر مامور ہوئے، دیکھا کہ سخت زخمی ہے اور آخری دموں پر ہے انہوں نے کہا "اے دشمنِ خدا! دیکھا تم نے اپنی رسوائی کا تماشہ" کہنے لگا "کون سی رسوائی؟" یہ ان کی کم فہمی ہے کہ قوم نے خود سردارِ قوم کو مار ڈالا، اچھا یہ بتاؤ کہ آج فتح کسے نصیب ہوئی؟" انہوں نے کہا "اللہ اور اس کے رسولؐ کو" اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سر کاٹنے کے لئے اس کے سینے پر پاؤں رکھا تو ابوجہل نے ایک جھرجھری لی، کہنے لگا "او بکریاں چرانے والے! تجھے حیا نہیں آتی، تو کہاں پاؤں رکھ رہا ہے" انہوں نے سر کاٹ لیا۔ اور لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ۔

اللہ اللہ یہ وہ سرِ پُرغرور ہے جس نے زندگی بھر ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دی۔ بدن زخموں سے چور ہے، لیکن قیادت کا بھوت سر سے نہیں اترا۔ خون میں لت پت فرشِ خاک پر پڑا ہے لیکن عزتِ نفس پہ آنچ آنا گوارا نہیں۔ گویا یہ وہ رسی ہے جو جل گئی ہے لیکن بل نہیں گیا۔ قریش کا وہ سرپھرا سردار ہے جو مٹ گیا ہے لیکن ہار نہیں مانی۔

عُتبہ بن ربیعہ

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے حکم دیا کہ کفار کی لاشیں کنوئیں میں پھینک دی جائیں جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش پھینکی جا رہی تھی۔ حضرت ابوحذیفہؓ پاس کھڑے تھے۔ حضورؐ نے ان کے چہرے پر ملال کے اثرات ملاحظہ فرمائے، تو کہا "ابوحذیفہؓ! میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہیں والد کے قتل سے ضرور رنج ہوا

Marfat.com

ہوگا" عرض کی " یا رسول اللہ! مجھے والد کے قتل کا تو کوئی افسوس نہیں، بلکہ دُکھ اس بات کا ہے کہ میرا باپ بڑا صاحب الرائے، حلیم الطبع اور سنجیدہ مزاج تھا اور مجھے اس کے اوصاف سے توقع تھی کہ ایک نہ ایک دن ضرور مسلمان ہو جائے گا' اس وقت میں اس لئے کبیدۂ خاطر ہوں کہ میری حسرت پوری نہ ہوئی " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے خیالات کی تحسین کی اور دُعائے خیر فرمائی۔

جب کفار کی لاشیں ٹھکانے لگائی جا چکیں تو آپؐ نے کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا " اے کنوئیں والو! تم اپنے نبی کے بدترین قرابت دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے بے وطن کیا۔ اور غیروں نے پناہ دی، تم نے مجھ سے جنگ کی، اور اغیار نے میری امداد کی، خُدا نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ تو اُس نے پورا کر دکھایا جو تم سے وعدہ ہوا تھا وہ بھی پورا ہوا ہے، یا نہیں "۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کی " یا رسول اللہ! آپ مُردوں سے مخاطب ہیں " حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی حقیقت انہیں معلوم ہو چکی ہے۔

حضرت رُقیہؓ کی وفات

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے فتح کی بشارت دینے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو بمقام قبا اور زیدؓ بن حارثہ کو مدینے روانہ فرمایا۔ حضرت اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہ ہمیں یہ اطلاع اس وقت ملی جب ہم حضرت رقیہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ بن عفان کو قبر میں اتار رہے تھے۔ حضورؐ کی روانگی بدر کے وقت وہ بیمار تھیں اور آپؐ مجھے حضرت عثمانؓ سمیت ان کی خبر گیری اور علاج معالجے کے لئے چھوڑ گئے تھے۔

جب حضور اکرمؐ جنگی قیدیوں کو ساتھ لئے روحاء کے مقام پر پہنچے۔ تو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مبارکباد عرض کرنے کے لئے وہاں موجود تھی۔ اس پر سلمہؓ بن سلام کہنے لگے " کس بات کی مبارکباد دے رہے ہو، بخدا ہمارے مقابلے میں گنجی عورتیں تھیں۔ قربانی کے جانوروں کی

Marfat.com

طرح رسیوں میں جکڑی ہوئی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا " نہیں میرے بھتیجے - یہ اشراف اور رؤسا کا گروہ تھا"

تقسیم غنیمت جب حضور اکرمؐ وارد مدینہ ہوئے تو حکم دیا کہ جس شخص کے پاس بھی مالِ غنیمت کی کوئی چیز ہے وہ واپس لے آئے۔ اس کے بعد تمام مالِ غنیمت کا جائزہ لے کر بہ حصہ برابر تقسیم کر دیا۔ اس میں وہ لوگ بھی برابر کے حصہ دار قرار پائے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کی بنا پر مدینے چھوڑ گئے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد آٹھ تھی۔ آپؐ کا حصہ بھی مجاہدین کے برابر تھا۔ بروایت ابن سعد[1] حضورؐ نے ابوجہل کا اونٹ اپنے لئے پسند فرمایا۔ نیز منبہ بن حجاج کی تلوار ذوالفقار بھی لے لی۔

تعمیل حکم جنگی قیدیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ ایک جگہ نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے انہیں صحابہؓ میں تقسیم کر دیا اور تاکید فرما دی کہ انہیں کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم کا بیان ہے۔ کہ میں بہ حیثیت قیدی کے بنو ایک انصاری کا مہمان تھا جب صبح و شام کھانا پکتا، تو وہ لوگ رسولِ اکرمؐ کے حکم کی تعمیل میں کھانا مجھے دے دیتے۔ اور خود کھجوریں کھا کر گزارا کر لیتے میں ان کی اس مروّت سے بڑا محجوب ہوتا۔ اور کھانا لوٹا دیتا۔ مگر ان میں سے کوئی اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔

حضرت سودہؓ اور سہیل حضرت سودہؓ بنت زمعہ (امّ المؤمنین) سے روایت ہے کہ میں آلِ عفراؓ کے گھر تعزیت کو گئی ہوئی تھی کہ مدینہ میں جنگی قیدیوں کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ میں وہاں سے اٹھ کر گھر آ گئی۔ رسول اکرمؐ مکان پر تھے پاس ہی ابو یزید سہیل بن عمرو صحن میں ایک طرف بیٹھا تھا۔ وہ بھی جنگی قیدی تھا۔ اور اس کے ہاتھ گردن کے پیچھے مضبوط رسّی سے بندھے ہوئے تھے، دیکھا تو اس رقت انگیز منظر کو برداشت

---

[1] ابن سعد، جلد دوم، ص ۳۶۰

ذکر تھی کیونکہ ابویزید میرا عزیز تھا - میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "اے ابویزید! تم نے اپنے ہاتھ ان کے حوالے کر دیئے کیا تمہیں عزت کی موت پسند نہ آئی" حضور نے سنا تو فرمایا "اے سودہؓ! کیا تو اُسے خدا اور رسولؐ کے خلاف بھڑکا رہی ہے" میں چونک اٹھی اور فروگذاشت پر سخت نادم ہوئی - عرض کیا "یا رسول اللہؐ! بخدا جب میں نے ابویزید کو اس بے بسی میں دیکھا تو یارائے ضبط نہ رہا - اور اس اضطراری کیفیت میں یہ بات زبان سے نکل گئی۔

فِدیہ

جب حضور اکرمؐ جنگی قیدیوں کے بارے میں ابتدائی انتظامات سے فراغت پا چکے تو آپؐ نے ان کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے "مجلسِ شوریٰ" طلب کی - حضرت ابوبکرؓ نے کہا - چونکہ یہ لوگ ہمارے بھائی بند ہیں - بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے - حضرت عمرؓ فاروق نے اس تجویز سے اختلاف کیا - کیونکہ انہیں علم تھا کہ اگر زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل کلاں یہ لوگ پھر مسلمانوں کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں اُتر پڑیں گے - اس لئے انہوں نے گذارش کی "یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو موت کی گھاٹ اتار دیا جائے تا کہ کفر کی قوتِ مزاحمت جواب دے جائے" حضورؐ اکرم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا - اور زرِ فدیہ کی اوسط شرح چار ہزار درہم مقرر ہوئی - جو لوگ خوش حال طبقے سے تعلق رکھتے تھے - اُن سے کچھ زیادہ رقم وصول کی گئی - انہیں لوگوں میں عباسؓ بن عبدالمطلب بھی تھے - انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت بھی کی لیکن ردوبدل کی گنجائش نہ نکل سکی - قیدیوں کی مالی حالت کا خاص خیال رکھا گیا - چنانچہ بعض ایسے بھی تھے جنہیں کافی رعایت مل گئی۔

حضرت خدیجہؓ کا ہار

حضور اکرمؐ کی صاحبزادی جناب زینبؓ کے شوہر ابوالعاصؓ بھی قیدیوں میں شامل تھے جب انہیں مکے میں زرِ فدیہ کا علم ہوا تو میاں کی رہائی کے لئے جو رقم ارسال کی - اس میں ایک ہار بھی تھا - جو حضرت خدیجہؓ نے صاحبزادی کو شادی کے موقعہ پر دیا تھا - آپؐ کو وفا شعار بیوی کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ یاد آگیا

Marfat.com

اور ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ صحابہؓ سے جو دربارِ رسالتؐ میں حاضر تھے حضورؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا "مسلمانو! میری بیٹی زینبؓ نے اپنے خاوند کی رہائی کے لئے جو زرِ فدیہ بھیجا ہے اس میں یہ ہار بھی ہے جو اُسے شادی کے موقعہ پر ماں نے دیا تھا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو ماں کی نشانی بیٹی کو واپس کر دوں" صحابہ کرامؓ نے رضامندی کا اظہار کیا۔ تو آپؐ نے ابوالعاصؓ کو رہا کر دیا اور اُن سے عہد لیا کہ جناب زینبؓ کو مدینے روانہ کر دیں گے۔

جب ابوالعاصؓ مدینے سے روانہ ہوئے تو حضور اکرمؐ نے زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو مامور فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ مکے جائیں۔ اور حضرت زینبؓ کو لے آئیں۔ جب وہ مکے کے قریب پہنچے تو ابوالعاصؓ نے ان سے کہا کہ تم یہاں انتظار کرو، میں وہاں جا کر زینبؓ کو بھیجتا ہوں، وہاں تمہارا جانا مناسب نہیں۔

ابوالعاصؓ وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم مدینے کے لئے تیار ہو جاؤ کہ حضورؐ نے جو آدمی بھیجے ہیں فلاں جگہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ہند بنت عتبہ ان سے ملنے آ گئی۔ اس نے کہا "میں نے سُنا ہے تم مدینے جانے والی ہو۔ اگر تمہیں کسی چیز یا زادِ راہ کی ضرورت ہو تو بلا تکلف مانگ لو، مردوں کی باتوں سے ہمیں کیا واسطہ" ہر چند حضرت زینبؓ کو ہند کے خلوص پر اعتمادِ کامل تھا۔ لیکن پھر بھی اپنا ارادہ اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

جناب حضرت زینبؓ کی روانگی

جب حضرت زینبؓ نے روانگی کی تیاری مکمل کر لی تو کنانہ بن ربیع جو ان کا دیور تھا۔ اونٹنی لے کر آیا اور انہیں روزِ روشن میں ہودج میں بٹھا کر مدینے کو چل دیا۔ قریش نے سُنا تو وہ اُن کے تعاقب میں اُٹھ دوڑے، ہبار بن اسود بن مطلب نے سب سے پہلے انہیں جا لیا اور حضرت زینبؓ کو اونٹ سے گرا دیا۔ اس پر دونوں میں باہم تکرار ہوئی۔ تو کنانہ بن ربیع نے اپنا ترکش نکالا اور کہا کہ جو شخص بھی میرے قریب آئے گا۔ اسے اس تیر کا نشانہ بننا ہوگا۔

Marfat.com

اتنے میں ابوسفیان بھی وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے کہا "اے کنانہ! تو اپنا تیر کمان نیچے رکھ دے تاکہ ہم اس جھگڑے کو نمٹانے کی کوشش کریں"

اس کے بعد ابوسفیان اس کے قریب جا کھڑا ہوا، اور کہنے لگا "اے کنانہ! تم نے یہ ٹھیک نہیں کیا کہ تم اس خاتون کو دن کی روشنی میں تمام لوگوں کے سامنے لے کر مدینے کو روانہ ہو پڑے ہو۔ جو معیبت ہمیں محمدؐ اور اس کے رفقاء کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی ہے وہ تم سے بھی مخفی نہیں۔ بخدا ہمیں اس خاتون کو روکنے اور پریشان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی توہین اور رُسوائی کے پیشِ نظر جو ہمیں جنگ بدر میں اٹھانا پڑی۔ اگر یہ خاتون سرِعام یوں نکل کر چلی جائے تو اس سے قریش کی اور رُسوائی ہوگی اور یہ سمجھ لیا جائے گا کہ ہم بالکل ہی ختم ہوگئے ہیں۔ اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ سرِدست تم اس خاتون کو واپس لے چلو اہلِ مکّہ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم نے تمہیں جانے نہیں دیا۔ دو چار دن میں یہ کھسر پھسر ختم ہو جائے گی۔ پھر تم موقعہ پا کر ایک دن چپکے سے نکل جانا۔ تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور ہماری بات رہ جائے گی" چونکہ کنانہ بن ربیع معاملے کو اُلجھانا نہیں چاہتا تھا اس لئے ابوسفیان کی بات مان لی اور جب دو چار دن کے بعد موضوع گفتگو بدل گیا تو وہ ایک رات کو چپکے سے حضرت زینبؓ کو ساتھ لے کر چل دیا۔ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سپرد کر کے خود واپس لوٹ آیا۔

ابوالعاصؓ

حضرت زینبؓ بخیر و عافیت مدینے پہنچ گئیں اور ابوالعاصؓ چونکہ ایمان نہیں لائے تھے۔ مکّے ہی میں رہ گئے۔ تا آنکہ فتح مکہ کا سال آ گیا۔ ابوالعاصؓ مکے سے تجارت کا ایک بہت بڑا قافلہ لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ کاروانِ تجارت بعد از فراغت شام سے واپس لوٹا تو راستے میں مسلمانوں کے ایک فوجی دستے سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ جنہوں نے سارا مال ان سے چھین کر باہم بانٹ لیا۔ اور ابوالعاصؓ بھاگ کر رات کے اندھیرے میں مدینے پہنچ گئے۔ اور حضرت زینبؓ سے طالبِ پناہ ہوئے جو انہوں نے ازراہِ مروّت قبول کر لی۔ دوسری

صبح کو جب حضور اکرمؐ نماز پڑھنے کو مسجد میں گئے۔ تو حضرت زینبؓ نے چھت پر کھڑے ہو کر باآواز بلند پکار کر کہا "سب اہل مدینہ سن لیں کہ میں نے ابو العاصؓ بن ربیع کو پناہ دی ہے" حضور اکرمؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے نمازیوں سے پوچھا کہ "جو کچھ میں نے سنا ہے کیا تم نے بھی سُنا" عرض کی "یارسول اللہ! بلا شبہ ہم نے بھی یہ آواز سُنی ہے" آپؐ نے فرمایا "مجھے اس کا قطعی علم نہیں کہ یہ کیونکہ ہوا" اس کے بعد آپ حضرت زینبؓ کے گھر گئے تو تمام واقعہ کا علم ہوا۔ بعدہٗ مسجد میں تشریف لائے اور اس فوجی دستے کو طلب فرمایا۔ جنہوں نے ابو العاصؓ کے کاروان تجارت کا مال چھین لیا تھا۔ حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ابو العاصؓ میرے خاندان کا فرد ہے اور جو مال آپ نے چھین لیا ہے وہ مالِ غنیمت کی ذیل میں آتا ہے اور آپ کے لئے حلال ہے لیکن اگر آپ یہ مال واپس کر دیں تو مجھے اس سے بڑی مسرت ہوگی" سب فدا کاروں نے بیک زبان مال کی واپسی پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں اتنا اہتمام برتا گیا کہ سوئی دھاگہ جیسی معمولی چیز بھی کسی شخص نے اپنے پاس نہ رہنے دی۔ ابو العاصؓ خوشی خوشی اپنا مال و متاع سمیٹ کر مکے روانہ ہو گئے۔ اور ایک ایک کر کے سب حصہ داروں کو ان کا ساز و سامان واپس کر دیا۔ لوگوں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی امانت اور دیانت کی تعریف کی۔ پھر اسلام لے آئے۔ اور ہجرت کر کے مدینے آ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب شام سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں کسی شخص نے تجویز کیا کہ آپ کے پاس یہ سارا ساز و سامان کفارِ مکہ کا ہے۔ مسلمان ہو جائیے اور اس پر قبضہ کر لیجئے۔ کہنے لگے "مجھ سے زیادہ بُرا کون ہوگا۔ کہ میں اپنے اسلام کی ابتدا خیانت سے کروں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس ذلت سے بچائے"۔

حضرت ابو العاصؓ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں حضور اکرمؐ نے بغیر زرِ فدیہ ادا کئے چھوڑ دیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام مطلب بن حنطب مخزومی تھا۔ یہ شخص بنی حرث بن خزرج

کے ایک شخص کے حصّے میں آیا تھا۔ جب اہلِ قبیلہ نے اس کا زرِ فدیہ ادا نہ کیا تو اُسے رہا کر دیا گیا۔ قبیلہ مخزوم کا ایک اور شخص بھی تھا جس کا نام صیفی بن ابو رفاعہ تھا۔ جب اس کا زرِ فدیہ بھی کسی نے نہ بھیجا تو اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ مکے پہنچ کر وہ زرِ فدیہ بھیج دے گا۔ لیکن اس وعدے کے وفا ہونے کی نوبت نہ آئی۔ ایک تیسرا شخص بھی تھا جس کا نام ابوعزہ عمرو بن عبداللہ تھا۔ یہ شخص عیالدار تھا اور کم مایہ۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! آپ کو علم ہے کہ میں مُفلس ہوں۔ اور زرِ فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ کیا آپؐ مجھے فی سبیل اللہ آزاد فرما سکتے ہیں حضورؐ نے اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ کسی سے اس کا ذکر نہیں کرے گا۔ بعد میں یہ شخص مسلمان ہو گیا

آہ وزاری کی ممانعت

جب قریش بعد از شکست واپس لوٹے تو رُسوائی اور شرمندگی کے ہاتھوں بدحال تھے، تمام وہ جلیل القدر سردار جن کی ہیبت سے پہاڑ کانپتے تھے" بدر کے ویران کنوؤں میں دفن تھے۔ جن کا کوئی مرثیہ خواں نہ تھا، جو بچ گئے وہ مسلمانوں کی قید میں تھے۔ گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ لیکن حمیّت اور عزتِ نفس کا اتنا پاس تھا کہ رونے پیٹنے اور آہ وزاری کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ ان سوگواروں میں ایک شخص کا نام الاسود بن مطلب تھا۔ جس کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل، اور ایک پوتا حارث بن زمعہ بدر میں مارے گئے تھے۔ وہ اس مصیبت پر جی بھر کر رونا چاہتا تھا۔ لیکن بوجہ مجبوری دم نہیں مار سکتا تھا۔

ایک عرب کا رنج

ایک رات اسے کہیں سے رونے کی آواز آئی۔ غلام سے کہنے لگا باہر جا کر دریافت کرو، کیا رونے کی اجازت مل گئی ہے تاکہ میں بھی اپنے مقتولوں کا ماتم کروں، بخدا میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔ غلام نے واپس آکر بتایا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ یہ رونے کی آواز تو اُس کی ہے۔ اس پر اس دل جلے نے ذیل کے اشعار کہے ؎

أتَبْكِي أنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ ⁂ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ

Marfat.com

فَلَا تَبْکِیْ عَلٰی بَکْرٍ وَّلٰکِنْ ۞ عَلٰی بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدِ

عَلٰی بَدْرٍ، سَرَاۃِ بَنِیْ هُصَیْصٍ ۞ وَمَخْزُوْمٍ وَرَهْطِ اَبِی الْوَلِیْدِ

وَبَکِّیْ اِنْ بَکَیْتِ عَلٰی عَقِیْلٍ ۞ وَبَکِّیْ حَارِثًا، اَسَدَ الْاُسُوْدِ

وَبَکِّیْهِمْ وَلَا تُسَمِّیْ جَمِیْعًا ۞ وَمَا لِاَبِیْ حُکَیْمَةَ مِنْ نَّدِیْدِ

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ ۞ وَلَوْلَا یَوْمُ بَدْرٍ، لَمْ یَسُوْدِ

ترجمہ:۔ ۱:۔ کیا وہ اس لئے رو رہی ہے کہ اُس کا اُونٹ گم ہو گیا ہے۔ اور اُسے بوجہ غم نیند نہیں آرہی۔

۲:۔ وہ اُونٹ کے لئے نہ روئے، بلکہ بدر (کے مقتولوں) پر روئے۔ جہاں کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔

۳:۔ وہ بنی ہصیص، مخزوم اور ابوالولید کے قبیلے پر روئے۔

۴:۔ اگر تجھے رونا ہی ہے۔ تو میرے بیٹے عقیل پر رو، اور حارث پر جو شیروں کا شیر تھا۔

۵:۔ تو اُن سب پر رو، کہ سب کے نام لینا بھی مشکل ہے۔ اور ابی حکیمہ کا تو کوئی مثیل تھا ہی نہیں۔

۶:۔ حیف ہے! اُن کے بعد کئی لوگ سردار بن گئے ہیں۔ اور اگر بدر کا دن نہ ہوتا تو یہ لوگ سردار نہ بن سکتے۔

سازش عمیر بن وہب سردارانِ قریش سے مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ جس کے ہاتھوں حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ نے بے پناہ دُکھ اٹھائے تھے۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر مسلمانوں کی قید میں تھا وہ ایک دن حرم میں صفوان بن اُمیّہ کے ساتھ، حادثہ بدر کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ صفوان کہنے لگا "ان لوگوں کے مرنے کے بعد جینے میں کوئی مزا نہیں رہا" عمیر کہنے لگا "بخدا اگر میں مقروض نہ ہوتا اور اس بات کا ڈر بھی نہ ہوتا کہ میرے

Marfat.com

بعد میرے بچے بھوکوں مر جائیں گے" تو میں سیدھا مدینے جاتا اور محمدؐ کو سرِعام قتل کر دیتا (نعوذ باللہ) تاکہ روز روز کی ہے ہے، خخ خخ، سے نجات مل جاتی" صفوان نے کہا کہ اگر تم یہ کارنامہ انجام دے سکو تو میں تمہارے قرض کا بوجھ اُتارنے اور تمہارے بچوں کی کفالت اپنے سر لینے کو تیار ہوں، عمیر نے کہا " بہت اچھا، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی بھنک کسی اور کے کان میں نہ پڑنے پائے ورنہ راز فاش ہو جائے گا"

قبولِ اسلام اس کے بعد عمیر نے تلوار کو صیقل کیا۔ زہراب میں ڈبویا اور مسلح ہو کر مدینے کو چل دیا۔ وہاں پہنچا، دیکھا کہ حضرت عمرؓ چند احباب کے ساتھ بدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کتنا بڑا احسان فرمایا۔ اور کفار کو کیسی ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ اچانک حضرت عمرؓ نے اُسے دیکھ لیا۔ کہ تلوار باندھے مسجد کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ کہنے لگے " یہ دیکھو خدا کا دشمن عمیر بن وہب۔ جو قریش کو بدر کے دن ہمارے خلاف بھڑکا تا تھا۔ ضرور کسی شرارت کے لئے آیا ہے"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مسجد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اِسے میرے پاس لے آؤ، حضرت عمرؓ نے تلوار کا پٹہ اُسکی گردن میں ڈالا اور گھسیٹ کر حضورؐ کے پاس لے گئے اور انصار کو جن کے ساتھ محوِ کلام تھے، ساتھ لے آئے اور انہیں حضورؐ کے چاروں طرف بٹھا دیا اور کہا کہ خیال رکھنا کہ یہ نابکار سخت ناقابلِ اعتبار ہے۔ مبادا، آپؐ پر حملہ کر دے۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ اسے چھوڑ دو، حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا " عمیر! سچ کہو کس ارادے سے آئے ہو؟" ان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے" اس نے جواب دیا۔ آپؐ نے پوچھا " تلوار کیوں لائے ہو" " خدا ان تلواروں کو ذلیل کرے، بدر میں یہ ہمارے کس کام آئیں" " تم جھوٹ تو نہیں بول رہے؟" آپؐ نے پوچھا، کہنے لگا" بالکل نہیں" اُس کے بعد حضور اکرمؐ نے جو گفتگو اور وعدے مواعید اس کے اور صفوان بن امیہ کے درمیان طے پائے تھے۔ من وعن بیان کر دیئے۔ یہ

سُن کر عمیر بن وہب پر ایسی حیرت طاری ہوئی کہ بے اختیار اُس کی زبان سے کلمۂ شہادت نکل گیا کہنے لگا "یارسول اللہ! جب آپ ہمیں غیب کی باتیں سُناتے تو ہم ان کی تکذیب کرتے، جس بات کا آپؐ نے ذکر فرمایا ہے۔ اس کا علم میرے اور صفوان کے بغیر اور کسی کو نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ آپؐ کو الہام کے ذریعے ہی سے ان باتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ بلاشبہ آپؐ خُدا کے رسول ہیں۔ اور میں جناب باری کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائی" اُس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ "اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو، اور قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو"

واپسی مکّہ

جب چند دِنوں کے بعد حضرت عمیرؓ کو دین کے بارے میں تھوڑی بہت شُدبُد حاصل ہو گئی تو عرض کی "یا رسول اللہ! میں جب تک کافر رہا میں نے مسلمانوں کو بڑے دکھ دیئے، اب میں اس بے انصافی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اجازت دیجئے تاکہ مکّے جاکر اشاعت اسلام کروں" حضورؐ نے اجازت دے دی، چنانچہ ان کی مساعی سے کافی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جب تک حضرت عمیرؓ تعلیم دین کی خاطر مدینے میں رُکے رہے۔ صفوان بن اُمیہ خیالات فاسدہ کے ہوائی قلعے تعمیر کرتا رہا۔ جہاں بیٹھتا، لوگوں کو کہتا "کہ عنقریب تم ایسی اچھی خبر سنو گے کہ بدر کی مصیبت کو بھول جاؤ گے، چنانچہ آنے جانے والوں سے عمیرؓ کے بارے میں دریافت کرتا۔ کہ وہاں اُس کا کیا حشر ہوا ہے۔ آخر ایک دن ایک سوار نے جو اِدھر سے آتا تھا۔ بتایا کہ عُمیرؓ مسلمان ہو گئے ہیں، سُنا تو صفوان کو اتنا غصّہ آیا کہ جل بھُن گیا۔ اور قسم کھائی کہ جیتے جی عمیرؓ سے گفتگو نہیں کروں گا۔

قرآنِ حکیم کا عِتاب

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی تھی اور فدیہ لے کر جنگی قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن قرآن حکیم نے حضورؐ کی اس رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا۔

Marfat.com

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ — اگر خدا کا حکم پہلے نازل نہ ہو چکا ہوتا تو جو
لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ — کچھ تم نے لیا ہے۔ اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔

جب حضور اکرمؐ اور حضرت ابو بکرؓ نے اس آیت کو سنا تو فرمانِ الٰہی کی ہیبت سے دونوں حضرات رونے لگ گئے اور اپنی اجتہادی فروگذاشت پر حد درجہ نادم ہوئے۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب کیا ہو سکتا تھا

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فرمان کی وجہ کیا تھی۔ کیا قرآن کا منشا یہ ہے۔ کہ زر فدیہ لینے کی بجائے مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق جنگی قیدیوں کو قتل کر دیتے۔ حالانکہ یہ طرزِ عمل، اسلامی مزاج کے قطعاً خلاف ہے۔ اور اسلام خواہ مخواہ کی خونریزی کو بالکل ناپسند کرتا ہے۔ مزید براں جنگی قیدی کو بلاوجہ قتل کرنا حد درجہ معیوب اور خلافِ مروت ہے۔ کیونکہ انہوں نے حسن سلوک کی توقع ہی پر ہتھیار ڈالے تھے، ورنہ بے بسی کی موت مرنے کی بجائے، جوانمردوں کی طرح لڑ کر کیوں نہ مرتے۔ گویا مجرد ہتھیار ڈالنے سے ہی فاتح اور مفتوح کے درمیان ایک ذہنی معاہدہ طے پا جاتا ہے کہ وہ مفتوح کی حفاظت کرے گا۔ اس لئے یہ سمجھنا سراسر غلط ہے کہ قرآن حکیم مسلمانوں کی اس پابندئ عہد سے خوش نہ تھا۔

اس مقام پر ابن ہشام کی ایک روایت کا ذکر بغرضِ وضاحت ضروری معلوم ہوتا ہے جب قریش مکہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور صحابہ کرامؓ جنگی قیدیوں کی پکڑ دھکڑ اور مالِ غنیمت کے سمیٹنے میں مصروف تھے۔ تو حضور اکرمؐ سائبان کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اور حضرت سعدؓ بن معاذ شمشیر بکف دروازے پر پہرہ دے رہے تھے تاکہ موقعہ پا کر کوئی مشرک حضورؐ پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ اس افراتفری میں آپؐ نے محسوس کیا کہ حضرت سعدؓ صحابہ کرام کی ان سرگرمیوں سے ناخوش ہیں، فرمایا " اے سعد! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اس چھینا جھپٹی کو اچھا نہیں سمجھتے " انہوں نے عرض کی " یا رسول اللہ! یہ پہلا موقعہ ہے کہ قریش مکہ پر افتاد پڑی ہے

Marfat.com

لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا۔ کیونکہ تقاضائے وقت یہ تھا کہ ہم مکمل طور پر ان کا صفایا کر دیتے" چنانچہ قرآنِ حکیم کی مندرجہ ذیل آیت سے اس مفہوم کی تصدیق ہوتی ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ	نبی کو یہ نہیں چاہیئے تھا کہ وہ جنگی قیدی
أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ	جمع کرے تاآنکہ خوب خونریزی نہ ہو چکی۔

اگر اس وقت مالِ غنیمت کو اہمیت نہ دی جاتی اور بھاگنے والوں کا باقاعدہ تعاقب کیا جاتا۔ تو کفار کی مزاحمت دم توڑ دیتی اور جان بچا کر جو لوگ بخیر و عافیت مکّے پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے اکثر قتل ہو جاتے۔ یوں اسلام کو فتح مکہ کے لئے مزید پانچ سال انتظار نہ کرنا پڑتا اور اُحد اور حُنین کے معرکوں کی نوبت ہی نہ آتی۔ نیز اسلام کتنے ہی اور مصائب اور رسوائیوں سے بچ جاتا۔

اس تباہ کن جنگ میں جس نے کفار کے غرور اور بالادستی کا جنازہ نکال دیا تھا مسلمان شہداء کی تعداد چودہ[2] تھی۔ جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ ابنِ سعد نے اُنکے نام بہ ترتیب ذیل گنائے ہیں۔

مہاجر

(۱) عُبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب (۲) عاقلؓ بن ابوالبکیر (۳) صفوانؓ بن بیضا (۴) عُمیرؓ بن ابی وقاص (۵) سعدؓ بن خیثمہ (۶) حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؓ۔

انصار

(۱) مبشرؓ بن عبدالمنذر (۲) حارثہؓ بن سراقہ (۳) عوفؓ بن عفراء (۴) معوذؓ بن عفراء (۵) عُمیرؓ بن حمام (۶) رافعؓ بن معلی (۷) یزیدؓ بن حارث (۸) نام معلوم نہیں ہو سکا۔

---

[1] ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۶۹

[2] ابنِ سعد، جلد دوم، ص ۳۵۸، ۳۵۹

دونوں لشکروں میں کافی لوگ زخمی بھی ہوئے ہوں گے، لیکن کسی تاریخ میں سوائے حضرت معاذؓ کے اور کوئی نام مذکور نہیں۔ حضرت معاذؓ ابوجہل کے قاتل تھے۔ عکرمہ کے وار سے ان کا ایک بازو کٹ گیا تھا۔ بعد میں صحت یاب ہو گئے تھے۔ اور امیر معاویہ کے عہد تک زندہ رہے۔

اسبابِ شکست مؤرخین کی نظر میں

مؤرخین نے کفارِ مکہ کی اس عبرتناک تباہی اور حیرت انگیز شکست کی کئی وجوہ قلم بند کی ہیں۔

۱:- کفار میں باہم اتفاق ناپید تھا۔ کچھ لوگ لڑنا چاہتے تھے۔ لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اُس برادرکُشی کے خلاف تھے۔ چنانچہ بنوزُہرہ اور عدی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی علیحدہ ہو گئے تھے۔ خود عتبہ بن ربیعہ سردارِ لشکر فوج کشی پر نارضامند تھا۔ مگر ابوجہل کی طعنہ زنی سے ہڑبڑا کر میدان میں اُترا، اور مارا گیا۔

۲:- کفار کا لشکر نشیب میں تھا۔ بارش کا پانی وہاں جمع ہو گیا۔ کیچڑ میں پاؤں پھسل پھسل جاتے تھے۔ جذبۂ یکسوئی سے تو محروم تھے ہی۔ پھسلن اُونگھنے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہوئی۔ تمام نام آور مارے گئے، جو بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

۳:- کفارِ قریش نے اپنے لشکر کی صف بندی نہیں کی تھی۔ اور اُن کی حیثیت ایک بھیڑ کی سی تھی۔ گویا یہ عدمِ تنظیم ہی ان کی تباہی کا سبب بنی۔

۴:- کفارِ مکہ اپنے بارے میں بہت بڑا اعتماد تھے۔ اور مسلمان ان کی نظروں میں جچتے ہی نہ تھے۔ چنانچہ ضروری احتیاطی تدابیر سے غفلت برتی۔ اور بُری طرح خمیازہ بھگتنا پڑا۔

ان وجوہ میں دوسری اور تیسری وجہ کی حیثیت ایک مفروضے سے زیادہ نہیں۔ اول تو ریتلی زمین میں پھسلن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر اُسے دُرست تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا قریش میں اتنی بصیرت بھی نہ تھی کہ وہ میدانِ جنگ کی حالت کا صحیح اندازہ لگا کر محاذ

جنگ بدل لیتے، یا دو چار دن اور انتظار کر لیتے۔

صف بندی کی دلیل بھی بے وزن ہے۔ جب لڑائی چھڑ جاتی ہے تو صفیں خود بخود ٹوٹ جاتی ہیں اور دونوں فوجیں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ اگر کفارِ قریش نے صف بندی نہیں کی تھی اور سردارانِ قریش آگے پیچھے بے ترتیب کھڑے تھے۔ تو صف بند مسلمانوں کی رسائی ان تک کیسے ہوئی۔ صفیں توڑ کر ہی ان تک پہنچے ہوں گے۔

اگر ان سب وجوہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے، جب بھی یہ اتنی بڑی رسوا کن شکست کا سبب نہیں ہو سکتیں۔ آخر تین گنا کفار کا ایک نیم مسلح مسلمان لشکر سے شکست کھانا اور پھر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہونا غیر معمولی واقعہ ہے۔ جس کے اسباب بھی غیر معمولی ہونا چاہئیں۔

راقم کی رائے

۱:۔ راقم نے بھی اس غیر متوقع فتح کے اسباب و علل پر بطور خود کافی غور و خوض کیا ہے۔ چنانچہ میں اپنی دانست میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ان کا وہ بے پناہ جذبۂ جہاد تھا۔ جس نے ان میں بے خوفی اور شوقِ شہادت کی ایسی روح بھر دی تھی کہ دنیا کی تمام دلچسپیاں ان کی نظر میں بے کیف ہو کر رہ گئی تھیں اور موت زندگی سے زیادہ پُر کیف دکھائی دیتی، چنانچہ اس روحانی ولولے نے انہیں اتنا نڈر بنا دیا تھا کہ خود موت اُن سے خم کھاتی تھی۔

۲:۔ مسلمان گذشتہ پندرہ برس سے کفار کے ہاتھوں دُکھ اٹھاتے چلے آرہے تھے اس طویل عرصے میں انہیں صرف نظم و ضبط کی تعلیم دی گئی تھی۔ جس سے اُن کے دلوں میں کفار کے خلاف غضب کی نفرت اور قیامت کا غصہ بھر گیا تھا۔ اس گھٹن کے بند ٹوٹنے کی دیر تھی کہ جذبۂ انتقام نے انہیں شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ چنانچہ جہاں بھی ان کے قدم پہنچے، وہاں تباہی اور بربادی پھیل گئی اور خرمنِ کفر جل کر راکھ ہو گیا۔

۳:۔ کفارِ مکہ اعتقادی لحاظ سے نجس اور ناپاک تو تھے ہی، اعمال اور افعال میں بھی حد درجہ پست اور گھٹیا تھے۔ زنا، شراب، جوا، چوری چکاری روزمرہ کا معمول تھا، مُردار کھاتے

Marfat.com

خون پینے، اور جو جی میں آتا کر گزرتے ۔ گویا حیوان تھے، جنہوں نے انسانیت کی قبا اوڑھ رکھی تھی۔ مقابلے میں مسلمانوں کا مختصر سا گروہ تھا، شب زندہ دار، پرہیزگار، بنی نوع کے ہمدرد اور راستباز، خدا کو ایک ماننے والے، لغویات سے کنارہ کش، احکام الہٰی کے پابند، جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب خدا کے لئے تھا۔ اُن حیوانوں کے مقابلے میں حسنِ عمل اور اعتقادی پاکیزگی کی وجہ سے وہ فرشتے تھے۔ جن کے دل عشقِ الہٰی سے سرشار تھے۔ بدر کی یہ جنگ روحانیت اور لطافت کی ٹکر تھی، مادیت اور کثافت کے خلاف جس میں آخرالذکر نے منہ کی کھائی اور اس کا سارا ابلیسی نظام درہم برہم ہوگیا۔

۴:۔ اسلامی تعلیمات کا مرکزی نقطہ توحید باری تھا۔ گذشتہ پندرہ برس کے دوران میں اسلام نے شرک اور صنم پرستی کے خلاف جو بے پناہ پروپیگنڈہ کیا تھا اور علی رغم کفار قریش اسلام کو بتائیدِ ایزدی جو ترقی نصیب ہوئی تھی۔ اس سے مشرکین کی اعتقادی شدت میں کمی آگئی تھی اور وہ سخت تذبذب کا شکار تھے۔ گو یا نفسیاتی محاذ پر وہ پہلے ہی شکست کھا چکے تھے۔ جب میدانِ عمل میں اترے تو دولتِ یقین سے محرومی نے اُن کی لٹیا ڈبو دی۔

۵:۔ اسلام نے ظہور فرمایا تو حضور اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد عقیدے کی ہم آہنگی پر رکھی اور نسلی اور لسانی رشتے کالعدم قرار پائے۔ چنانچہ جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا تو معاً دوسرے مسلمانوں سے اس کا بھائی چارہ قائم ہو جاتا اور اُسے زیادہ توانا بازو اور مخلص ہمدرد مل جاتے۔ کفار کی حالت اس سے قطعاً مختلف تھی۔ جس خاندان کا کوئی فرد مسلمان ہوتا اُن کی نفری میں ایک فرد کی کمی ہو جاتی۔ لیکن خاندانی رشتہ ٹوٹنے نہ پاتا۔ میدانِ بدر میں آمنا سامنا ہوا۔ تو مسلمانوں کا مقابلہ اغیار سے تھا۔ اور کفار کے مقابلے میں ان کے اپنے بھائی بند تھے۔ مسلمان کسی ذہنی الجھن کا شکار نہ تھے۔ اس لئے بلا جھجک لڑ رہے تھے، دوسری طرف بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے مقابلے میں صف آرا تھا۔ آمنا سامنا ہوتا تو جھجک جاتے۔ چنانچہ اس ذہنی کشمکش نے لشکر کفار کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اور کاجہ

Marfat.com

مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے۔

۶:- سردارانِ قریش میں ابوجہل حضور اکرمؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ جہاد کی اجازت ملی تو حضرت معاذؓ اور معوذؓ نے اس دشمن دین کے قتل کی سکیم بنائی۔ اور کامیاب رہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے، باقی سردارانِ قریش کو بھی قتل کرنے کا ایسا ہی منصوبہ بنایا ہوگا۔ چنانچہ عمومی جنگ شروع ہوئی۔ صحابہؓ اپنے اپنے حریفوں پر ٹوٹ پڑے اور چونکہ کفار کو اس طریقِ کار کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ اس لئے حفاظت نفس سے غافل ہو گئے۔ نتیجتاً جب باقی فوج نے سردارانِ لشکر کا یہ حشر دیکھا تو ہاتھ پھول گئے۔ اور یوں کفر کا غرور سربلندی خاک میں مل گیا۔

ابولہب کا انجام

غزوۂ بدر کی سرگزشت ناتمام رہے گی۔ اگر ابولہب کے رسواکن انجام کا ذکر نہ کیا جائے۔ حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ میں عباسؓ بن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ اور اسلام ہمارے خاندان میں داخل ہو چکا تھا چنانچہ حضرت عباسؓ، اُمِ فضل اور میں اسلام لے آئے تھے۔ لیکن چونکہ حضرت عباسؓ کافی دولتمند آدمی تھے۔ اور انہوں نے اپنا روپیہ اِدھر اُدھر پھیلا رکھا تھا۔ اس لئے اظہارِ اسلام سے ڈرتے تھے۔ غزوۂ بدر میں ابولہب نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام کو بھیج دیا تھا۔ جب کفارِ قریش کی تباہی اور بربادی کی خبر مکے میں پہنچی تو سارے شہر پر غم والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ لیکن ابولہب کی پریشانی اور افسردگی کا کوئی حد و شمار نہ تھا۔

ایک دن میں حجرۂ زمزم میں بیٹھا تیروں کی صفائی کر رہا تھا۔ اور اُمِ فضل (بیوی) میرے پاس ہی بیٹھی تھی کہ ابولہب پاؤں گھسیٹتا آیا۔ اور میری طرف پیٹھ کر کے آستان پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ابوسفیان بھی وہاں آگیا۔ ابولہب نے اُسے بلایا اور بدر کے حالات دریافت کئے۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ اس تمام واقعے میں عجیب و غریب بات یہ تھی کہ ہمارے آدمیوں نے زمین و آسمان کے درمیان سفید گھوڑوں پر کچھ ایسے لوگوں کو سوار دیکھا۔ جنہیں انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس پر میں نے کہہ دیا کہ وہ فرشتے ہوں گے۔ ابولہب نے سُنا

تو بے قابو ہو گیا۔ اٹھا اور اس زور سے مجھے دو تھپڑ لگائے۔ کہ میں چکرا گیا۔ ہر چند میں اس کے مقابلے میں بڑا کمزور تھا۔ لیکن پھر بھی رہا نہ گیا۔ اور اٹھ کر جھپٹا۔ اس نے مجھے اٹھا کر پٹخ دیا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اور تھپڑوں اور مُکّوں سے پیٹنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا۔ قہرِ درویش بجان درویش، آخر میری بیوی اٹھی، ڈنڈا اٹھایا اور اتنے زور سے لگایا۔ کہ ابو لہب کا سر پھٹ گیا۔ بہ مشکل گھسیٹ گھساٹ کر اُسے اُوپر سے ہٹایا گیا۔ اور میری جان میں جان آئی چنانچہ یہ بدبختِ ازلی سات دنوں کے بعد مر گیا۔ ؎[1]

عبداللہ بن عمرو جنگی قیدیوں میں ایک شخص عبداللہ بن عمرو بھی تھا جو نجی محفلوں میں حضورِ اکرمؐ کے خلاف بدگوئی کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے دیکھا تو عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کے دو نچلے دانت نکال دوں" حضورِ اکرمؐ نے فرمایا "اے عمر! اگر میں اس کی شکل مسخ کر دوں، تو اگرچہ میں نبی ہوں، خدائی تعزیر سے نہیں بچ سکوں گا۔ ؎[2]

اعتراض بعض غیر ملکی مؤرخین نے اپنے قلم کا سارا زور اس بات پر صرف کر دیا ہے کہ مہم بدر (جو کفارِ قریش کی مکمل تباہی پر ختم ہوئی) کی ابتدائی غرض کاروانِ تجارت کو لوٹنا تھا۔ ان لوگوں کی بدنیتی تو شک و شبہ سے بالاتر ہے لیکن اس موقعہ پر ہمارے اپنے مؤرخین نے جس بدخواسی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ کچھ کم قابلِ اعتراض نہیں عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروؤں نے روایت سازی کے کارخانے کھول رکھے تھے۔ اور سادہ لوح روایت پرست رطب و یابس کے ذخائر جمع کر رہے تھے۔ جس کا خمیازہ ملتِ اسلامیہ کو قیامت تک بھگتنا پڑے گا۔

؎[1] ابن ہشام، جلد دوم، ص-۷۹

؎[2] ابن ہشام، جلد دوم، ص-۸۰

Marfat.com

جواب صورت حال جیساکہ ہم لکھ آئے ہیں، یہ تھی کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک کاروانِ تجارت شام سے واپس آرہا تھا جسے روکنے کے لئے حضور اکرمؐ پیشتر ازیں ذوالعشیرہ تک ہو آئے تھے۔ چونکہ ابوسفیان کو مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا، اس لئے اُس نے اثنائے راہ میں ضمضم بن عمرو الغفاری کو مکے روانہ کیا کہ قریش لشکر لے کر اُس کی امداد کو فوراً پہنچیں، حضور اکرمؐ ابھی مدینے ہی میں تھے کہ آپؐ کو قریش کی لشکرکشی کا علم ہو گیا تھا۔

قریش کا مقصد کاروانِ تجارت کو بچانے کے علاوہ مدینے پر حملہ آور ہونا بھی تھا تاکہ مسلمانوں کو ان کی دست درازیوں کا ایسا مزا چکھائیں کہ آئندہ ان کی راہ میں حائل ہونے کی جُراءت نہ کرسکیں۔ اس سے بھی اہم وجہ عمرو بن حضرمی کے قتل کا قصاص تھی۔ جو قریش کی حمیت کے خلاف کھلا چیلنج تھا اور جس کی پیاسی رُوح چیخ چیخ کر ان کی آتشِ انتقام کو بھڑکا رہی تھی، انتقام عربی معاشرے کی رُوحِ رواں تھا جس سے پہلو تہی کرنا، قبائل کے اخلاقی ضابطے کے مطابق ناک کٹوانے کے مترادف تھا۔ ظاہر ہے کہ قریش کے برخود غلط مغرور سردار ایسی ذلت ان مسلمانوں کے ہاتھوں جو ان کے ڈر سے گھربار چھوڑ گئے تھے، کیسے برداشت کر سکتے تھے۔

جب حضور اکرمؐ کو قریش کے ارادے کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو صورتِ حال کی نزاکت کا احساس دلایا اور چونکہ مہاجرین کی تعداد کم تھی۔ اور کفار مدینے پر حملے کے ارادے سے آرہے تھے۔ اس لئے انصار کے تعاون کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو تیاریٔ جنگ کا حکم دیا۔ کفارِ قریش کے خلاف یہ پہلی جنگ تھی اور چونکہ دلوں پر کفار کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے لڑائی کا نام سُن کر کئی لوگوں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اور قرآن حکیم کو کانّما یُساقُونَ اِلَی المَوتِ کہنا پڑا۔[1]

---

[1] گویا انہیں موت کی طرف ہانکے لئے جارہے تھے (الانفال)

Marfat.com

ابو سفیان کا کاروانِ تجارت شام سے آرہا تھا۔ اگر مسلمانوں کا مقصد قافلے کو لوٹنا ہوتا تو اسلامی لشکر، کاروان کی راہ میں حائل ہونے کے لئے مدینے سے شام کی طرف (شمال کو) سفر کرتا۔ لیکن حضور اکرمؐ نے بالکل مخالف سمت میں (جنوب کو) بدر کی طرف کوچ کیا۔ جو مدینے سے ۸۲ میل کے فاصلے پر مکے کی شاہراہ کے قریب واقع ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قافلے کو لوٹنے والی بات اسلام دشمن مورخین کی ذہنی اپج، یا سادہ لوح مسلمانوں کی نادانی کا شاخسانہ ہے۔ نیز یہ تاریخ کا قصور نہیں۔ بلکہ بدفطرت تاریخ سازوں کی عقرب سرشتی کا مظاہرہ، یا غیر محتاط قلم کارداں کی سادہ لوحی کا کرشمہ ہے۔

جنگِ بدر کے اثرات

۱۔ یہ جنگ اسلام کی جنگی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابتدائے بعثت سے اب تک مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں بے پناہ دکھ اٹھائے تھے اور صبر و ضبط کا ایسا بے نظیر مظاہرہ کیا تھا۔ کہ کفار قریش تو کیا وہ خود بھی یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ شاید انہیں دشمن کے خلاف کبھی بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہر چند بے بسی کا یہ احساس حد درجہ اعصاب شکن تھا۔ لیکن جان نثاروں نے حضورؐ کی رضامندی کی خاطر چوں تک نہ کی۔ جب جہاد کی اجازت ملی تو اکثر مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا کہ اب انہیں بھی اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے اور قریش مکہ سے حساب کتاب چکانے کا موقع ملے گا۔ اور مقابلے کی نوبت آگئی تو ایسی خبریں لیں گے کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ چنانچہ مجاہدینِ بدر نے شجاعت اور بسالت کی جو عظیم روایت قائم کی۔ اس نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں عجیب و غریب انقلاب برپا کر دیا۔ اور اس نادر نمونے کو سامنے رکھ کر انہوں نے ایسے ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے کہ انسانیت کی تاریخ بدل کر رکھ دی۔

۲۔ جب میدانِ بدر میں قریش کی تین گنا فوج کو نیم مسلح مسلمانوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست ہوئی اور ان کے ستر آدمی مارے گئے اور اتنی ہی تعداد گرفتار کر لی گئی تو زندگی میں انہیں پہلی دفعہ اس امر کا انکشاف ہوا۔ کہ ایمان اور یقین کی بے پناہ طاقت کے سامنے افرادی قوت کی

Marfat.com

کوئی حیثیت نہیں۔ اور کفر کسی حالت میں بھی اسلام کو شکست نہیں دے سکتا۔ چنانچہ اسلام کی جنگی تاریخ میں اس یقین کی کارفرمائی ہر زمانے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جنگ موتہ میں ۳ ہزار جاں بازوں کا ایک لاکھ سے مقابلہ تھا۔ جس میں یکے بعد دیگرے تین سپہ سالار شہید ہوئے جب حضرت خالدؓ بن ولید نے کمان سنبھالی تو بہ مشکل تمام اپنی سپاہ کو اس ہجوم سے نکالنے میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن جب مدینہ واپس پہنچے تو استقبال کرنے والوں نے خاک اڑائی اور کنکر پھینکے کیونکہ ان کی کارکردگی معیار بدر پر پوری نہیں اترتی تھی۔

اسی طرح جب حضرت خالدؓ بن ولید عساکر شام کی امداد کو ایران سے بلائے گئے تو ان کی کمان میں صرف پانچ ہزار سپاہی تھے۔ اور مقابلے میں چار لاکھ کا جمِ غفیر تھا۔ جب لڑائی چھڑی تو رومی افواج کا ہجوم ایمان ویقین کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ یہی صورت حال قادسیہ میں پیش آئی جہاں پندرہ بیس ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دو لاکھ آہن پوش ایرانی تھے، ہندوستان میں بختیار خلجی نے ۲ سو سواروں کی امداد سے بہار اور تین سو سواروں سے بنگال کو فتح کیا۔ عثمانی ترکوں کی تاریخ اس قسم کے حیران کن کارناموں کا ایسا دل کش مرقع ہے جسے دیکھ کر انسان مبہوت ہو جاتا ہے۔ گویا یہ سب کچھ بدر کے بے مثال نمونے کے صدقے میں ظہور پذیر ہوا۔

۱۲۔ قریش مکہ نے بالا دستی اور بہادری کے جو دھاک بٹھا رکھی تھی۔ اس کی قلعی کھل گئی اور قبائل کی برادری میں ان کی ایسی کرکری ہوئی کہ سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہے۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو دین اسلام کی مخالفت میں متشدد تھے۔ ڈھیلے پڑ گئے اور مجبور ہو گئے کہ حالات کا نئے سرے سے جائزہ لیں۔

۱۴۔ چونکہ قریش کو کعبے کا متولی ہونے کی حیثیت سے قبائل عرب میں خاص مقام حاصل تھا اس لئے وہ لوگ ان کی مرضی کا خاص احترام کرتے تھے۔ اس شکست سے سیادت کا وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اور قبائل کو صاف دکھائی دینے لگا۔ کہ قریش کی سیاسی موت قریب آ گئی ہے اور مسلمانوں

Marfat.com

کی ابھرتی طاقت انہیں ختم کر کے دم لے گی۔ اس لئے اب ان قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ امن و آشتی کا معاہدہ کرنے میں کوئی چیز مانع نہ رہی۔

۵:- بدر کی اس غیر متوقع فتح کو مسلمان تو حضور اکرمؐ کا معجزہ گردانتے ہی تھے۔ غیر جانبدار قبائل اور قریش بھی اس واقعہ پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو گئے اور صداقت اسلام کے بارے میں انہوں نے آنکھوں پر تعصب کی جو پٹی باندھ رکھی تھی کھل گئی۔ عوام کا رجحان اسلام کی طرف بڑھ گیا اور تبلیغ میں آسانی پیدا ہو گئی۔

۶:- اس وقت تک مدینے کی آبادی تین عناصر پر مشتمل چلی آ رہی تھی، مسلمان، یہود اور کفار اس غیر معمولی فتح نے ایک ایسے ہی غیر معمولی فرقے کو جنم دیا جسے مذہبی زبان میں منافقین کہتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی جو رؤسائے مدینہ سے تھا۔ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس فتح نے اس کے عزائم میں یہ تبدیلی پیدا کی کہ وہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ لیکن دل سے اس کی ہمدردیاں ہمیشہ ہی کفار کے لئے وقف رہیں۔ اور اس نے ایسا عجیب و غریب طرز عمل اختیار کیا۔ کہ تاریخ نے اُسے رئیس المنافقین کا خطاب دیا۔ جب تک حضور اکرمؐ زندہ رہے۔ اس خانہ برانداز جماعت کی سرگرمیاں سرد نہ ہونے پائیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد شایدؔ انہوں نے منافقت کا چولا اتار پھینکا تھا کیونکہ تاریخ نے اس کے بعد ان سے متعلق خاموشی اختیار کر لی۔

۷:- یہود مدینہ اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھ کر پہلے ہی آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ اس کامیابی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور انہیں اپنے موہوم خدشات حقیقت کا روپ دھارتے دکھائی دینے لگے۔ اس سے پہلے بھی وہ کفار مکہ کی تخریبی مساعی میں خفیہ طور پر برابر کے حصہ دار تھے، لیکن اب حالات ایسے موڑ پر پہنچ گئے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف اپنے خاکوں میں بسرعت نئے رنگ بھرنا شروع کر دیا۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضور اکرمؐ بدر کے لئے ۸ رمضان ۲ھ مطابق ۵ مارچ ۶۲۴ء کو مدینے سے روانہ ہوئے تھے۔ لشکر میں مہاجرین کی تعداد ۶۰ تھی اور باقی انصار تھے تاریخ جنگ

۵۰۵

Marfat.com

کے متعلق کئی روائتیں ہیں۔ عامرؓ بن ربیعہ کی روایت ہے کہ بدر کے دن رمضان کی ۱۷ تاریخ تھی (۱۳ مارچ ۶۲۴ء) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رمضان کے سترہ دن گزرے تھے۔ یا انیس دن، ایک روایت ۱۲ رمضان کی بھی ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔[۱]

آپؐ واپس تشریف لائے۔ تو مبارک، سلامت کہنے والوں کے منہ نہیں تھکتے تھے۔ فوج کی نفری میں صرف چودہ[۱۴] آدمیوں کا فرق پڑا تھا۔ لیکن دنیا کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ ہر طرف سے ایک ہی گونج سنائی دیتی تھی، مسلمانوں نے عدیم النظیر کامیابی حاصل کی ہے اور قریش کا وقار خاک میں مل گیا ہے۔

غزوۂ بنو سلیم

حضور اکرمؐ کو بدر سے لوٹے بمشکل سات دن گزرے ہوں گے کہ آپ کو بنو سلیم کے خلاف لشکر کشی کرنا پڑی۔ آپ کی غیر حاضری میں حضرت سباعؓ بن عرفطہ غفاری حاکم مدینہ تھے۔ آپ نے وہاں صرف تین دن قیام فرمایا لیکن مقابلے کی نوبت نہ آئی اس لئے واپس تشریف لے آئے۔[۲]

عصماء اور ابوعفک یہودی

عصماء بنت مروان اور ابوعفک دونوں حضور اکرمؐ کی ہجوگوئی میں پیش پیش تھے چونکہ ہر دو شاعر تھے اور عرب میں شعروشاعری کا زبردست ذوق تھا۔ اس لئے ان کی ہجوگوئی مسلمانوں کی دل آزاری اور حضور کی برہمی مزاج کا باعث ہوتی۔ اور جو کچھ وہ کہتے وہ بجلی کی سرعت سے پھیل جاتا اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھ جاتا۔ جب اس شر کو ختم کرنے کا اور کوئی طریقہ نہ رہا۔ تو آپؐ نے عمیرؓ بن عدی کو عصماء کے دفع شر کے لئے اور سالمؓ بن عمیر کو ابوعفک سے نپٹنے کے لئے مقرر فرمایا۔ چنانچہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔ عصماء کا قتل ہجرت کے انیسویں مہینے اور ابوعفک کا بیسویں[۲۰] مہینے (شوال) میں

---

[۱] ابن سعد، جلد دوم، ص۔ ۲۶۲ [۲] ابن ہشام، جلد دوم ص۔ ۱۱۹

Marfat.com

وقوع پذیر ہوا۔ ؎

غزوۂ قینقاع

جب سے اسلام میں تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا۔ یہود نے باوجود معاہدۂ امن و آشتی کے اپنا رویہ بدل لیا تھا۔ وہ کھلم کھلا قرآن، اسلام اور حضور اکرمؐ کا مذاق اڑاتے تھے اور چونکہ وہ افرادی قوت، سماجی اثر و رسوخ اور مال و دولت کی فراوانی میں مسلمانوں سے بہت آگے تھے اس لئے جو چاہتے، ڈنکے کی چوٹ کرتے اور ذرا نہ جھجکتے۔ قریش بدر سے رسوا ہو کر لوٹے تھے تو یہود سے ازسرِ نو رابطہ قائم کر کے انہیں ہر وقت بھڑکاتے۔ جس سے ان کی زبانیں سان پر لگ گئی تھیں اور حالات اتنے نازک ہو گئے تھے کہ آپ کے لئے بے تکلفی سے مدینے کی گلیوں میں آمد و رفت رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور آپ کی حفاظت کے بارے میں صحابہ کرامؓ متردّد رہتے۔

بنو قینقاع زیادہ تر سنار تھے۔ ہر چند ان کی مصروفیات ایسی نہ تھیں کہ وہ مسلمانوں سے بگاڑ پیدا کرتے لیکن اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ اور ان کی سرگرمیاں باقی یہود کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی ہتک آمیز اور طیش آور تھیں۔ چنانچہ وہ ایسے کھل کھیلے کہ ان کے طور طریقے ناقابلِ برداشت ہو گئے۔

حضور اکرمؐ کو ان کی حرکات و سکنات سے پوری آگاہی تھی۔ چنانچہ بدر سے واپسی کے بعد ایک دن آپؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان کی خانہ برانداز سرگرمیوں شرمناک پروپیگنڈے اور معاندانہ طور طریقوں پر متنبہ فرمایا کہ مبادا تمہیں بھی قریش کی طرح ناملائم حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن یہود نے جو دولت کے گھمنڈ اور قریش کے بھڑکانے

؎ ابنِ سعد، جلد دوم، ص ۲۶۹، ۲۷۰

Marfat.com

کی وجہ سے بھرے ہوئے تھے۔ آپؐ کے انتباہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور نہایت ڈھٹائی سے صاف صاف کہہ دیا کہ جس دن آپؐ کو ہم سے واسطہ پڑا۔ دال آٹے کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ ہم سپاہی زادے ہیں۔ اور لڑنا مرنا جانتے ہیں۔

یہودی کی شرارت اور حادثہ

انہیں دنوں ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا۔ انصار کی ایک پردہ دار عورت بازار یہود میں زیور بنوانے گئی، سُنار نے از راہِ شرارت اُسے بے نقاب کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس پر اُس نے نظر بچا کر اس عورت کا کُرتہ پیچھے سے ایسے طریقے پر باندھ دیا۔ کہ جب وہ اٹھی تو پیچھے سے ننگی ہو گئی۔ یہودی نے قہقہہ مارا۔ جس سے وہ عورت سخت شرمندہ ہوئی۔

ایک مسلمان عورت کے لئے یہ حرکت ناقابلِ برداشت تھی۔ اُس نے زور سے چیخ ماری پاس ہی کوئی مسلمان کھڑا تھا۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، یہودی کو قتل کر دیا۔ یہود کب دبنے والے تھے، انہوں نے مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور اس طرح اس حادثے نے ایک بہت بڑے المیے کی بُنیاد رکھ دی۔

مُحاصرہ

جب حضور اکرمؐ کو یہود کی اس حرکت کا علم ہوا تو آپ نے بنو قینقاع کے محلے کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن جاری رہا۔ جب یہود کی قوتِ مزاحمت جواب دے گئی تو حضور کو کہلا بھیجا کہ اگر آپؐ محاصرہ اٹھا لیں تو ہم آپ ہی کو اس باب میں حَکَم تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ عبداللہ بن اُبی اور حضرت عبادہؓ بن صامت یہود کے حلیف تھے۔ آخر الذکر نے تو اس معاہدے سے اظہار بیزاری کر کے پیچھا چھڑا لیا۔ لیکن چونکہ عبداللہ بن اُبی کی ہمدردی یہود سے تھی۔ اس لئے وہ آپ کی خدمت میں یہود کی جاں بخشی کے لئے آیا۔ تو آپ نے مُنہ پھیر لیا۔ لیکن عبداللہ بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔ اُس نے اپنا ہاتھ حضور کی زرہ میں ڈال لیا اور اُس وقت تک باہر نہ نکالا جب تک آپ نے ان سے حسنِ سلوک کا وعدہ نہ کر لیا۔

Marfat.com

فیصلۂ جلاوطنی آخر بعد از ردوکد یہ فیصلہ ہوا۔ کہ بنو قینقاع مدینہ چھوڑ دیں اور جہاں اُن کے سینگ سمائیں چلے جائیں۔ ان کی تعداد سات سو تھی جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے وہ وہاں وادی القریٰ کو کوچ کر گئے اور کچھ دِنوں کے بعد اذرعات چلے گئے جو شام کے علاقے میں واقع ہے۔

فیصلہ کی دُرستی ہر چند یہ فیصلہ بڑا سخت معلوم ہوتا ہے لیکن جب اُس پس منظر کو پیشِ نظر رکھا جائے اور ان حالات کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔ جن کی سنگینی نے صحابہ کرامؓ کو حضور اکرمؐ کی حفاظت کے متعلق غیر معمولی طور پر محتاط بنا دیا تھا۔ تو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ کیوں کر گوارا کر سکتے تھے کہ مرکزِ اسلام میں ایک ایسی دوں فطرت قوم موجود رہے جن کا قلبی تعلق کفار قریش سے ہو۔ اور جو ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں کی کھچڑی پکاتی رہے۔ [1]

غزوۂ سویق

جب مشرکین مکہ بدر سے خاسر وخائب واپس آئے۔ تو چونکہ تمام روسائے قریش قتل ہو گئے تھے۔ قریش کی سیادت کا تاج ابو سُفیان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اُس نے قسم کھائی کہ جب تک میں مسلمانوں سے بدلہ نہیں لوں گا۔ نہ غسلِ جنابت کروں گا، نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ چنانچہ دو سو سپاہی لے کر گھر سے نکلا اور رات کے وقت بمقام نجدیہ پہنچ کر یحییٰ بن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جس نے ابو سُفیان کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ رات کو کھلایا پلایا۔ اور خوب شراب پلائی۔

---

[1] ابنِ ہشام۔ جلد دوم۔ ص۔ ۱۲۱، ۱۲۲

ابنِ سعد، جلد دوم، ص۔ ۳۷۰، ۳۷۱

Marfat.com

دوسری صبح کو ابوسفیان نے دُو سو آدمیوں کے ساتھ، العریض پر جو مدینے سے ۳ میل کے فاصلے پر ہے، حملہ کر دیا۔ وہاں اُس نے ایک آدمی کو قتل کیا گھاس کے ایک ذخیرے کو آگ لگادی اور سمجھا کہ قسم پوری ہو گئی۔ بھاگا۔ اور مکے کی راہ لی۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپ بھی دُو سو آدمیوں کا ایک لشکر لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ لیکن وہ اس رفتار سے بھاگا تھا کہ اسلامی لشکر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ دن کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

وجہ تسمیہ

چونکہ اس مہم میں ابوسفیان واپسی پر راشن کی تھیلیاں جن میں ستو تھے۔ راستے میں پھینکتا گیا تھا۔ اس لئے اُسے غزوہ سویق کہتے ہیں۔ [1]

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، ص ۔ ۱۱۹

ابن سعد، جلد دوم، ص ۔ ۲۱، ۲۲

Marfat.com

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

شر پسندی یہ واقعہ ہجرت کے پچیسویں مہینے ربیع الاول ۳ھ کی چودہ تاریخ کو پیش آیا۔ کعب بن اشرف یہود مدینہ میں سے بڑا عیار، مسلمانوں کا جانی دشمن اور حد درجہ فاسق و فاجر تھا۔ جب فتح بدر کی خوشخبری، حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اہل مدینہ کو اور جناب عبداللہؓ بن رواحہ نے اہل قبا کو پہنچائی اور کعب کو بھی اس کا علم ہوا تو کہنے لگا

" اگر ان دو آدمیوں کا بیان درست ہے تو بخدا زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے کہیں بہتر ہے۔"

اس کے بعد اس نے مکے کا رخ کیا۔ اور مطلب بن ابو وداعہ کے یہاں جا ٹھہرا، چونکہ اچھا خاصا شاعر تھا، شعر کہتا، قریش کو بھڑکاتا اور رُلاتا۔ اہل مکہ کے آنسو یوں بھی خشک ہونے کا نام نہ لیتے تھے۔ اس بدبخت کی لگائی بجھائی سے دلوں کا چین اور راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ اور ہر طرف سے " انتقام، انتقام " کی آوازیں آنے لگیں، جب اُسے یقین ہو گیا کہ اہل مکہ کے جذبات لٹنے بھڑک چکے ہیں کہ مسلمانوں سے ایک اور تصادم ناگزیر ہو گیا ہے تو اس آگ کو سلگتا چھوڑ کر خود گھر لوٹ آیا

شرارت یہ شخص بلا کا فتنہ پرداز اور قیامت کا شر پسند تھا۔ مدینے واپس آیا تو اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں میں جن میں مسلمان خواتین سے چھیڑ چھاڑ اور

لہ سیرت، جلد اول، ص ۳۶۶، ۳۶۷

Marfat.com

حضور اکرمؐ کی بدگوئی شامل تھی۔ مصروف ہو گیا۔ آپؐ پہلے بھی اس کی شرارتوں سے سخت بیزار تھے۔ مکے سے واپسی پر اُس نے دہ زور باندھا کہ آپ کی قوتِ برداشت بھی جواب دے گئی۔ چنانچہ آپ نے صحابہ سے دریافت کیا کہ مجھے کعب بن اشرف سے کون نجات دلا سکتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی " یا رسول اللہؐ ! میں حاضر ہوں " آپ نے اجازت دے دی اور کامیابی کی دُعا فرمائی۔ وہ گھر لوٹے تو تین دن تک کچھ کھایا نہ پیا اور نہ گھر سے باہر نکلے حضورؐ نے بُلا کر وجہ پوچھی، تو عرض کیا " یا رسول اللہؐ ! میں متفکر ہوں کہ جس بات کا آپ سے وعدہ کیا ہے اُس میں کامیاب بھی ہو سکوں گا یا نہ " آپ نے فرمایا " تم کوشش کرو نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے "۔ اس پر انہوں نے کہا " یا رسول اللہ ! اس موذی کو پھانسنے کے لئے کوئی فرضی کہانی تصنیف کرنا پڑیگی " آپ نے اس کی بھی اجازت دے دی۔

حیلہ جوئی ظاہر ہے کہ یہ مہم ایک آدمی سے سر نہیں ہو سکتی تھی اس لئے انہوں نے عبادؓ بن بشر، حارثؓ بن اوس، سلکانؓ بن سلامہ اور ابو عبسؓ بن جبر کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ سلکانؓ بن سلامہ، کعب کے دودھ بھائی تھے۔ ان کی شرکت سے مہم کے سر کرنے میں کچھ سہولت پیدا ہو گئی۔ پہلے انہوں نے سلکانؓ کو اس کے پاس بھیجا انہوں نے اس سے گپ شپ لڑائی پھر کچھ دیر تک شعر پڑھتے پڑھاتے رہے۔ بعد میں حضرت سلکانؓ نے اس سے کہا " کعب ! میں تمہارے پاس ایک خاص غرض کیلئے آیا ہوں " " ہاں بتاؤ " اُس نے جواب میں کہا۔ حضرت سلکانؓ نے کہا " جب سے یہ آدمی (حضور اکرمؐ) آیا ہے ہم مصائب کی زد میں آ گئے ہیں، سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے، کاروبار چوپٹ ہو گیا ہے۔ بال بچے بھوکوں مر رہے ہیں، محنت مشقت کرتے کرتے جان عذاب میں آ گئی ہے لیکن عقدہ ہے کہ کھلنے کا نام نہیں لیتا " کعب نے کہا " جو باتیں تم اب ۲ سال گزرنے کے بعد کہہ رہے ہو۔ وہی باتیں میں نے تمہیں پہلے دن کہہ دی تھیں۔ لیکن تم نے کان نہیں دھرا تھا "

Marfat.com

اس کے بعد حضرت سلکان رضی اللہ عنہ نے کہا "جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب از راہِ کرم ہمارے اہل و عیال کے کھانے پینے کا کچھ بندوبست کر دو، یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہو گا۔ اور تمہاری تسلی کے لئے ہم کوئی نہ کوئی چیز رہن رکھنے کو بھی تیار ہیں" اس کے بعد دونوں میں مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

کعب :- کیا تم اپنے بچے میرے پاس گروی رکھ سکو گے؟

سلکان :- کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب ہمارے بچے جوان ہوں تو لوگ انہیں طعنے دے کر چڑایا کریں اور وہ شرم اور ندامت سے ہیں کو ہیں۔

کعب :- تو بیویوں کو رہن رکھ دو۔

سلکان :- کعب! تم مدینے میں سب سے زیادہ خوش پوش اور جوان رعنا شمار ہوتے ہو۔ ہمیں خدشہ ہے کہ اگر وہ تم پر فریفتہ ہو جائیں تو اس طرح کتنے گھرانوں کا سکون غارت ہو جائے گا۔ ہاں اگر چاہو تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ میرے ساتھ کچھ اور حاجت مند بھی ہیں۔ جنہیں شاید اس پر اعتراض نہ ہو گا۔

کعب :- ہاں مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ (سلکان بن سلامہ کی کنیت) واپس آ گئے اور حضور کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ساتھیوں کو لیا اور ہتھیار رہن رکھنے کے بہانے سے کعب کے قلعہ نما مکان کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ کعب نے نئی نئی شادی رچائی تھی، جلدی سے دروازہ کھولنے کو اٹھا تو بیوی نے روکا کہ تم لڑنے بھڑنے والے آدمی ہو، بے وقت باہر مت جاؤ۔ مجھے اس بے وقت دستک میں شر کی چیخ سنائی دی ہے کعب نے کہا "نہیں ایسی کوئی بات نہیں، یہ ابو نائلہ ہے جو کسی خاص غرض کے لئے آیا ہے علاوہ ازیں میں ایک جنگ جو آدمی ہوں، اگر کوئی نیزے کی انی چبھونے کو بھی بلائے

Marfat.com

تو مجھے بیک کہنا چاہیئے "

دستک کعب نے دروازہ کھولا تو تھوڑی دیر تک وہیں کھڑے باتیں کرتے رہے چونکہ چاندنی چٹکی ہوئی تھی، چہل قدمی کے لئے شعب عجوز کی طرف چل دیئے، کعب نے سر میں خوشبودار تیل ڈال رکھا تھا۔ حضرت ابو نائلہؓ بار بار اس کے بالوں میں ہاتھ ڈالتے اور سونگھتے تاکہ وہ بہل جائے۔ چند قدم آگے گئے، ہوں گے کہ انہوں نے اسے بالوں سے قابو کر لیا۔ اور ساتھیوں سے کہا کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے حملہ کر دیا لیکن ہر دفعہ تلواریں باہم ٹکرا جائیں۔ اور وہ بچ جاتا۔ آخر حضرت ابو نائلہ نے ایک پتلی سی چھری اس کے پیٹ میں ماری۔ جو دوسری طرف سے نکل گئی۔ اس دار و گیر میں کعب اتنے زور سے چیخا کہ قرب وجوار کے تمام قلعہ نما گھروں میں آگ جل اٹھی (یہ خطرے کی علامت سمجھی جاتی تھی) جب تڑپ تڑپ کر مر گیا تو سر کاٹ لیا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس افراتفری میں حضرت بن عوف اپنے ہی رفقاء کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے اور خون بہہ جانے سے ٹھیک سے نہیں چل سکتے تھے۔ حضور اکرمؐ رات کے پچھلے پہر نماز تہجد پڑھ رہے تھے کہ حضرت حارثؓ کی صحت کے لئے دعا فرمائی [1]

چونکہ یہود کی طرف سے اندیشہ انتقام تھا اور اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ مبادا وہ قلعوں سے نکل کر حملہ آور ہو جائیں۔ اس لئے حضور اکرمؐ نے حکم دے دیا تھا کہ صحابہ محتاط رہیں اور اگر یہود جرأت رندانہ کا مظاہرہ کریں تو ان کی مناسب گوشمالی کی جائے۔ لیکن وہ جان کے ڈر سے دبک گئے اور کچھ نہ کر سکے

قتل علی بن سُنینہ یہ شخص تجارت پیشہ تھا۔ اور مالدار یہود سے شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرمؐ کے خلاف بدگوئی اور ہرزہ سرائی میں کسی سے کم

---

[1] ابن سعد، جلد دوم، ص ۔ ۲۷۲، ۲۷۱، ابن ہشام، جلد دوم، ص ۔ ۱۲۴

Marfat.com

نہیں تھا آپ کو اس کی معاندانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملتی رہتی۔ جب کعب بن اشرف کے قتل کے بعد محتاط ہونے کی بجائے زیادہ نڈر اور بے باک ہو گیا۔ اور اس کی زبان درازی حد سے گزر گئی تو تنگ آکر آپ نے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ کون اس شقی سے میرا پیچھا چھڑائے گا۔ چنانچہ ایک دن محیصہؓ بن مسعود نے موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا۔ ان کے بھائی کا نام عویصہ تھا جو ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ اس نے بھائی سے کہا کہ تم نے فلاں شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ تمہارے پیٹ کی ساری چربی اس کے مال کا کرشمہ ہے۔ کیا یہ ناشکر گزاری نہیں۔

حضرت محیصہؓ نے کہا "جس شخص نے مجھے اس کے قتل کی ترغیب دی تھی اگر تمہارے متعلق کہیں تو میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا" حویصہ نے کہا "سچ مچ" انہوں نے جواب دیا "بلاشبہ" اس پر عویصہ نے کہا "جس دین نے تمہاری قلب ماہیت کر دی ہے۔ یقیناً وہ عجیب و غریب دین ہے" چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ [1]

سوال وجواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان یہود کا سیاسی قتل اس معاہدے کی رُوح کے خلاف نہیں تھا جو حضورؐ اور یہود مدینہ کے درمیان طے پایا تھا اور جس میں واضح طور پر درج تھا کہ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔ جواباً عرض ہے کہ بلاشبہ معاہدے کی تیسری شق میں دوستانہ برتاؤ کا ذکر ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب فریق ثانی بھی پابندی معاہدے کا خیال رکھے۔ حالانکہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دستخطوں کی سیاہی بھی خشک نہیں ہونے پائی تھی کہ یہود کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا تھا اور جب کفار قریش نے تھپکی دی تھی تو ان کی دول فطرتی نے سب بند توڑ کر رکھ دیئے تھے۔

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۴۷

Marfat.com

کعب بن اشرف اور علی بن سنینہ دونوں یہودی تھے، اگر قوم ان کے طرز عمل سے متفق نہ تھی تو انہیں چاہیئے تھا کہ انہیں روکتے اور اگر وہ ان کی فہمائش کے باوجود ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے تھے تو معاہدے کی رُو سے کسی رعایت کے مستحق نہیں تھے اگر انہیں کیفر کردار تک نہ پہنچایا جاتا تو ہر طرف سے برساتی مینڈکوں کی آوازیں آنا شروع ہو جاتیں اور معاشرے کی نیند حرام ہو جاتی۔

جب یہود نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ ان کے آدمیوں کو دھوکے سے قتل کیا جا رہا ہے تو آپ نے شکایت کنندگان کو ان کے دل آزار کارناموں کی فہرست پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ مجھ سے شکایت کی بجائے تمہیں ان کی زبان بندی کرنا چاہیئے تھی اگر وہ ان افعال شنیعہ کے مرتکب نہ ہوتے تو مسلمان انتقامی کارروائی کیوں کرتے۔ اس معاہدے کے پرخچے تو تم نے اڑا ہی دیئے ہیں۔ چاہو تو از سر نو اور معاہدہ کر لو، چنانچہ نیا معاہدہ تحریر میں لایا گیا۔ [1]

غزوہ غطفان

یہ غزوہ ہجرت کے پچیسویں مہینے ماہ ربیع الاول میں پیش آیا۔ رسول اکرمؐ کو اطلاع موصول ہوئی کہ بنو ثعلبہ اور محارب کے کچھ لوگ بہ مقام ذی امر دعثور بن حارث کی قیادت میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیں، آپؐ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے صورت حال بیان کی اور چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس لشکر میں ساڑھے چار سو آدمی تھے جن میں سے اکثر کے پاس گھوڑے تھے۔ آپ ۱۲ ربیع الاول کو مدینے سے روانہ ہوئے اور شہر کا نظم و نسق حضرت عثمانؓ کے سپرد کیا۔

---

[1] ابن سعد، جلد دوم، ص۔ ۳۷۶

Marfat.com

راستے میں بنو ثعلبہ کا ایک شخص جس کا نام جبار تھا اسلامی لشکر کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہ اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے کہا کہ میرے قبیلے کے لوگوں کو جب آپ کے کوچ کی خبر ملی تو وہ بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ہیں اب وہ مقابلے میں نہیں آئیں گے آپ نے جبار کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ اسی مہم کے دوران میں دعثور بن حارث بھی مسلمان ہوگیا۔ چونکہ وہ رئیسِ قبیلہ تھا اس لئے اس کی وجہ سے سارا قبیلہ آغوشِ اسلام میں آگیا[1]۔ آپ گیارہ دن مدینہ سے باہر رہے۔

غزوۂ بحران

ہجرت کے ستائیسویں مہینے (جمادی الاولیٰ ۳ھ) میں یہ واقعہ پیش آیا۔ بحران فرع کے نواح میں مدینے سے ۹۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضور اکرمؐ کو اطلاع ملی کہ بحران میں بنو سلیم مدینے پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ آپؐ نے ۶ جمادی الاولیٰ کو مدینے سے کوچ فرمایا۔ حضرت ابنِ ام مکتوم کو مدینے کی سیادت عطا ہوئی۔ جب آپ واردِ بحران ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنو سلیم مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے ہیں۔ حضور اکرم دس روز مدینے سے باہر رہے[2]۔ ابنِ ہشام کی روایت ہے کہ یہ غزوہ ربیع الآخر میں پیش آیا۔ اور آپ کافی عرصہ وہاں ٹھہرے رہے۔ اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے قیام کے بعد تشریف لائے[3]۔ یہ روایت اس لئے محلِ نظر ہے کہ چونکہ قریشِ مکہ کے حملے کا زبردست خطرہ تھا اس لئے آپ اتنے طویل عرصہ کے لئے باہر نہیں رہ سکتے تھے۔

---

[1] ابنِ سعد، جلد دوم، ص ۳۷۷

[2] " " " ۳۷۸

[3] ابنِ ہشام " " ۱۲۰

Marfat.com

غزوۂ اُحد

تیاری یہ غزوہ ہجرت کے بتیسویں مہینے ۷ شوال ۳ھ کو ہفتے کے دن پیش آیا۔ جب کفار قریش میدانِ بدر سے پٹ پٹا کر واپس لوٹے اور ابو سفیان بھی کاروانِ تجارت لئے بخیر و عافیت مکے پہنچ گیا۔ تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ' ابو سفیان کے پاس آئے اور مسلمانوں سے انتقام کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اور تمام قریش سے اپیل کی کہ اس دفعہ انہیں مالِ تجارت پر جو منافع حاصل ہوا ہے وہ جنگی فنڈ میں دے دیں تاکہ مسلمانوں سے انتقام کی راہ ہموار ہو جائے۔

اس عہد کے عرب معاشرے میں انتقام ایک اہم اخلاقی اور سماجی فرض تھا۔ اگر کوئی شخص اس کی بجا آوری میں تساہل یا غفلت کا مظاہرہ کرتا تو قبائل کی برادری میں اسکی ناک کٹ جاتی، قریش کی جو گت بنی تھی وہ یوں بھی انہیں چین نہیں لینے دیتی تھی۔ اس پر کعب بن اشرف یہودی نے جو نمک پاشی کی تھی۔ اس سے زخم ناکامی میں ٹیسیں اٹھنا شروع ہو گئی تھیں وہ بدبخت اس وقت مکے سے رخصت ہوا تھا جب قریش نے پردۂ کعبہ کو تھام کر انتقام لینے کی قسم کھائی تھی۔ قریش تمام عرب میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے اس شکست نے ان کے نسلی غرور اور معاشرتی گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا تھا اگر وہ اس رسوائی کا بدلہ نہ لیتے تو سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس کے علاوہ ان پر ہر طرف سے دباؤ پڑ رہا تھا چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے قرب و جوار کے قبائل کو ہم نوا بنانا شروع کر دیا۔

صفوان کا بھکانا ہم لکھ آئے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو جمحی کو جو بدگو شاعر تھا۔ حضور اکرمؐ نے ... بوجہ ناداری بغیر ادائیگی زرِ فدیہ رہا کر

Marfat.com

دیا تھا اور اُس نے زبان بندی کا وعدہ کیا تھا۔ صفوان بن امیہ اس کے پاس گیا اور اس مہم میں اس سے طالب امداد ہوا۔ اُس نے کہا کہ میں نے رہائی کے وقت محمد سے خاموش رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ صفوان نے کہا کہ "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اگر تم جنگ سے بخیریت و عافیت آ گئے، تو تمہیں نہال کر دیں گے۔ اور اگر کوئی اُفتاد پڑ گئی تو میں تمہارے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

عورتیں لشکرِ کفار میں

جُبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس نے اپنے حبشی غلام کو جس کا نام وحشی تھا کہا کہ تم اگر میرے چچا کا انتقام لینے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ یہ شخص برچھی پھینکنے میں بڑا ماہر تھا۔ قریش نے اس معرکے میں شدت پیدا کرنے کے لئے کچھ عورتیں بھی شامل کر لی تھیں، عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے، پانی پلانے اور بہادروں کو لڑائی پر اکسانے میں بڑا مفید کردار ادا کرتی تھیں۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق مندرجہ ذیل عورتیں شامل لشکر تھیں۔

۱:۔ ہندہ بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی

۲:۔ ام حکیم بنت حرث بن ہشام، جو عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھی۔

۳:۔ فاطمہ بنت ولید، جو حرث بن ہشام کی بیوی اور حضرت خالدؓ کی بہن تھی

۴:۔ برزہ بنت مسعود بن عمرو، جو صفوان بن امیہ کی بیوی تھی۔

۵:۔ ریطہ بنت منبہ بن حجاج، جو عمرو بن عاص کی بیوی تھی

۶:۔ سلافہ بنت سعد بن شہید، طلحہ بن ابوطلحہ کی بیوی تھی۔

۷:۔ خناس بنت مالک بن مضرب، جو حضرت مصعب بن عمیر کی ماں تھی

۸:۔ عمرہ بنت علقمہ از بنو حرث [1]

---

[1] ابن سعد نے عورتوں کی تعداد پندرہ بتائی ہے، لیکن نام نہیں لکھے۔ جلد دوم، ص ۔ ۲۷۹

Marfat.com

نقشۂ جنگ اُحد

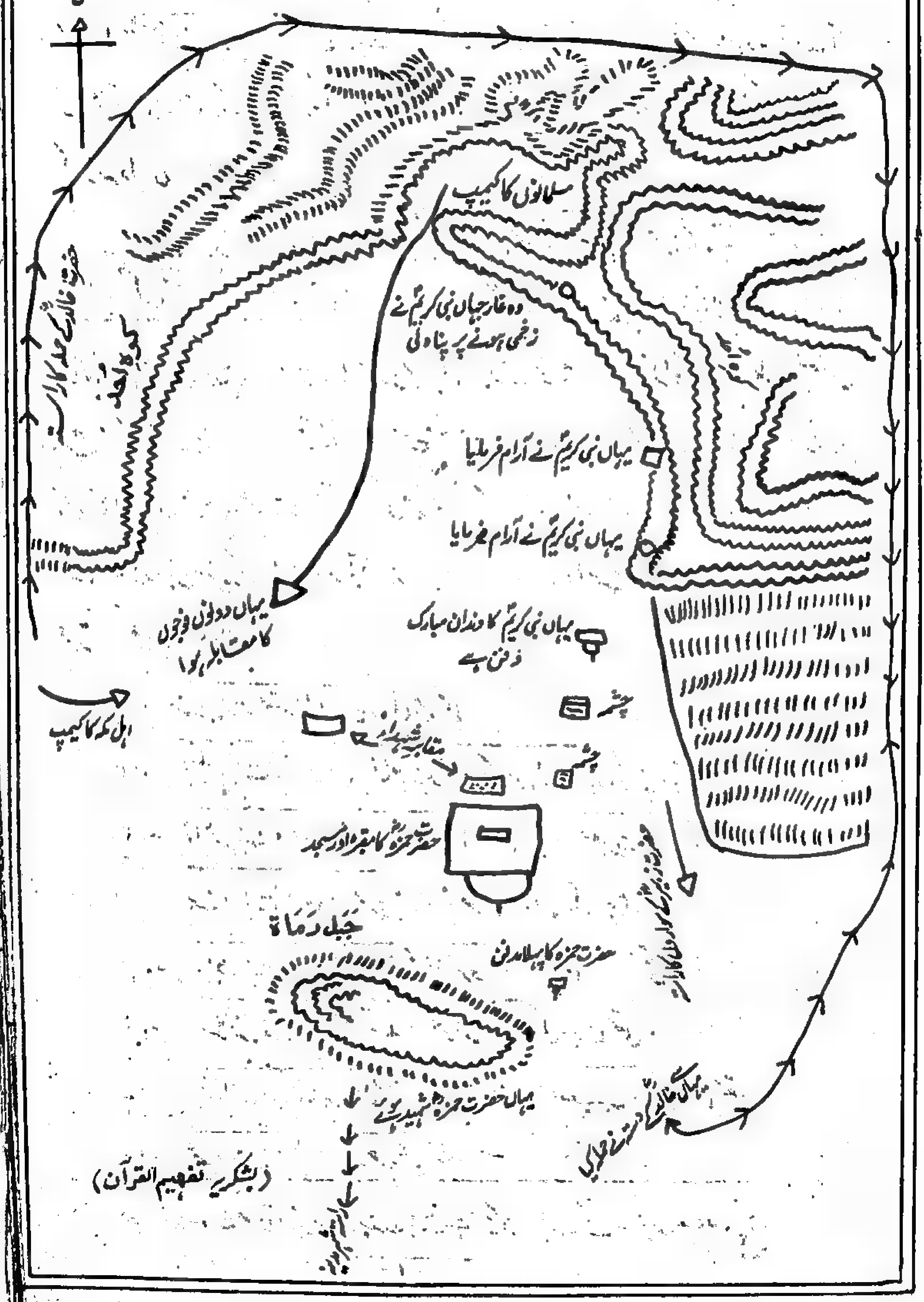
شمال
مسلمانوں کا کیمپ
کوہِ اُحد
وہ غار جہاں نبی کریم نے
زخمی ہونے پر پناہ لی
یہاں نبی کریم نے آرام فرمایا
یہاں نبی کریم نے آرام فرمایا
یہاں دونوں فوجوں
کا مقابلہ ہوا
یہاں نبی کریم کا دندان مبارک
دفن ہے
چشمہ
چشمہ
اہل مکہ کا کیمپ
مقابر شہداء
حضرت حمزہ کا مقبرہ اور مسجد
جبل رماۃ
حضرت حمزہ کا پہلا دفن
یہاں حضرت حمزہ شہید ہوئے
(بشکریہ تفہیم القرآن)

چونکہ قریش کے ارادے بڑے بھیانک تھے۔ اس لئے حضرت عباسؓ نے خفیہ طور پر حضورؐ کو مطلع کر دیا۔ علاوہ ازیں قریش کی جنگی تیاری کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ چنانچہ ہر طرح کی خبریں ہوا کے کندھوں پر سوار ہو کر مدینے پہنچ رہی تھیں اور یہود اور منافقین مدینہ تک مرچ لگا کر بات کا بتنگڑ بنا رہے تھے۔ آپ نے حضرت عباسؓ کے خط کا ذکر سعدؓ بن ربیع سے کیا اور پھر تیاری کا حکم دیا۔ حضورؐ کی کمان میں ایک ہزار آدمی تیار ہوئے۔ جن میں ایک سو زرہ پوش تھے۔

تحقیقِ حال

جب تواتر سے لشکرِ قریش کی آمد کی خبریں پہنچنے لگیں تو حضور اکرمؐ نے جناب انس و مونس کو تحقیقِ حال کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے آکر تصدیق کی کہ قریش کا لشکر وادیٔ عریض میں پہنچ گیا ہے۔ اور ان کے اونٹوں اور گھوڑوں نے گھاس کا صفایا کر دیا ہے۔ بعدہٗ آپؐ نے حضرت خباب بن منذر کو تعدادِ لشکر کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے متعین فرمایا۔ لشکرِ قریش کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ اونٹ تین ہزار اور گھوڑے دو سو تھے، چونکہ کفار کے شب خون کا خدشہ تھا۔ اس لئے پہرہ بٹھا دیا گیا۔ نیز حضورؐ کی حفاظت کے لئے حضرت سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر مسجدِ نبویؐ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔

خواب

جس طرح جنگِ بدر سے پہلے حضور اکرمؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔ اس طرح اب کے بار حضور اکرمؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کی تلوار کی دھار میں دندانہ پڑ گیا ہے۔ آپ نے ایک مضبوط زرہ پہن رکھی ہے اور ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے، فرمایا" اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہونے والی جنگ میں کوئی میرا عزیز شہادت پائے گا۔ زرہ سے مُراد مدینہ ہے۔ جسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گی۔ اور گائے سے مُراد میرے رفقاء ہیں جو شہید ہوں گے۔

اختلاف

جمعے کی صبح کو صحابہ کرامؓ میں اس بات پر اختلافِ رائے ہو گیا کہ کفار کے خلاف جنگ کے لئے شہر میں ہی مورچہ بندی کی جائے۔ یا شہر سے

باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ اور کچھ جوشیلے نوجوان چاہتے تھے کہ شہر سے باہر مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ دشمن بزدلی اور کمزوری کا طعنہ نہ دے سکے۔

رسولِ اکرمؐ اور صحابہ کی کثیر تعداد شہر چھوڑ کر جانے پر رضامند نہ تھی، یہی رائے عبداللہ بن ابی کی تھی، اُس نے عرض کی "یارسول اللہ! اس شہر کی قدیم روایت یہ چلی آتی ہے کہ جب بھی شہر سے نکلے، ہمیں نقصان اٹھانا پڑا، اور اگر ہم شہر بند ہو گئے اور دشمن حملہ آور ہوا، تو اُسے مُنہ کی کھانا پڑی، آپ کفار کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، اگر وہ وہاں سے آگے پیچھے ہلتے جُلتے نہیں، تو آپ بھی تعرض نہ فرمائیں، لیکن اگر وہ حملہ آور ہونے کی حماقت کرتے ہیں تو تیروں سے اُن کا استقبال کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی شہر تک پہنچ بھی گئے تو مدینے کی عورتیں اور بچے اسے سنگسار کر دیں گے جو بچ گئے وہ ذلیل و رُسوا ہو کر بھاگ جائیں گے"

شہر سے باہر مقابلے پر اصرار کرنے والوں کو خدشہ تھا کہ اگر لشکرِ قریش کو اور دو چار دن ٹھہرنے کا موقع مل گیا، تو چونکہ موسم بہار تھا اور ربیع کی فصل پک کر تیار ہو چکی تھی۔ اُن کے اونٹ اور گھوڑے گھاس کا ایک ایک تنکہ اور گندم کا ایک ایک خوشہ کھا جائیں گے اور وہ بھوکوں مریں گے جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ تو حضور اکرمؐ اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے تو صحابہؓ نے ناگواری کے اثرات آپ کے چہرۂ مبارک پر دیکھے تو آپ کی رائے سے متفق ہو گئے لیکن یہ مشیت بعد از جنگ تھی۔ آپ نے فرمایا "ایک نبی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ زرہ پہنے اور جنگ کئے بغیر اتار دے، اب کوچ کی تیاری کر دو" چنانچہ آپ نے بعد از نمازِ جمعہ اُحد کی طرف کوچ فرمایا،

اسلامی علم حضور اکرمؐ نے تین نیزے منگوا کر تین علم تیار کرائے، اوس کا علم حضرت اُسید بن حضیر کو، خزرج کا خباب بن منذر کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو دیا۔ مدینے کا بندوبست حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم کے سپرد ہوا۔ حضور اکرمؐ گھوڑے پر سوار ہوئے، کندھے پر کمان تھی اور ہاتھ میں نیزہ، سر پر لوہے کی

Marfat.com

ٹوپی اور خود بھی تھا۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ بن معاذ زرہیں پہنے گھوڑے کے آگے دوڑتے جاتے تھے۔ باقی لشکر دائیں بائیں تھا۔ جب شیخین کے مقام پر پہنچے تو اتر پڑے (یہ احد کی راہ میں دو قلعوں کا نام تھا) سورج غروب ہو چکا تھا، حضرت بلالؓ نے اذان دی اور نمازِ خوف ادا فرمائی اور وہیں رات بسر کی، پہرے کی خدمت حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے سپرد ہوئی جو پچاس آدمیوں کے ساتھ رات بھر جاگتے رہے، رات کے پچھلے پہر ابوخیثمہ کی راہ نمائی میں میدان جنگ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں شوط کے مقام پر عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ یہ کہہ کر علیحدہ ہو گیا کہ چونکہ رسول اللہ نے اس کے مشورے کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور نو عمر چھوکروں کی بات مان لی ہے۔ اس لئے وہ بھی ترکِ رفاقت پر مجبور ہے۔ رئیس المنافقین کے اس دل شکن اقدام سے لشکر میں سخت بددلی پھیل گئی، اور دو ایک اور قبیلے بھی دل ہار بیٹھے جو سمجھانے بجھانے کے بعد بمشکل آمادۂ رفاقت ہوئے۔

عبداللہ بن ابی کی علیحدگی

جب عبداللہ بن ابی راستے سے لوٹ گیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام بھی ساتھ ہو لئے تھے۔ اور راستہ بھر عبداللہ بن ابی کو سمجھاتے رہے تھے۔ کہ وہ اس اقدام سے باز آجائے اور رسولؐ اللہ کی رسوائی کا باعث نہ بنے لیکن اس مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ راستے میں مربع بن قیظی کا احاطہ پڑتا تھا، یہ شخص اندھا تھا جب اس نے حضورِ اکرمؐ اور لشکرِ اسلام کے پاؤں کی آہٹ سنی تو خاک اڑانا شروع کر دی اور لگا اول جلول بکنے، صحابہ کرامؓ نے اس کا قصہ تمام کرنا چاہا، لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر منع کر دیا۔ کہ وہ صرف آنکھوں کا اندھا نہیں ہے دل کا بھی اندھا ہے۔ لیکن پاس سے گزرتے ہوئے جناب سعدؓ بن زید نے اس کے سر پر کمان کی ایک ضرب لگا ہی دی جس سے وہ زخمی ہو گیا۔

لہ۔ ابنِ سعد، جلد دوم، ص ۔ ۲۸۲

صف آرائی

حضور اکرمؐ مقام اُحد پر پہنچے ۔ تو پہاڑ کو پیٹھ پیچھے رکھ کر صف آرائی کی اور حکم دیا کہ جب تک کفار حملہ آور نہ ہوں، تم حملہ نہ کرنا۔ اس پر ایک انصاری نے عرض کی " یارسول اللہ! قریش مکہ نے اپنے تمام مویشی بنو قیلہ کے کھیتوں میں چھوڑ دیئے ہیں اگر ہم انتظار ہی کرتے رہے تو یہ علاقہ چٹیل میدان بن جائے گا " حضور اکرمؐ نے اس سے اتفاق فرمایا اور تیاری کا حکم دیا ۔ صفیں ٹھیک سے درُست ہو چکیں تو علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کے حوالے کیا۔ سواروں کے دستے پر حضرت زُبیرؓ بن عوام کو مقرر فرمایا ۔ جو لوگ زرہ پوش نہیں تھے ۔ ان کی کمان حضرت حمزہؓ کو عطا کی۔ سپاہ میں کچھ تعداد نو عمر لڑکوں کی بھی تھی ۔ آپ نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ کسی نے عرض کی "یارسول اللہ! رافعؓ بن خدیج بہت اچھا تیر انداز ہے انہیں اجازت مل گئی، تو سمرہ بن جندب نے کہا "یارسول اللہ! میں کشتی میں رافع کو پچھاڑ لیتا ہوں، کشتی ہوئی اور انہیں بھی اجازت مل گئی ۔ لیکن اسامہؓ بن زید، عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابت، براء بن عازب، عمرو بن حزام، اور اسید بن حضیر کو کم عمر ہونے کی وجہ سے اگلی جنگ کا انتظار کرنا پڑا، چونکہ پشت کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ اس لئے حضور اکرمؐ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ بائیں ہاتھ پر ایک درّے کو روکنے کی خدمت سپرد کی اور تاکید کی کہ خواہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ لیں۔ تم کسی حالت میں بھی وہاں سے نہ ہٹنا۔

جب کفار قریش نے آپ کی مصروفیتوں کو بنظر غائر ملاحظہ کیا تو نزاکت حالات کا اندازہ لگا لیا۔ اور صف بندی شروع کر دی ۔ چنانچہ میمنہ کی کمان خالد بن ولید کو اور میسرہ کی عکرمہ بن ابو جہل کو ملی ۔ سواروں کے دستے پر صفوان بن امیہ کو مقرر کیا۔ تیراندازوں کا دستہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کی تحویل میں تھا ۔ علم طلحہ کے پاس تھا۔ ضرورت کے لئے دو سو

---

[1] سیرت، جلد اول، ص ۳۷۲

Marfat.com

کوتل گھوڑے بھی تھے۔

ابو دجانہؓ

جب دونوں لشکر ہمہ تن مستعد ہو گئے۔ تو آپؐ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا "کہ کون اس کا حق ادا کرے گا" کئی ہاتھ اٹھے۔ لیکن آپؐ نے حضرت ابو دجانہؓ کو تھما دی۔ وہ جنگی چالوں میں بڑے ماہر اور تسلیم شدہ بہادر سپاہی تھے، انہوں نے پوچھا "یارسول اللہ! تلوار کا کیا حق ہے" فرمایا "تم اسے اس طرح استعمال کرو کہ کاٹتے کاٹتے ٹیڑھی ہو جائے" ابو دجانہؓ نے کہا "بسر و چشم یارسول اللہ! حضرت ابو دجانہؓ کے پاس سرخ رنگ کی ایک پٹی تھی جسے وہ لڑائی کے موقعہ پر سر سے باندھ لیتے، چنانچہ حسب معمول وہ پٹی سر پر لپیٹ لی اور میدانِ جنگ میں دونوں لشکروں کے درمیان اکڑ اکڑ کر چلنے لگے، حضور اکرمؐ نے فرمایا" اللہ تعالےٰ کو یہ طریقہ پسند نہیں لیکن جنگی ضرورت کے پیشِ نظر چنداں معیوب بھی نہیں۔

ابو عامر فاسق

جس زمانے میں حضور اکرمؐ ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تھے، بنو ضبیعہ کا ایک شخص ابو عامر عبد عمر بن صیفی، حسد اور بغض کی بنا پر اوس کے پچاس آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینے سے مکے چلا گیا تھا۔ یہ شخص پارسائی اور پرہیزگاری کی وجہ سے راہب کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ جب حضورؐ کو اس کی نفرت اور اسلام بیزاری کا علم ہوا، تو آپؐ نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھ دیا۔ وہ کفارِ مکہ میں بیٹھ کر بڑیں ہانکا کرتا کہ مدینے میں میرا اتنا اثر و رسوخ ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ پائیں تو سارے شہر میں دو آدمی بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو اختلاف کی جرأت کر سکیں۔

جب دونوں طرف صف آرائی مکمل ہو چکی، تو سب سے پہلے ابو عامر اپنے پچاس آدمیوں کو ساتھ لئے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا "اے اہلِ مدینہ! جانتے ہو میں کون ہوں" انصار نے بیک زبان جواب دیا" او فاسق! خدا ہمیں تیری منحوس شکل نہ دکھائے" اس برجستہ تعریض پہ کہنے لگا "میری غیر حاضری میں قوم پر جو اُفتاد پڑی ہے، مجھے اس کا علم ہے۔"

گویا اس طرح وہ انصار کو ہمدرد بنانا چاہتا تھا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔

قریش کا عَلَم

قریشِ مکہ میں عَلَم برداری کا منصب بنو عبد الدار کے پاس تھا۔ ابو سفیان نے ان سے مخاطب ہو کر کہا " اے بنو عبد الدار! جنگِ بدر میں یہ جھنڈا تمہارے پاس تھا، وہاں جو ہماری گت بنی وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہماری روایت تو یہ چلی آرہی ہے کہ عَلَم اُسی وقت گرتا ہے، جب عَلَم اٹھانے والا قبیلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اب یا تو عَلَم کے وقار کو قائم رکھنے کا وعدہ کرو، اور یا اس ذمہ داری سے علیحدہ ہو جاؤ" چنانچہ انہوں نے پختہ وعدہ کیا کہ وہ قومی وقار کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے۔ اور حق یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس فداکاری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ لائق صد ہزار تحسین ہے۔ قریش کی طرف سے طلحہ بن ابی طلحہ جھنڈا لیے میدان میں آیا۔ اور دعوتِ مبارزت دی۔ ادھر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نکلے، ایسا کاری وار کیا کہ کھوپڑی پھٹ گئی، اس پر حضور اکرمؐ اور مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ طلحہ کے بھائی عثمان نے عَلَم اٹھایا اور عورتوں کے آگے آگے رجز پڑھتا میدان میں آیا تو اسے حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب نے ٹھکانے لگا دیا۔ اب ابو سعد بن ابی طلحہ کی باری تھی وہ سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد مسافع بن طلحہ نے عَلَم اٹھایا جسے عاصم بن ثابت نے قتل کر دیا۔ پھر کلاب بن طلحہ آیا جسے زبیر بن عوام نے ختم کر دیا۔ اس کے بھائی الجلاس بن طلحہ بن عبید اللہ نے ارطاۃ بن شرجیل کو حضرت علیؓ اور شریح بن قارظ کو کسی نامعلوم مجاہد نے تیر کا نشانہ بنایا۔ آٹھ آدمی یکے بعد دیگرے جان دے چکے تھے۔ اب اس خاندان کا ایک غلام صواب نامی باقی رہ گیا تھا۔ اس نے عَلَم اٹھایا تو اس زور کی تلوار پڑی کہ دونوں ہاتھ کٹ گئے، زمین پر گر پڑا۔ اور عَلَم کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اور یہ کہتے ہوئے جان دیدی کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ عَلَم خاک پر پڑا تھا اور کسی کو آگے بڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی تھی۔ کہ ایک جانباز عورت عمرہ بنت علقمہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھی اور عَلَم کو اٹھا لیا۔

عمومی جنگ

اب عمومی جنگ کا آغاز ہوا، بہادر تلواریں سونتتے آگے آگے اور رجز پڑھنے والی عورتیں پیچھے تھیں اور دف بجا بجا کر لڑائی پر اکسا رہی تھیں مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور ابو دجانہؓ ہر جگہ نمایاں تھے، جدھر رخ کرتے کفار کی صفیں الٹ دیتے، زبیر بن عوام سے روایت ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے اپنی تلوار نکالی تھی تو مانگنے والوں میں میں بھی تھا۔ لیکن جب حضورؐ نے ابو دجانہؓ کو دے دی تھی تو میں اس بات سے کچھ آزردہ خاطر تھا۔ چنانچہ جب عام جنگ چھڑ گئی تو میں ابو دجانہؓ کے ساتھ ساتھ ہو لیا تاکہ دیکھوں کہ وہ حضور اکرمؐ کے حسنِ ظن پر کس طرح پورے اترتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص بھی ان کے مقابلے میں آیا، مارا گیا۔ میں نے کفار کی صفوں میں ایک شخص کو دیکھا جو ہمارے جس زخمی کے پاس سے گزرتا، اسے ختم کر دیتا۔ میں نے دیکھا کہ ابو دجانہ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں دل میں دعا کر رہا تھا کہ خدا کرے وہ دونوں آمنے سامنے آئیں تاکہ ان کے جوہر کھلیں، آخر وہ گھڑی آگئی، آتے ہی مشرک نے وار کیا جسے ابو دجانہؓ نے تلوار پہ روکا، لیکن جب ابو دجانہؓ نے وار کیا تو وہ نہ روک سکا اور مارا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ تلوار ہندہ بنت عتبہ پر اٹھائی۔ لیکن اس خیال سے درگزر کر گئے کہ عورت کو قتل کرنا رسول اکرمؐ کی تلوار کی توہین ہے۔ حضرت زبیرؓ راوی ہیں۔ میں ابو دجانہؓ کی مہارت اور حضور اکرمؐ کی پرکھ کا قائل ہو گیا۔[1]

جنگ پوری شدت سے جاری تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ لشکر کفار کے لئے مصیبت بنے ہوئے تھے۔ جدھر کا رخ کرتے، صفوں کی صفیں الٹ دیتے، آہستہ آہستہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا گیا۔ اور کفار نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مسلمان سمجھے کہ کفار پٹ گئے اور اب ان کے قدم نہیں جمنے پائیں گے۔ اس غلط فہمی میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، ص ۱۳۰؛ ۵۲۷

گیا۔ اور کفار کا تعاقب کرنے اور ان کی فوجی چال کو سمجھے بغیر مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے، پچاس تیر اندازوں کا وہ دستہ جو حضرت عبداللہ بن جبیر کی کمان میں دَرّے کی حفاظت پر مامور تھا بھی ضبط قائم نہ رکھ سکا اور مالِ غنیمت جمع کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ کمانڈر نے بہتیرا سمجھایا اور حضور اکرمؐ کا حکم بار بار یاد دلایا۔ لیکن کفار کا ہمرنگ زمین دام، اپنا کام کر گیا ہر آدمی مالِ غنیمت کے سمیٹنے میں ہمہ تن لگ گیا تھا۔

خالد بن ولید کا حملہ

حضرت خالدؓ بن ولید نے جو کفار کے میمنہ پر متعین تھے مسلمانوں کی اس خطرناک لغزش کو بھانپ لیا۔ اور فوج لے کر پہاڑی کے عقب سے بجلی کی سُرعت کے ساتھ دَرّے کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ وہیں کھڑے تھے۔ سخت غیر مساوی مقابلہ تھا۔ لیکن مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر مالِ غنیمت کی چھینا جھپٹی میں منہمک تھا کہ حضرت خالدؓ نے پشت سے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمان بوکھلا اٹھے اور بدحواسی میں دوست دشمن کی تمیز نہ رہی، اُدھر جنگ کا نقشہ پلٹا۔ ادھر بھاگنے والے لشکر نے رَجعت قہقری شروع کر دی۔ اب مسلمان فوج چکی کے دو پاٹوں کے درمیان بُری طرح پس رہی تھی۔ اس افراتفری میں وحشی نے جو حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ انہیں سباع بن عزی پر وار کرتے دیکھا، وار اوچھا پڑا، وحشی نے موقعہ پاتے ہی برچھی پھینکی جو پیٹ میں لگی اور دوسری طرف سے نکل گئی اور حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔

افواہ

حضرت مصعبؓ بن عمیر جو حضور اکرمؐ کی حفاظت پر مامور تھے عبداللہ بن قمیئہ نے انہیں شہید کر دیا۔ چونکہ وہ قد و قامت اور شکل و شباہت میں حضور سے ملتے جلتے تھے۔ افواہ پھیل گئی کہ نعوذ باللہ ابن قمیئہ نے آپ کو شہید کر دیا ہے۔ مرے کو مارے شاہ مدار، اس وحشت ناک افواہ سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن" دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں۔ اور سر کٹ کٹ

کر گر رہے تھے ۔ اسلامی لشکر پر عجب گو مگو کی کیفیت طاری تھی ۔ ہر آنکھ آپ کے تعاقب میں اِدھر اُدھر بھٹکتی پھرتی تھی لیکن ناکام ۔ فرطِ اضطراب سے کلیجہ منہ کو آرہا تھا ۔ اور جگر شق ہونے کو تھے ۔ اسی مایوسی اور بے یقینی کی حالت میں کئی صحابہؓ نے تلواریں پھینک دیں ۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے ۔ ابن نضر نے جو پورے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے ، پوچھا " عمر! کیوں کھڑے ہو گئے ہو " کہنے لگے : حضور اکرمؐ شہید ہو گئے ہیں ۔ اب لڑ کر کیا کریں گے ۔ اگر حضورؐ واقعتاً شہید ہو گئے ہیں تو جی کر کیا کریں گے " اس برجستہ جواب نے بڑا کام کیا تلوار اٹھا لی اور پھر صفوں میں گھس گئے ۔

بدحواسی کا نتیجہ

ہر چند حضور اکرمؐ کی افواہِ شہادت سے مسلمانوں کی تندی و تیزی میں کمی آگئی تھی ، لیکن حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ اسی شدت سے شمشیر زنی کر رہے تھے ، مسلمانوں کا لشکر ابھی تک بدحواسی کی گرفت میں تھا ۔ چنانچہ گھبراہٹ میں حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ مسلمانوں کے ہی ہاتھوں شہید ہو گئے ۔ حضرت حذیفہؓ چیختے چلاتے رہ گئے ۔ لیکن بدحواسی اپنا کام کر گئی ۔ ابھی تک حضورؐ کے بارے میں افواہ کی نہ تصدیق ہو سکی تھی نہ تکذیب ، اچانک حضرت کعبؓ بن مالک نے حضورؐ کو جو خود پہنے تھے ۔ اور صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں ۔ پہچان لیا ۔ جان میں جان آگئی زور سے پکارا " مسلمانو ! ادھر آؤ ، آپؐ بحمداللہ زندہ ہیں اور بخیر و عافیت ہیں " مسلمان تو لوٹے ہی تھے ، کفر کا سیلاب بھی اُدھر کو ہو لیا ۔ اس بپھرے ہوئے ہجوم کو آتا دیکھ کر مسلمانوں کی کثیر تعداد آگے سے ہٹ گئی ۔ اور صرف گیارہ افراد جن میں حضرت ابوبکرؓ ، حضرت علیؓ ، ابو دجانہؓ ، سعدؓ بن ابی وقاص ، زبیرؓ بن عوام اور طلحہؓ شامل تھے ۔ رہ گئے ۔ جاں نثاروں نے آپ کو گھیر لیا ۔ لیکن تلواروں کی بجلیاں اور تیروں کے شہاب تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے ابن قمیئہ ابھی تک دندناتا پھرتا تھا ۔ صفوں کو چیرتا اور بہادروں کو پچھاڑتا حضورؐ تک پہنچ گیا تلوار کا وار کیا ۔ جس سے خود کی دو کڑیاں عارضِ مبارک میں چبھ گئیں اور

Marfat.com

اگلے دو دانت مبارک ٹوٹ کر گر پڑے۔ حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ وار پہ وار کئے جا رہے تھے۔ کہ کفار آپؐ تک نہ پہنچ سکیں، اتنے میں کفار نے ایک اور حملہ کیا۔ اور حالات سخت نازک ہو گئے، اس پر آپؐ نے فرمایا، کون ہے؟ جو مجھ پر جان قربان کرے گا۔ حضرت زید بن سکن پانچ انصار کے ساتھ سامنے آگئے، اور لڑتے لڑتے یکے بعد دیگرے سب شہید ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ جھک کر آپؐ کی ڈھال بن گئے۔ چنانچہ ان کی پیٹھ دشمن کے تیروں کا ہدف بن گئی۔ لیکن وہ آگے سے نہ ہٹے۔

حضرت زیدؓ میں رمقِ حیات باقی تھی کہ صحابہؓ اس پروانۂ شمعِ رسالت کو حضور اکرمؐ کی خدمت میں اٹھا لائے۔ آپؐ نے ان کا سر اٹھا کر اپنے پاؤں پر رکھ دیا۔ انہوں نے ایک آدھ ہچکی لی اور نذرانۂ جان، جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ ؎

؎ جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی :: حق تو یہ ہے، کہ حق ادا نہ ہوا

حضورؐ کے دانت شہید ہوئے

ابن قمیئہ کے وار سے حضور اکرمؐ ایک گڑھے میں گر پڑے تھے۔ حضرت علیؓ اور طلحہؓ بن عبداللہ نے آپؐ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے رخسارِ مبارک سے خود کا ایک حلقہ کھینچ کر نکالا تو ایک دانت مبارک گر پڑا، دوسرا نکالا تو دوسرا گر پڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص کے تیر سے آپؐ کا نچلا ہونٹ اور دو دندان مبارک گر گئے تھے اور عبداللہ بن شہاب الزہری کی ضرب سے آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔ صحابہؓ آپ کو اٹھا کر قریب ہی ایک غار میں لے گئے۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی ڈال کر لائے۔ جس سے آپؐ نے منہ دھویا۔ اور تھوڑا سا پانی سر پر بھی ڈالا۔ فرمایا "خدا کا غضب ہو اس شخص پر جس نے خدا کے رسولؐ کا چہرہ تیر سے زخمی کر دیا۔" عتبہ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا بھائی تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب میں نے حضور اکرمؐ کی یہ وعید سنی تو مجھے عتبہ سے اتنی نفرت ہو گئی کہ میں اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہ رہا۔

Marfat.com

آپؐ غار میں آرام فرما رہے تھے۔ کہ کفار قریش کا ایک دستہ خالدؓ بن ولید کی کمان میں پہاڑ پر چڑھ آیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ انہیں وہاں سے ہٹا دو، صحابہ کرامؓ تلواریں سونت کر نکلے تو وہ نیچے اتر گئے۔ اس کے بعد ہوا خواہوں نے عرض کی کہ پہاڑ کی چوٹی اس مقام سے بہتر رہے گی۔ چونکہ خون بہہ جانے سے آپؐ کمزور ہو گئے تھے۔ اس لئے حضرت طلحہ بن عبداللہ نے آپؐ کو پیٹھ پر اٹھا لیا اور اوپر لے گئے۔ لشکر کفار نے بھی اوپر چڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں نے اوپر سے پتھر لڑھکا کر انہیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ آپؐ نے بیٹھ کر نماز ادا کی اور اسی حالت میں صحابہؓ نے اقتدا کی۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حلیس بن زبان جو بنو کنانہ کا حلیف اور احابیش کا کمانڈر تھا حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس سے گزرا۔ دیکھا کہ ابو سفیان نیزے سے ان کے منہ پر ضربیں لگا رہا تھا۔ انہوں نے بنو کنانہ سے مخاطب ہو کر کہا "اے ابو کنانہ! ابو سفیان قریش کا سردار ہے اور وہ اپنے ابن عم (حمزہؓ) کی لاش سے یہ ہتک آمیز سلوک کر رہا ہے" ابو سفیان نے سنا تو بہت خفیف ہوا۔ اور غلطی کا اعتراف کیا اور درخواست کی کہ وہ کسی سے ذکر نہ کرے۔

لڑائی عملاً ختم ہو چکی تھی۔ ابو سفیان نے لاؤ لشکر سنبھالا اور روانگی کو تیار ہو گیا مسلمانوں کا لشکر پہاڑ کی چوٹی پر حضور اکرمؐ کے ارد گرد جمع تھا۔ ابو سفیان نے بہ آواز بلند کہا "مسلمانو! لڑائی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ آج کی کارروائی بدر کی کارگزاری کا جواب ہے، تم نے دیکھا کہ ہبل نے اپنے نیاز مندوں کو سرخرو کیا۔ اُعْلُ هُبَل" حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو جواب کی اجازت دی، انہوں نے کہا "اللّٰهُ اَعْلیٰ وَاَجَلّ، لَنَا مَوْلیٰ وَلَا مَوْلیٰ لَکُمْ، قَتْلَانَا فِی الْجَنَّةِ وَقَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ" اس کے بعد اس نے حضرت عمرؓ کو بلایا، آپؐ نے فرمایا جاؤ کیا کہتا ہے" ابو سفیان نے پوچھا "کیا محمد مارے گئے ہیں" جواب دیا "نہیں بلکہ وہ تمہاری گفتگو سن رہے ہیں" کہنے لگا "ٹھیک ہے تم ابن قمیئہ سے زیادہ قابل اعتماد ہو۔ تمہارے مقتولوں سے جو سلوک کیا گیا، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، میں اس سے خوش

Marfat.com

نہیں ہوں تو ناخوش بھی نہیں" اس کے بعد بہ آواز بلند کہا " اے مسلمانو! ہم اگلے سال بمقام بدر پھر ملیں گے" حضور اکرمؐ نے فرمایا "کہہ دو، ٹھیک ہے ہم یہ عہد ضرور پورا کریں گے"۔

حضرت حمزہؓ کی لاش سے بدسلوکی

ابوسفیان روانہ ہوگیا۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ کدھر کا رُخ کرتا ہے اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوئے تو اُن کی منزل مکہ ہے اور اگر گھوڑوں پر بیٹھ گئے۔ تو مدینہ پر چڑھائی کریں گے۔ حضرت علیؓ واپس آئے تو مسلمانوں کو فی الجملہ اطمینان ہوا۔ بعدازاں آپؐ پہاڑ سے اتر کر وادی میں تشریف لائے اور حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس جا کھڑے ہوئے، ہندہ نے ان کی ناک، کان اور ہونٹ کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں ڈال لیا تھا۔ پیٹ چاک کر کے دل کو نکالا تھا اور دانتوں سے چبا کر پھینک دیا تھا۔ حضور اکرمؐ نے یہ دل فگار منظر دیکھا تو لرز گئے، فرمایا " اگر پھر جنگ ہوئی تو تیس کافروں سے حمزہؓ کا بدلہ لوں گا" حضرت حمزہؓ حضورؐ کے چچا تو تھے ہی۔ دودھ بھائی اور بچپن کے ساتھی بھی تھے۔ اس لئے حضورؐ کو سخت دُکھ ہوا تھا۔ آپؐ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بشریت کا تقاضا تھا۔ لیکن قرآن کیسے خاموش رہ سکتا تھا فوراً مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی " وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ" (اگر تم دُکھ دو بھی تو بس اتنا ہی جتنا کہ تمہیں دیا گیا ہے۔ لیکن اگر تم صبر کر سکو تو صبر کرنے والوں کے لئے اسی میں بہتری ہے)

اسی طرح جب حضور اکرمؐ کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا، فرمایا " وہ قوم کیسے نجات پا سکے گی جس نے اس لئے پیغمبر کا چہرہ زخمی کر دیا۔ کہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا تھا" جناب باری کو ان مشکل حالات میں بھی اپنے حبیب کی یہ ادا پسند نہ آئی اور فوراً ارشاد ہوا (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ، اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ، آپ کا ان معاملات میں کیا دخل، وہ ان کی توبہ قبول کرلے، یا انہیں عذاب دے، چونکہ وہ ظالم ہیں)

سبحان اللہ! کیا اہتمام رہ نمائی ہے۔ اور قدرت کی کیا شانِ جلالی ہے۔ کہ جس مقام

Marfat.com

پھر بھی خدا کا برگزیدہ پیغمبر ذرا بھر بھی بہ تقاضائے بشریت کہیں رکتا ہے تو فوراً تنبیہ فرمادی جاتی ہے۔ قرآن خدا کا آخری پیغام، اسلام آخری شریعت اور حضور اکرمؐ آخری نبی ہیں۔ اس پیغام نے رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کی راہنمائی کرنا ہے۔ اس شریعت غرا کا دامن، دامان قیامت سے با[illegible] دیا گیا ہے اور اس نبی آخر الزمان کو تکمیل مکارم اخلاق کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ان مقاصد جلیلہ کا حصول اس طریق کار کے بغیر کیسے ممکن ہے ؟

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اس غزوے میں موجود تھیں۔ جب حضرت حمزہؓ کی شہادت کا علم ہوا تو ان کی لاش دیکھنے کو چلیں، حضور اکرمؐ کو علم ہوا۔ تو ان کے صاحبزادے زبیرؓ بن عوام کو فرمایا "کہ ماں کو ماموں کی لاش پر نہ جانے دینا۔ انہیں تمام حالات کا پتہ لگ گیا تھا۔ کہنے لگیں" بیٹا ! جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا۔ میں مکمل صبر و شکر سے کام لونگی"۔ اس پر حضورؐ نے لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔

شہداء کی تدفین

مشرکین جا چکے تھے۔ مسلمانوں کو شہداء کی تکفین و تدفین کی خدمت سرانجام دینا تھی۔ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ لائے گئے۔ حضورؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک ایک کرکے باقی شہداء بھی لائے گئے اور حضور اکرمؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت حمزہؓ کی لاش وہیں پڑی رہی اور اس طرح بہتر دفعہ ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی گئی۔ بعدہٗ تدفین کا کام شروع ہوا۔ چونکہ لاشیں بہت زیادہ تھیں۔ اس لئے بعض قبروں میں دو دو لاشیں رکھ کر اوپر مٹی ڈال دی گئی۔ غسل دینے کی ضرورت نہ تھی۔ انہیں کپڑوں کو کفن سمجھ لیا گیا۔ "اللہ بس باقی ہوس"، بعض لوگ اپنے اعزہ کی لاشوں کو اٹھا لائے تھے اور جنت البقیع میں دفن کر دی تھیں۔ بعد میں حضور اکرمؐ نے منع فرما دیا۔ چنانچہ حضرت شماسؓ بن عثمان مخزومی کی لاش جو ابھی تک دفن نہیں ہوئی تھی، واپس لے آئے۔ اور جس مقام پر شہید ہوئے تھے وہیں دفنائے گئے۔

دو دو اکٹھے دفن کئے جانے والوں میں مندرجہ ذیل حضرات کے نام معلوم ہو سکے :-

Marfat.com

(۱) حضرت حمزہؓ اور عبداللہؓ بن جحش (۲) عبداللہؓ بن عمرو اور عمروؓ بن جموح، (۳) خارجہؓ بن زید اور سعدؓ بن ربیع (۴) نعمانؓ بن مالک اور عبدہؓ بن حسحاسؓ۔ حضور اکرمؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا "بخدا کفار کو اس کے بعد مسرت اور شادمانی کا کوئی ایسا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ہم حجرِ اسود کو بوسہ دیں (حضور اکرمؐ کا اشارہ فتح مکہ کی طرف ہے)

ردِ عمل مدینہ میں

اس غیر متوقع افتاد سے، آج مدینے کا وہی حال تھا جو کچھ عرصہ پیشتر فتح بدر کے موقعہ پر مشرکین مکہ کا تھا۔ شہدا کی تعداد ستر تھی، جو زخموں سے نڈھال تھے۔ وہ علاوہ تھے، جہاں سے حضورؐ کا گزر ہوتا گریہ و بکا کی دردناک اور دل خراش صدائیں آپ کا استقبال کرتیں، شہر وسیع ماتم کدہ تھا۔ اور گھر گھر سوگ منایا جا رہا تھا، عربوں کے مخصوص رسم و رواج تھے۔ کوئی مر جاتا تو عورتیں جمع ہو کر روتیں، بین کرتیں، چیخنے چلانے اور سینہ کوبی سے آسمان سر پر اٹھا لیتیں، چونکہ اسلام نے ابھی تک بے صبری کے ان کربناک مظاہروں پر کوئی قدغن نہیں لگائی تھی۔ اس لئے آج ہر گھر کا یہی منظر تھا۔ حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، فرمایا "کیا حمزہؓ کا کوئی سوگوار نہیں"۔ انصار نے سُنا تو عورتوں کو ماتمِ حمزہؓ کے لئے درِ اقدس پر بھیج دیا۔ حضور اکرمؐ تشریف لائے۔ تو انصار کے جذبۂ ہمدردی سے بہت متاثر ہوئے اور دُعائے خیر فرمائی۔ اور آئندہ کے لئے اس طریقۂ سوگواری کی ممانعت کر دی۔

ابوسُفیان کی دودلی

ابوسُفیان بہ مقام روحا پہنچا تو احساس ہوا کہ وہ اپنے ابلیسی مشن کی تکمیل کئے بغیر واپس جا رہا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی قوتِ مزاحمت ٹوٹ گئی ہے۔ اور ان کے حوصلے پست ہیں۔ اس لئے وہ پھر سے آمادہ پیکار

ؔ ابن سعد، جلد دوم، ص۔ ۴۸۷

ہو گیا۔ حضورؐ کو پہلے ہی خیال تھا کہ ابوسفیان ضرور پلٹے گا۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کے خطرے کا مقابلہ کرنے کو روانہ ہو جائیں۔ آپ نے مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر مقام حمراء الاسد پڑاؤ ڈالا۔ راستے میں بنو خزاعہ کا قبیلہ پڑتا تھا۔ اُن کا سردار معبد بن ابی معبد اگرچہ اسلام نہیں لایا تھا۔ لیکن دل سے مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا۔ جب اُسے ابوسفیان کے طاغوتی پروگرام کا علم ہوا۔ تو اُسے باز رکھنے کے لئے معبد نے اسلامی لشکر کی تعداد اصل سے کہیں زیادہ بتائی۔ چنانچہ ابوسفیان نے تھوڑے بہت پس و پیش کے بعد ارادہ بدل دیا۔ اتنے میں بنو عبد القیس کے کچھ سوار جو مدینہ جا رہے تھے۔ وہاں سے گزرے۔ ابوسفیان نے اُن سے کہا کہ میرا یہ پیغام محمد کو پہنچا دینا کہ ابوسفیان مدینے پر حملہ آور ہونے کیلئے پابہ رکاب ہے۔ حضورؐ نے سُنا تو فرمایا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل"

غزوۂ اُحد کے بعض اہم واقعات

۱:۔ غزوۂ اُحد میں حضور اکرمؐ انصار کے عَلم تلے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور مہاجرین کا جھنڈا اُن کے سپرد کیا۔ وہ سامنے میدان میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ "میں ابوالقصم ہوں، کفار کا علم ابو سعد بن ابو طلحہ کے پاس تھا۔ اُس نے حضرت علیؓ سے پوچھا" کیا آپ مبارزت کے لئے تیار ہیں" حضرت علیؓ نے ہاں کہی اور دونوں آمنے سامنے آ گئے۔ حضرت علیؓ نے وار کیا، تو ابو سعد گر پڑا اور اُسے وہیں چھوڑ کر آ گئے، صحابہؓ نے پوچھا۔ "کہ آپ نے اُسے قتل کیوں نہیں کیا۔" فرمایا" وہ ننگا ہو گیا تھا" اور مجھے اُس پر رحم آ گیا۔ [1]

۲:۔ جنگ اُحد میں جو خواتین، لشکرِ اسلام کے ساتھ آئی تھیں۔ ان میں حضرت اُمِ عمارہ

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، ص۔ ۱۳۲

Marfat.com

بھی تھیں جو زخمیوں کو پانی پلانے پر مامور تھیں، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وہ حضور اکرمؐ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو گئیں، وہ تیر اور تلوار دونوں سے حسبِ ضرورت کام لے رہی تھیں کہ عبداللہ بن قمیئہ سامنے آ گیا۔ انہوں نے تلوار سے وار کیا۔ لیکن چونکہ دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس لئے صاف بچ گیا۔ جب اُس نے وار کیا تو ان کا کندھا شدید زخمی ہو گیا اور گڑھا پڑ گیا۔ لہ

۳:- قتادہؓ بن نعمان سے روایت ہے کہ جنگ اُحد میں انہیں چہرے پر ایک ایسا زخم آیا جس سے ان کی ایک آنکھ نکل کر گال پر لٹک گئی۔ حضور اکرمؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے آہستہ سے اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھ دی اور دُعائے صحت فرمائی۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے آنکھ ضائع ہونے سے بچ گئی۔ ۲ہ

۴:- جب حضور اکرمؐ نے مدینے سے اُحد کو کوچ فرمایا تو آپؐ نے حضرت یمانؓ اور ثابتؓ بن وقش کو بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے، جنہیں آپؐ نے قلعے میں منتقل کر دیا تھا مقرر فرمایا تھا۔ دونوں حضرات کافی عمر رسیدہ تھے۔ آپس میں کہنے لگے "ہم تو چراغِ سحری ہیں۔ کیا معلوم کب بلاوا آ جائے، شہادت سے محروم رہ گئے تو بہت بڑی بدنصیبی ہوگی، کیوں نہ قسمت آزمائی کریں"۔ چنانچہ ہتھیار سجائے اور روانہ ہو پڑے، حضرت ثابتؓ تو کفار کے ہاتھوں مارے گئے اور حضرت یمانؓ کو خود مسلمانوں نے نادانستہ شہید کر دیا۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ ۳ہ

۵:- حضرت عاصمؓ بن عمر راوی ہیں کہ ہمارے ساتھ قزمان نامی ایک مجہول النسب شخص تھا۔ حضور اکرمؐ کے سامنے جب بھی اُس کا ذکر آتا۔ فرماتے " وہ اہلِ نار سے ہے "۔ غزوہ اُحد میں وہ اس

لہ ابن ہشام، جلد دوم۔ ص۔ ۱۳۶

۲ہ " " " "

۳ہ " " " " ۱۳۸

بے جگری سے لڑا کہ دوست دشمن عش عش کر اُٹھے۔ اور کم و بیش سات آٹھ کافر اسکے ہاتھوں مارے گئے۔ زخموں سے نڈھال فرشِ خاک پر پڑا کراہ رہا تھا۔ لوگ اسے مُبارک باد دیتے تو کہتا "کس بات کی مبارکباد دے رہے ہو۔ میں نے تو یہ جہاد قومی حمیت کے لئے کیا ہے"۔ جب زخموں کی تکلیف ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ تو خودکشی کر کے حضورِ اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق کر دی۔ [1]

۶:۔ مخیریق ایک یہودی عالم تھا۔ جس کا تعلق بنو ثعلبہ سے تھا۔ غزوۂ اُحد کے دن اس نے یہودِ مدینہ سے کہا میرے ہم قوم دوستو! " محمد قریشِ مکہ کے خلاف بمقام اُحد پہنچ چکے ہیں کیا تم پر ان کی امداد فرض نہیں " جواب دیا " آج سبت ہے " کہنے لگا " ان حالات میں سبت کی پابندی ضروری نہیں " ہتھیار سجائے اور اُحد کو چل دیا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُحد کو روانہ ہونے وقت اپنا تمام مال و متاع حضورؐ کے نام وقف کر گیا تھا آپکو معلوم ہوا تو فرمایا " یہودِ مدینہ میں بہترین آدمی تھا " [2]

۷:۔ حارث بن سُوَید منافقینِ مدینہ سے تھا۔ اس نے اُحد کے دن مجذر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اور کفارِ مکہ میں شامل ہو گیا۔ حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اگر ہتھے چڑھ جائے تو قتل کر دینا۔ لیکن وہ قابو نہ آسکا۔ ایک دن حضورِ اکرمؐ صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ نے اُسے ایک حویلی سے نکلتا دیکھا تو حضرت عثمانؓ کو حکم دیا۔ اور انہوں نے اُسے قصاص میں قتل کر دیا۔ [3]

۸:۔ اُحد کے دن بعد از اختتامِ جنگ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا " کون ہے جو مجھے بتائے کہ

---

[1] ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۱۳۸

[2] " " " " ۱۳۸

[3] " " " " ۱۳۹

Marfat.com

سعد بن ربیعؓ زندوں میں ہے یا مُردوں میں، ایک انصاری ڈھونڈنے نکلے، دیکھا کہ زخموں سے نڈھال ہیں اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا "حضورؐ نے دریافت فرمایا ہے کہ تم زندہ ہو یا مُردہ" کہا "حضورؐ کی خدمت میں سلام نیاز کے بعد عرض کرنا کہ میں مُردہ ہوں، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ نیز مسلمانوں کو سلام کہنا کہ جب تک تم میں سے ایک آنکھ بھی جھپکتی ہے۔ اگر حضورؐ کو کوئی گزند پہنچی تو خدا کے سامنے جوابدہ ہوگے"۔ یہ کہہ کر وہ فوت ہوگئے۔ ابوبکر زہری راوی ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر گیا۔ دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی ان کے سینے پر بیٹھی ہے اور وہ اس سے پیار کر رہے ہیں، میں نے پوچھا تو کہنے لگے "یہ اس شخص (سعد بن ربیع) کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ ؎۱

۹:- جنگ اُحد میں بنو دینار کی ایک خاتون کا خاوند، بھائی اور والد شہید ہو گئے۔ حضور اکرمؐ وہاں سے گزرے۔ تو صحابہؓ نے یہ خبر بد اس کے گوش گذار کی۔ خاتون نے پوچھا کہ حضور اکرمؐ کس حال میں ہیں، صحابہؓ نے کہا، الحمدللہ بخیر و عافیت ہیں۔ پوچھا کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے اشارے سے بتایا تو کہنے لگی۔ "کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَہٗ جَلَلٌ (اس کے بعد کسی مُصیبت کی کوئی حقیقت نہیں) ؎۲

۱۰:- ایک شخص، جن کا نام عمرو بن جموحؓ تھا، کے چار لڑکے تھے۔ لیکن وہ خود چلنے پھرنے سے کافی حد تک معذور تھے۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! میرے بیٹوں نے مجھے بند کر رکھا ہے اور جنگ میں شامل ہونے سے روکتے ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا "ٹھیک ہی تو ہے، تم معذور ہو اور جہاد تم پر فرض بھی نہیں" کہنے لگا۔ "یا رسول اللہ! اگر مجھے درجہ شہادت نصیب ہو جائے تو ان کا کیا بگڑتا ہے" آپؐ نے ان کے

؎۱ ابن ہشام، جلد دوم، ص ۱۴۱

؎۲ " " " " ۱۴۳

Marfat.com

بیٹوں سے کہا " بہتر ہے ۔ اُسے نہ روکو " خدا کو بڑے میاں کا خلوص پسند آ گیا۔ اور مقامِ شہادت پر سرفراز فرمایا۔ لہ

۱۱:- بنو عبد الاشہل کا ایک شخص اُصیرم نامی اُحد کے غزوے تک ایمان نہیں لایا تھا۔ اس دن اُسے توفیق ارزانی ہوئی، کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور مسلح ہو کر میدانِ جنگ کو روانہ ہو گیا۔ بعد از جنگ جب اس کے قبیلے کے لوگ اپنے مقتولین کو تلاش کرتے پھرتے تھے، زخمیوں میں ان کی نظر اصیرم پر پڑ گئی، تعجب سے پوچھا " تم یہاں کہاں " کہنے لگا " خدا نے آج ہی اسلام کی توفیق دی اور میں شوقِ شہادت میں یہاں آ گیا " بعدہٗ وہ فوت ہو گئے۔ صحابہؓ نے تمام واقعہ حضور اکرمؐ کو سنایا تو آپؐ نے فرمایا " وہ جنتی ہے " لہ

۱۲:- اُحد کے دوسرے دن جب حضور اکرمؐ کو ابو سفیان کے ارادے کا علم ہوا تو آپؐ نے منادی کرائی کہ " چونکہ ابو سفیان مدینے پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ اس لئے اسے شہر سے دور رکھنے کے لئے تمام وہ لوگ تیار ہو جائیں جو کل کے معرکے میں شریک تھے۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ نے جو کل کی جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے، حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی " یا رسول اللہ! میری سات بہنیں ہیں۔ جب جنگِ اُحد کی تیاری کا اعلان ہوا تو میرے والد نے کہا " کہ سات جوان لڑکیوں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے ہم دو میں سے ایک کو رکنا پڑے گا۔ اور چونکہ میں اس موقعہ سے محرومی گوارا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً تمہیں ٹھہرنا ہوگا " یا رسول اللہ! اس لئے میں شریکِ جنگ نہ ہو سکا۔ اب مجھے اس مہم میں شرکت کی اجازت دی جائے " آپؐ نے اجازت دے دی اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ حمراء الاسد تک حضور اکرمؐ کی رکاب میں رہے۔ سہ

لہ ابنِ ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۲۹   لہ ابنِ ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۲۹

سہ " " " ۱۴۴

Marfat.com

۱۱۳۔ ابوعزہ عبداللہ بن عمرو ایک ہجوگو شاعر تھا، وہ جنگِ بدر کے قیدیوں میں بھی شامل تھا اور اسے حضورِ اکرمؐ نے زرِ فدیہ ادا کئے بغیر رہا کر دیا تھا۔ اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بعد ازیں اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف یاوہ گوئی نہیں کرے گا۔ لیکن صفوان بن امیہ کے بہکانے پر اس نے پھر شرانگیزی شروع کر دی تھی۔ جنگِ احد کے دوران میں یہ بدبخت پھر پکڑا گیا۔ حضورؐ کے سامنے لایا گیا تو کہنے لگا "اے محمدؐ! مجھے از راہِ کرم رہا کر دیجیے۔ کہ میں بڑا ہی نادار اور مفلس ہوں" حضورؐ نے فرمایا "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا اب تو تجھے واپس جا کر یہ نہیں کہہ سکے گا۔ کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو دفعہ دھوکا دیا"۔ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ اور انہوں نے اُسے قتل کر دیا۔ [۱]

۱۱۴۔ جب جنگِ بدر سے متاثر ہو کر عبداللہ بن ابی اسلام لے آیا تو چونکہ وہ مدینے کا رئیسِ اعظم تھا اس لئے حضورِ اکرمؐ اس کا خاص خیال رکھتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب آپؐ جمعے کے خطبے سے فارغ ہو چکتے تو عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑا ہوتا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتا "اے برادرانِ اسلام! بغور سنو کہ رسولِ اکرمؐ خدا کے رسول ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ تبلیغِ دین میں ان کا ہاتھ بٹائیں تاکہ دینِ حق کو فروغ حاصل ہو"۔ حمراء الاسد سے واپسی کے بعد جب حضورؐ نے جمعے کا خطبہ ختم کیا۔ تو رئیس المنافقین حسبِ معمول پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ صحابہ کرامؓ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے اُسے پکڑ کر بٹھا دیا۔ بہت جز بز ہوا۔ اور اٹھ کر چلا گیا۔ مسجد کے دروازے پر ایک انصاری نے کہا "کہ تم حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں جا کر اظہارِ معذرت کر دو تو بہتر ہوگا" کہنے لگا "میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہ خواہ مخواہ معذرتیں کرتا پھروں"۔ [۲]

---

[۱] ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۱۴۵ [۲] ایضاً - ص ۱۴۵

Marfat.com

ہر چند غزوۂ اُحد مسلمانوں کے لئے بہت بڑا ابتلاء تھا جس میں ان کے وقار کو سخت دھچکا لگا تھا اور اُن کی ہوا اُکھڑ گئی تھی۔ لیکن اس لحاظ سے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا کہ مخلصین اور منافقین میں ایک واضح خطِ فاصل کھنچ گیا۔

اسبابِ ناکامی

۱:- کفارِ مکہ نے جس اہتمام سے اس معرکے کی تیاری کی تھی اور اسلامی لشکر سے پے در پے جو کوتاہیاں سرزد ہوئی تھیں، اگر انہیں پیشِ نظر رکھا جائے تو اس جنگ کا ذہی نتیجہ نکلنا چاہیئے تھا، جو نکلا، لشکر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں چار گنا تھی۔ جن میں سات سو سپاہی زرہ پوش تھے رسالہ دو سو سواروں پر مشتمل تھا اور فوری ضرورت کے لئے دو سو کوتل گھوڑے اس کے علاوہ تھے۔ نیز وہ مکے سے چل کر مدینہ تک شکست کی رسوائی مول لینے نہیں آئے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر ایسا ہو گیا۔ تو جزیرہ نمائے عرب میں ان کی کوئی پناہ گاہ نہیں رہے گی۔ گویا یہ بالادستی اس عزمِ راسخ کا انعام تھی۔ جس نے ان کے دلوں اور دماغوں کو گرما رکھا تھا۔

۲:- بدر کی شکست سے قریش کا وقار خاک میں مل گیا تھا۔ اگر وہ اُس کا مداوا نہ کر پاتے تو قبائل کی برادری میں کیسے سر اُٹھا کر چلتے۔ اس احساس نے ان کے دلوں میں انتقام کی ایسی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ جو بجھنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے جان کی بازی لگا دی۔ لڑتے لڑتے پیچھے ہٹنا اور مالِ غنیمت کا لالچ دلانا اسی سکیم کا ایک حصہ تھا۔ داؤ چل گیا اور ہاری ہوئی بازی جیت لے گئے۔

۳:- جنگ بدر میں اختلاف بین المشرکین بھی ناکامی کی ایک وجہ تھا اس جنگ میں وہی اختلاف مسلمانوں میں رونما ہو گیا۔ چنانچہ جب عبداللہ بن ابی تین سو رفقاء کے ساتھ علیحدہ ہو گیا تو اوس اور خزرج کے کچھ لوگ بھی فی الوقت متذبذب ہو گئے تھے، جب ایسے نازک وقت میں ارادہ متزلزل ہو جائے۔ تو کامیابی کے امکان مخدوش ہو جاتے ہیں اس

Marfat.com

دُودلی نے مسلمانوں کی توانائیاں سلب کر لیں۔ اور ستر مسلمانوں کو جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

۱۴:- میدانِ جنگ میں حکم عدولی اور خودکشی میں کوئی فرق نہیں۔ جب مسلمان تیراندازوں کی اکثریت نے دَرّے کو چھوڑ دیا۔ اور خالدؓ بن ولید سواروں کا دستہ لے کر پشت سے حملہ آور ہو گئے تو اس وقت غلطی کا احساس ہوا۔ لیکن چڑیاں کھیت چگ چکی تھیں اور پچھتانا بے سود تھا۔

۱۵:- پُراعتمادی:- میدانِ جنگ میں فتح اور شکست کانٹے پر تُل رہی ہوتی ہے اور ذرا سی بے احتیاطی سے پانسہ پلٹ جاتا ہے، جنگِ بدر میں کفارِ قریش اپنی قوتِ بازو کے گھمنڈ میں ایسے بدمست تھے کہ مٹھی بھر مسلمان ان کی نظروں میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے تھے۔ معرکہ اُحد میں مسلمانوں کی ذہنی کیفیت بعینہٖ یہی تھی، دونوں صورتوں میں نتیجے کی نوعیت ایک سی رہی۔ چنانچہ یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ دشمن کو حقیر سمجھ کر نفس کو فریب تو دیا جا سکتا ہے۔ لیکن قانونِ قدرت کو نہیں بدلا جا سکتا۔

متفرق واقعات

اسی سال ۳ھ رمضان کی پندرہ تاریخ کو حضرت امام حسنؓ کی ولادت ہوئی حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جنگِ بدر میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ حضورِ اکرمؐ نے انہیں اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت امِ کلثومؓ سے بھی اسی سال شادی کی۔

وراثت میں رشتہ داروں کا حصہ بھی مقرر ہوا۔ اور مسلمانوں کو مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی گئی۔

اس باب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے امداد لی گئی۔

۱:- تاریخ ہشام، جلد دوم، ۱۲۶ تا ۱۵۵ ۲:- طبقات ابن سعد جلد دوم، ۲۹۳ تا ۳۲۸

۳:- سیرۃ النبی حصہ اول ۳۴۸ تا ۳۹۹، ۴:- محمد اینڈ مدینہ ۲۹ تا ۲۱

Marfat.com

شکستِ اُحد کے اثرات

گزشتہ موقع پر جب مسلمانوں کو میدان بدر میں فتح نصیب ہوئی تھی تو جزیرہ نمائے عرب کے طول و عرض میں ان کے نام کا ڈنکا بج گیا تھا۔ چنانچہ قبائل عرب کے اوسان خطا ہو گئے تھے اور انہیں یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ اگر مسلمانوں کی رفتار ترقی یہی رہی تو کوئی دن جاتا ہے کہ تمام عرب ان کے قدموں میں ہوگا۔ کفار قریش کو ان تلخ حقائق کا پورا پورا احساس تھا۔ چنانچہ بدر سے واپسی کے فوراً بعد وہ پوری سنجیدگی سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر فوری انتقام نہ لیا گیا تو اس سیلاب کے سامنے بند باندھنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ بہ مشکل ایک سال کا عرصہ گزرنے پایا تھا۔ کہ ابوسفیان لاؤ لشکر لئے مدینے کے نواح میں پہنچ گیا۔ حضور اکرم بھی قریش کی سرگرمیوں سے غافل نہ تھے۔ لیکن کفار کی مساعی کامیاب ہوئیں اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ اس سے ان کی ہوا اکھڑ گئی۔ قبائلی عصبیت نے انگڑائی لی۔ اور پھر سے الکفر ملتٌ واحدۃٌ کا سماں پیدا ہو گیا۔ ہر زبان تعریضی کا زہریلا نشتر اور ہر نگاہ شماتت کا تیر نیم کش تھی۔ جو دلوں میں پیوست ہو رہا تھا۔ بعض قبائل کی وفاداری کا رخ بدل گیا اور رواداری کی بساط الٹ گئی۔ جس سے اسلام کی پیشرفت کی راہ میں کئی رکاوٹیں حائل ہو گئیں اور کئی ایسے قبائل جو گومگو کی حالت میں تھے صریح معاند بن گئے۔

۲۔ مسلمانوں کی ناکامی سے رؤسائے مکہ کو جو مسرت نصیب ہوئی تھی۔ چونکہ وہ زبردست مالی اور جانی قربانی سے حاصل ہوئی تھی اس لئے بے جواز نہ تھی۔ اور ہر چند مسلمانوں کو بھی اس شکست کا بڑا رنج تھا لیکن اس خیال سے مطمئن تھے کہ چونکہ کفر اور اسلام میں اب ٹھن گئی ہے اس لئے مستقبل قریب میں انشاء اللہ حساب چکا دیا جائے گا۔ لیکن جب وہ منافقین کو بغلیں بجاتے دیکھتے " ان کی تعریضی گفتگو سنتے" تو تن بدن میں آگ لگ جاتی اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے، وہ ان سے بہ آسانی نمٹ سکتے تھے۔ لیکن افراد

Marfat.com

باللسان نے انہیں جو منشورِ جاں بخشی عطا کیا تھا مسلمان اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔ خود حضور اکرمؐ ان کے خبثِ باطن سے پوری طرح آشنا تھے۔ لیکن وقت کی مصلحتیں کسی انتہائی اقدام کی روادار نہ تھیں۔

۳۔ سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے کچھ باہمت اور جفاکش ہوتے ہیں تو کچھ کم ہمت اور سہل انگار۔ ظاہر ہے کہ اس ناکامی سے آخر الذکر جماعت بھی (قلیل التعداد ہی سہی) ضرور متاثر ہوئی ہوگی اور انہیں سخت دھچکا لگا ہوگا۔ کیونکہ عرب میں افرادی قوت کی بڑی اہمیت تھی۔ اور کئی کنبے ایسے تھے جن میں دو، دو اور تین، تین آدمی شہید ہو گئے تھے اور یہ ایسا نقصان تھا جس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ قیاس چاہتا ہے، کہ بعض لوگوں پر اس شکست کا خاصا شدید ردِ عمل ہوا ہوگا۔

۴۔ بدر کی شکست سے کفارِ قریش کے حوصلے جتنے پست اور کمزور پڑ گئے تھے اس فتح سے ان کی توانائیوں میں اتنا ہی اضافہ ہوا۔ اور وہ از سرِ نو پورے عزم کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف خم ٹھونک کر میدانِ مبارزت میں اتر پڑے اور اس عزمِ باطل کا شکار ہو گئے کہ اگر انہوں نے اپنی مساعی جاری رکھیں اور وقفے وقفے سے دارالسلام مدینہ پر یلغار کرتے رہے، تو کچھ عرصہ کے بعد ایک وقت ایسا ضرور آجائے گا، کہ بچے کھچے مسلمان یا پھر سے ان میں شامل ہو جائیں گے، یا ختم ہو جائیں گے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوسفیان نے اس مفید مطلب صورتِ حال سے، جب کہ مسلمان اپنے مقتولین کی کثرتِ تعداد، اور حضور اکرمؐ کے گھائل ہونے سے شکستہ خاطر اور بددل تھے، کیوں بھرپور فائدہ نہ اٹھایا!

بلاشبہ یہ ایک ایسا سوال ہے، جس کا کوئی حتمی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ ممکن ہے یہ ابوسفیان کی چوک ہو، کہ اس نے ایسا موقعہ کھو دیا، جس کی وجہ اس کی کم فہمی تھی یا خود اعتمادی کی کمی، کہ مبادا بنی بنائی بات بگڑ جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔

Marfat.com

سریہ ابی سلمہ بن عبداللہ

چونکہ احد کی شکست سے مسلمانوں کا رعب داب عرب قبائل کے دلوں سے اُٹھ گیا تھا، اس لئے انہوں نے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم کو خبر موصول ہوئی کہ سلمہ اور طلیحہ فرزندان خویلد اپنے قبیلے کو اکسا رہے ہیں۔ آپ نے حضرت ابی سلمہ بن عبداللہ المخزومی کو ڈیڑھ سو صحابہ کا ایک دستہ دے کر روانہ کیا، اور ہدایت فرمائی کہ وہ ایسی خاموشی سے سفر کریں کہ دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہو، یہ لوگ نواح فید میں قطن کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔

حضرت ابو سلمہ نے ارشاد نبوی کی تعمیل میں عام راستے کو چھوڑ دیا، تاکہ دشمن کو علم نہ ہو سکے۔ جب قطن کے قریب پہنچے تو حملہ کر کے تین چرواہوں کو گرفتار کر لیا اور ان کی بکریاں اور اونٹ پکڑ لئے، جب اہل قبیلہ کو مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے اور حضرت ابو سلمہ بہ خیر و عافیت واپس لوٹ آئے یہ واقعہ ہجرت کے پینتیسویں مہینے میں واقع ہوا۔

سریہ عبداللہ بن اُنیس

حضور اکرم کو اطلاع موصول ہوئی، کہ سفیان بن خالد الہذلی جو عرنہ کے قرب و جوار میں قیام پذیر ہے، مسلمانوں کے خلاف تیاریوں میں معروف ہے، آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس کو اس فتنے کی سرکوبی کے لئے مامور فرمایا۔

وہ تن تنہا اس مہم کو سر کرنے روانہ ہو پڑے، جب عرنہ کے نواح میں پہنچے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس کا حلیہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ حضور اکرم نے بیان فرمایا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ اس کے ساتھ ہو لئے اور دوران گفتگو انہیں اس شر پسند

Marfat.com

کے ارادوں کا علم ہوگیا۔ چونکہ انہوں نے دریافت حال کے لئے اس کے پروگرام سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا اس لئے وہ ان کی طرف سے مطمئن ہوگیا، جب رات ہوئی تو انہوں نے موقعہ پاکر اسے قتل کر ڈالا۔ اور سرکاٹ کر مدینے لے آئے۔ وہ اس سلسلے میں اٹھارہ روز مدینے سے باہر رہے، اور ۲۳ محرم کو ہفتے کے دن واپس پہنچے۔ یہ واقعہ بھی ہجرت کے پینتیسویں (۳۵) مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔ (۱)

سریہ بیر معونہ

یہ افسوس ناک واقعہ ہجرت کے چھتیسویں مہینے بماہ صفر واقع ہوا۔

ابو براء عامر بن مالک جعفر الکلابی حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ لیکن چونکہ اس وقت تک تذبذب کا شکار تھا اس لئے ہاں کہہ سکا نہ نا، البتہ عرض کی کہ اگر آپ کچھ آدمی میرے ساتھ کر دیں تو ممکن ہے میرے اہل قبیلہ ان کی تبلیغ سے ایمان لے آئیں اور اس بہانے میں بھی حلقہ اسلام میں شامل ہو جاؤں، لیکن چونکہ حضورؐ کو اہل نجد کی شرارت کا خدشہ تھا اس لئے آپؐ متردد تھے۔ جب ابو براء کا اصرار بڑھا اور مبلغین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ تو آپؐ نے چالیس (۲) صحابہ کی ایک جماعت کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اور حضرت منذر بن عمرو الساعدی کو ان کا امیر مقرر فرمایا یہ لوگ بیر معونہ پر اترے۔ یہ مقام بنو سلیم اور بنو عامر کی بستیوں کے درمیان واقع تھا۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو حضور اکرم کا خط دے کر عامر بن طفیل عامری کی طرف روانہ کیا۔ لیکن اس بدبخت نے خط پڑھے بغیر قاصد کو قتل کر دیا، اور اہل قبیلہ کو مسلمان مبلغین پر حملہ آور ہونے کے لئے اکسایا۔ بنو عامر کو معلوم تھا کہ مسلمان ابو براء کی پناہ

---

(۲) ابن سعد کی ایک روایت کے رو سے مبلغین کی تعداد ۷۰ تھی جلد دوم ۳۹۲

(۱) ابن سعد جلد دوم ۳۹۲

Marfat.com

میں ہیں اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔ مجبوراً بنو سلیم کے بعض قبائل عصیہ رعل اور
ذکوان وغیرہ سے طالب امداد ہوا۔ چنانچہ وہ اٹھ دوڑے اور گروہ مبلغین جو بنو عامر کی بستی
کے قریب آ گیا تھا کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمان بھی مقابلے پر ڈٹ گئے۔ لیکن چونکہ
مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے سب شہید ہو گئے۔

عمرو بن امیہ کی شہادت

جب مبلغین کی جماعت بنو عامر کی بستیوں کی طرف روانہ ہوئی تھی تو
حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور ایک انصاری کو اونٹوں کی رکھوالی
کے لئے وہیں چھوڑ گئے تھے، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے بنو عامر کی بستیوں کے قریب
گدھوں کو منڈلاتے دیکھا، جس پر ان کا ماتھا ٹھنکا اور اٹھ کر ادھر کو چل دیئے۔ قریب
پہنچے، تو دیکھا، کہ ان کے سب رفقا موت کی گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں اور قاتلوں کا گروہ
بھی وہاں موجود ہے۔ انصاری نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہو، کیا ارادہ ہے۔" انہوں نے
کہا:" چاہیئے، کہ ہم فوراً لوٹ جائیں، اور تمام واقعات حضور اکرم کے گوش گزار کریں" انصاری
نے جواب دیا، میں تو اس جگہ سے جہاں منذر بن عمرو کو شہید کیا گیا ہے، ٹلنے کا نہیں، چنانچہ تلوار
سونت کر دشمنوں میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ بعد ازاں کفار نے حضرت عمرو
بن امیہ کو گرفتار کر لیا۔ جب عامر بن طفیل کو علم ہوا کہ ان کا تعلق بنو مضر سے ہے تو پیشانی میں
شگاف دے کر چھوڑ دیا کیونکہ اس کی ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔

حضرت عمرو بن امیہ پیدل روانہ ہو پڑے۔ چار دن کے بعد وہ ایک ایسے مقام (صدر
قناۃ) پر پہنچے، جہاں بنو عامر کے دو آدمی اثنائے سفر میں ٹھہرے ہوئے تھے، چونکہ مبلغین
کی شہادت کی ذمہ داری اسی قبیلہ پر عائد ہوتی تھی۔ اس لئے انہوں نے موقعہ پا کر انہیں سوتے
میں قتل کر دیا جب آپؐ کو ان کی جلد بازی کا علم ہوا تو فرمایا" افسوس کہ تم نے دو ایسے آدمیوں
کو قتل کر دیا ہے جن کو میں نے امان دی تھی چنانچہ آپؐ نے دونوں کا خون بہا ادا کر دیا۔
مبلغین کے قتل بے گناہ کا آپؐ کو از حد رنج ہوا۔ فرمایا کہ اس حادثہ فاجعہ کی ذمہ داری۔

Marfat.com

براہ راست ابو براء پر عائد ہوتی ہے۔ میں ان بے گناہوں کو اس کے ساتھ بھیجنے پر قطعاً رضامند نہ تھا۔ لیکن جب اس نے اصرار کیا، اور مبلغین کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا تو با دل نخواستہ میں نے ہاں کہہ دی مگر وہ اپنے قول کا پکا نہ ثابت ہوا۔"

ابو براء پہلے ہی عامر بن طفیل کی دست درازی سے غصے کی آگ میں بھن رہا تھا جب حضور اکرمؐ کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے، تو اس نے انتقام کی ٹھانی اور اپنے بھائی ربیعہ بن عامر کو کہا، کہ عامر بن طفیل پر حملہ آور ہو کر اس کا دماغ درست کر دو۔ ربیعہ نے نیزے سے حملہ کیا، جو اس کی ران میں لگا، اور گھوڑے سے گر پڑا، کہنے لگا کہ یہ سب کچھ ابو براء کا کیا دھرا ہے اگر میں اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا تو میرا چچا میرے انتقام کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر میں بچ گیا تو پھر میں جانوں اور میرا کام۔ اس چپقلش میں بنو عامر کے اور کئی آدمی مارے گئے تھے۔ (۱)

حضور اکرمؐ کو ان بے گناہوں کے قتل کا انتہائی رنج ہوا تھا۔ (۲)

سریۃ الرجیع

یہ سریہ ہجرت کے چھتیسویں مہینے، صفر کے ابتدائی دنوں میں پیش آیا۔ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت ہے، کہ عضل اور القارہ قبائل کے کچھ لوگ، جن کا تعلق بنی الہون سے تھا، حضور اکرمؐ کی خدمت میں آئے، عرض کی، یارسول اللہ! ہمارے قبائل میں بھی کئی لوگ اسلام لا چکے ہیں اس لئے ہمیں ایسے مبلغین کی ضرورت ہے، جو ہمیں دین کی تعلیم دیں، اور قرآن پڑھائیں۔ آپؐ نے چھ آدمی ان کے ساتھ کر دیئے۔ بقول ابن ہشام ان کے نام یہ تھے ۱۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد ۲۔ خالد بن بکیر ۳۔ عاصم بن ثابت ۴۔ خبیب بن عدی ۵۔ زید بن الدثنہ ۶۔ عبداللہ بن طارق۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق مبلغین کی تعداد دس تھی، لیکن انہوں نے صرف سات نام گنائے ہیں۔ ساتواں نام معتب بن عبید کا ہے۔ جو عبداللہ بن طارق کے اخیافی بھائی

(۱) ابن ہشام دوم ۱۸۶-۱۸۳ (۲) ابن سعد دوم ۳۹۸-۳۹۰

Marfat.com

تھے ① اول الذکر امیر مقرر ہوئے، جب یہ جماعت الرجیع کے مقام پر جو بنو ہذیل کا چشمہ ہے، پہنچی تو کفار کی نیت بدل گئی۔ اور بنو ہذیل کے مسلح جوانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں نے یہ رنگ دیکھا تو مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے "بخدا ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتے، بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ تمہاری گرفتاری سے ہم اہل مکہ سے کچھ رعایتیں حاصل کرنا چاہتے ہیں"۔ امیر جماعت کہنے لگے "ہم کسی مشرک کے عہد پر ہرگز اعتماد نہیں کر سکتے"۔

چنانچہ مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت میں سے مرثد بن ابی مرثد کے علاوہ عاصم بن ثابت اور خالد بن بکیر مقابلے پر ڈٹ گئے، اور مارے گئے اور چونکہ جنگ بدر میں سلافہ بنت سعد بن شہید کے دو بیٹے حضرت عاصم کے ہاتھوں مارے گئے تھے، اس نے عربوں کی رسم کے مطابق ان کی کھوپڑی میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی، بنو ہذیل کو اس کا علم تھا۔ اس لئے چاہا کہ سر کاٹ کر سلافہ کے پاس بھیج دیں۔ لیکن جب لاش کے قریب پہنچے، تو دیکھا، کہ شہد کی مکھیوں نے گھیرا ڈال رکھا ہے، رک گئے کہ رات کو مکھیاں اڑ جائیں گی تو کاٹ لیا جائے گا۔ ان کی لاش ایک وادی میں پڑی تھی۔ اتفاق سے پانی کا ریلا آیا، اور لاش کو بہا لے گیا، انہوں نے قسم کھائی تھی، کہ میں زندگی بھر نہ کسی مشرک کو مس کرونگا، اور نہ مس کرنے دوں گا۔ خدا نے اس طرح ان کی لاج رکھ لی۔

دو صحابی کفار کے پنجے میں

مشرکین ہذیل باقی ماندہ تین مسلمانوں کو لے کر مکہ چل دیئے جب مرالظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے ہاتھ چھڑا لئے اور تلوار سونت کر سامنے آگئے۔ چونکہ کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی، انہوں نے پتھر مار مار کر انہیں شہید کر دیا۔ حضرت زید اور خبیب کو مکے لے آئے، کفار قریش نے بنو ہذیل کے دو آدمی قید کر رکھے تھے، ان دو حضرات کو ان کے حوالے کر کے اپنے

---

① ابن سعد دوم ۲۹۸

Marfat.com

قیدی چھڑا لئے، حضرت خبیب کو حجیر بن ابی اہاب نے اپنے بہنوئی کا قصاص لینے کے لئے خرید لیا۔ صفوان بن امیہ کا باپ، امیہ بن خلف بھی میدان بدر میں مارا گیا تھا حضرت زید کو اس نے خرید لیا۔ تاکہ باپ کا قصاص لے سکے۔

حضرت زید اور ابوسفیان

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا کہ وہ انہیں تنعیم میں لے جا کر قتل کر دے۔ اس قتل بے گناہ کا تماشا دیکھنے کو جو لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے، ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ حضرت زید کو اس بے بسی کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگا" زید! خدا تجھ پر رحم کرے، کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ ہم تیری جگہ محمدؐ کو حوالۂ جلاد کرتے اور تو بخیر و عافیت گھر بیٹھا ہوتا" حضرت زید نے جواب دیا"کسی اور چیز کا تو کیا ذکر، بخدا! میں حضور اکرمؐ کے پاؤں میں کانٹے کی چبھن بھی گوارہ نہیں کر سکتا (فداہ ابی و امی)" ابوسفیان نے سنا تو کہنے لگا۔"کہ خدا کی قسم میں نے دنیا میں کوئی ایسا راہنما نہیں دیکھا، جس کے پیروکار اس سے اتنی محبت کرتے ہوں، جتنی کہ مسلمان محمدؐ سے کرتے ہیں"

جب حضرت خبیب کی باری آئی، تو انہوں نے کفار سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ جب بہ سکون خاطر نماز پڑھ چکے، تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور کہا"! اے خدا! ہم نے تیرے رسول کی رسالت کی تبلیغ کی۔ تو انہیں اس سلوک کے کوائف سے مطلع فرما دے اے خدا! تو کفار کی تعداد کو کم کر، انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر، اور ان میں سے کسی کو زندہ مت چھوڑ" اس کے بعد کفار نے انہیں قتل کر دیا۔ امیر معاویہ راوی ہیں کہ میں اس موقعہ پر اپنے والد کے ساتھ وہاں موجود تھا ①

بنو نضیر کی جلاوطنی

یہود کی غداری:۔ ابن اسحاق سے روایت ہے۔ کہ چونکہ بنو نضیر اور مسلمانوں میں

---

① ابن ہشام۔ دوم۔ ۱۸۶۔ ۱۸۲۔ ابن سعد دوم۔ ۴۰۰۔ ۲۹۸

Marfat.com

معاہدہ دوستی قائم ہو چکا تھا، اس لئے جب حضرت عمرو بن امیہ الضمری کے ہاتھوں غلطی سے بنو عامر کے دو آدمی، جنہیں حضور اکرمؐ نے پناہ دی تھی، قتل ہو گئے۔ تو آپؐ چند صحابہ کی معیت میں جن میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ شامل تھے، بنو نضیر کی بستیوں میں تشریف لے گئے اور اس عہد کے دستور کے مطابق ان سے مقتولوں کی دیت میں حصہ رسدی کا مطالبہ کیا۔ یہود نے کہا "ابوالقاسم! آپ تھوڑی دیر آرام فرمائیں، تاکہ ہم باہم مشورہ کریں"۔ آپؐ نے ان کے طور طریقوں سے بھانپ لیا، کہ ان کی نیت خراب ہے۔ چنانچہ حضورؐ موقعہ پاکر وہاں سے اٹھ کر آ گئے۔ یہود کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر پتھر کی سل کو ایسے طریقے سے نیچے لڑھکا دے کہ عین حضورؐ کے سر پر گرے، صحابہ کرام، آپؐ کی واپسی کے انتظار میں کچھ دیر وہیں بیٹھے رہے۔ لیکن جب آپؐ نہ لوٹے تو وہ بھی اٹھ کر آ گئے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو یہود کی ناپاک سازش سے مطلع فرمایا اور تیاری کا حکم دیا۔ تاکہ اس بد باطن جماعت کو ان کی غداری کا مزا چکھایا جائے۔

حضورؐ کا چیلنج

یہود بھی غافل نہ تھے، چنانچہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف ہو گئے، اتنے میں انہیں حضور اکرمؐ کی طرف سے چیلنج موصول ہوا، کہ چونکہ تم غداری کے مرتکب ہوئے ہو۔ اور تمہارا رویہ کبھی بھی تسلی بخش نہیں رہا۔ اس لئے تمہارے بچاؤ کی صرف ایک صورت رہ گئی ہے کہ تم دس دن کے اندر اندر مدینہ چھوڑ کر چلے جاؤ ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا، لیکن چونکہ انہیں اپنے مضبوط قلعوں پر بڑا اعتماد تھا، اور قریش مکہ ہر وقت ان کی پیٹھ ٹھونکتے رہتے تھے، علاوہ ازیں عبداللہ بن ابی نے انہیں کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کی دھمکیوں سے دل نہ ہارنا اگر مقابلے تک نوبت پہنچ گئی تو ہمارے دو ہزار جان باز تمہاری امداد کو پہنچ جائیں گے۔

یہود کا جواب اور جلاوطنی

حضور اکرمؐ کے چیلنج کے جواب میں یہود نے کہلا بھیجا کہ ہم مرنے سے نہیں ڈرتے اس لئے ہم ہرگز مدینے

Marfat.com

سے نہیں نکلیں گے، آپؐ سے جو کچھ بن پڑتا ہے کر دیکھئے، آپ ہمیں گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے چڑھائی کا حکم دیا۔ اور یہود شہر پناہ کے دروازے بند کر کے محصور ہو گئے۔ مسلمانوں نے بستی کا محاصرہ کر لیا، اور مورچے سنبھال لئے، یہود کو عبداللہ بن ابی سے امداد کی توقع تھی لیکن وہ ایسا مرعوب ہوا کہ باوجود خواہش کے کوئی اقدام نہ کر سکا بمشکل پندرہ دن ہی گزرے ہوں گے کہ یہود کی قوت مزاحمت جواب دے گئی، اور اس شرط پر جلا وطنی کے لئے تیار ہو گئے کہ سامان خانہ داری سے وہ جو کچھ اونٹوں پر لاد کر لے جاسکیں ان سے تعرض نہ کیا جائے، آپؐ نے اجازت دے دی، اور یہود نے اونٹوں پر عام اشیاء کے علاوہ چھتیں گرا کر تیر اور شہتیر بھی باندھ لئے، اور نکل کھڑے ہوئے۔

جلا وطنی کا منظر

خانہ بدوشی یہود کو میراث میں ملی تھی، فرعون کے ڈر سے مصر سے کیا نکلے کہ پھر کہیں قدم نہ جم سکے، اب مدینے سے نکلے، تو اس سج دھج سے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ زرق برق لباس میں اونٹوں پر سوار تھے، ڈھول اور نقارے، باجے اور شہنائیاں بج رہی تھیں، گانے والی عورتیں گاتی اور ناچتی ساتھ تھیں، بلند حوصلگی اور زندہ دلی کا ایسا نظارہ کسی نے نہ دیکھا ہو گا چونکہ اس ناگہانی افتاد میں یہود کے جذبۂ خانہ بدوشی کی تسکین کا ایک موقعہ نکل آیا تھا، اس لئے وطن مالوف سے جدائی کا کوئی دکھ نہ تھا اور خوش تھے کہ صحرا نورد باپ دادا کی سنت پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ عروہ بن ورد العبسی شاعر کی بیوی ام عمرو کو جو بنو غفار سے تعلق رکھتی تھی اور نہایت اچھی مغنیہ اور رقاصہ ہونے کے علاوہ حسن و جمال اور رعنائی کا شاہکار شمار ہوتی تھی، یہود نے خرید لیا تھا۔ چنانچہ اس کی موجودگی نے جلا وطنوں کے قافلے کی رونق کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

رؤسائے قبیلہ میں سے سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع، اور حیی بن اخطب خیبر میں سکونت پذیر ہو گئے، اور باقی لوگ شام چلے گئے۔

یہود کے اس قبیلہ سے صرف دو شخص یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب اسلام لائے

Marfat.com

تھے، یہ واقعہ ربیع الاوّل ۳ھ میں پیش آیا تھا۔ ①

جلاوطنی کے اسباب

بنو قینقاع کی جلاوطنی کے بعد یہود مدینہ کے عناد میں شدت پیدا ہو گئی تھی، اس پر احد میں مسلمانوں کی غیر متوقع ہزیمت، عبداللہ بن ابی کے وعدۂ اعانت اور قریش مکہ کی شہ سے یہود کے دماغ میں فتور پیدا ہو گیا تھا، چونکہ حضور اکرمؐ ان کی سرگرمیوں سے باخبر تھے، اس لئے آپ کافی محتاط ہو گئے تھے، ایک دفعہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم بھی تیس آدمی لاتے ہیں، آپ بھی اتنی ہی تعداد لے کر ہمارے یہاں آئیں، اگر آپ نے ہمیں قائل کر لیا تو ہم سب بالاجماع اسلام قبول کر لیں گے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ جب تک تم از سر نو امن اور خیر سگالی کا معاہدہ نہیں کرو گے، تمہاری درخواست پر غور نہیں کیا جا سکتا۔ آخر تیس سے ہٹ کر تین پر آ گئے۔ لیکن حضورؐ کو کسی نے راستے میں بتا دیا۔ کہ یہود نے تلواریں آستینوں میں چھپا رکھی ہیں۔ اور ان کا مقصد آپ کو معلوم ہی ہے۔ چنانچہ آپ اثنائے راہ ہی سے لوٹ آئے تھے، ظاہر ہے کہ ایسی زہریلی اور نفاق پیشہ جماعت ان گنت خطرات کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ان کی جلاوطنی سے عبداللہ بن ابی کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ اور کفار مکہ کے ناپاک پروگرام کی راہ میں ایک اور دشواری حائل ہو گئی۔

غزوہ بدر الموعد

ابوسفیان کی بزدلی

یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پیش آیا جب ابوسفیان احد کی مہم میں کامیابی کے نشے سے بدمست ہو کر، میدان جنگ سے رخصت ہونے لگا، تو حضور اکرمؐ کی طرف منہ کر کے باآواز بلند پکارا تھا اے محمدؐ! یہ بدر کی شکست کا بدلہ تھا۔ اب سال آئندہ میں ہمارا مقابلہ بدر الصغریٰ کے مقام پر ہوگا۔ حضور اکرمؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا "کہہ دو ہمیں منظور ہے" وقت گزرتے دیر نہیں لگتی

---

① ابن ہشام۔ دوم۔ ۱۷۸، ۱۷۶۔ ابن سعد۔ دوم ۲، ۴۰۔ ۴۰۰۔ سیرۃ النبی اوّل ۲۱۲، ۴۰۸

Marfat.com

بدر الصغریٰ کے مقام پر ہر سال میلہ لگتا تھا۔ مسلمان تیاری میں لگ گئے۔ کفار قریش میں سے اکثر پہلو کترا رہے تھے، خود ابو سفیان کو بھی حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ موسم خشک تھا، اور دور دور تک سبزے کا کہیں نام ونشان نہیں تھا، لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسلامی لشکر تو مقام موعود پر پہنچ جائے، اور وہ نہ جائیں، کہ اس سے ان کی شہرت کو نقصان پہنچے گا۔ آخر اس نے نعیم بن اسود الاشجعی کو بلا کر کہا کہ اگر تم مدینے جاکر مسلمانوں کو کسی حیلے حوالے سے مقام موعود پر آنے سے روک سکو، تو ہم حد درجہ ممنون ہوں گے اور بیسیوں کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔

نعیم تیز رفتار سانڈنی پر سوار ہوا، اور مدینے جا پہنچا، اور لگا کفار قریش کی فرضی تیاری اور ساز و سامان جنگ کی بہتات کے افسانے تراشنے اور مسلمانوں کو بد دل کرنے، حضور اکرم نے سنا تو فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم، کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ میں ضرور جاؤں گا۔ خواہ مجھے اکیلا ہی کیوں نہ جانا پڑے"، چنانچہ مدینے کا نظم ونسق حضرت عبداللہ بن رواحہ کے سپرد کر (۱) کے علم حضرت علیؓ کے حوالے کیا" اور پندرہ سو جانبازوں کے ساتھ جن میں صرف دس کے پاس گھوڑے تھے، بدر الصغریٰ کو کوچ فرمایا۔

مسلمانوں نے ہتھیار سجائے، تو چونکہ وہاں میلہ لگنے والا تھا، تھوڑا بہت سامان تجارت بھی ساتھ لے لیا، چنانچہ خلاف معمول اس سال منافع کا تناسب بہت اچھا رہا۔ ابو سفیان بھی بادل نخواستہ دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکے سے روانہ ہوا۔ اور مرالظہران کے قریب پہنچ کر رک گیا، اور آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ ایک آدھ دن قیام کیا، اور خشک سالی کے بہانے واپس لوٹ آیا۔ جب صفوان بن امیہ کو ابو سفیان کی بے حوصلگی کا علم ہوا۔ تو کہنے لگا میں نے اس وقت بھی ابو سفیان کو منع کیا تھا، کہ جلدبازی نہ کرو۔ اور مسلمانوں کو چیلنج مت دو۔ میری بات مان لیتا تو سبکی نہ ہوتی۔ حضور اکرم کو معلوم ہوا، تو آپ بھی واپس چلے گئے۔ (۲)

---

(۱) ابن ہشام راوی ہیں کہ مدینے کی نیابت حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کے سپرد فرمائی۔ ۱۸۵

(۲) ابن ہشام دوم۔ ۱۸۴۔۱۸۵، ابن سعد دوم ۴۰۔ ۴۰۳

Marfat.com

غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے سال ماہ محرم میں پیش آیا۔ حضور اکرمؐ کو ایک شخص کی زبانی جو مدینے میں تجارت کی غرض سے آیا تھا۔ معلوم ہوا کہ بنوانمار اور ثعلبہ مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے مدینے کی نیابت حضرت عثمانؓ کے سپرد فرمائی اور چار سو جانباز صحابہ کی ایک جماعت کو لے کر ۱۰ محرم کو ذات الرقاع کی طرف جو پہاڑی علاقہ تھا، کوچ فرمایا۔ یہ پہاڑ النخیل کے قریب السعد اور الشقرہ کے درمیان واقع ہے جب آپ ان بستیوں میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں صرف عورتیں تھیں، اور مرد ڈر کے مارے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے تھے، چونکہ دشمن کے حملے کا خطرہ تھا اس لئے آپؐ نے وہاں نماز خوف ادا کی۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ اس موقعہ پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ گرمی کا موسم تھا، اور صحابہ کرام ادھر ادھر کھجوروں کے سائے میں سر چھپائے بیٹھے تھے، آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی، اتنے میں ایک مشرک حضور اکرمؐ کے قتل کے ارادے سے وہاں آ نکلا۔ آپؐ کی تلوار دیکھ کر کہنے لگا، "محمدؐ کیا یہ تلوار آپؐ کی ہے؟" فرمایا "ہاں"، چونکہ نیام پر چاندی سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، دیکھنے کے بہانے درخت سے اتار لی۔ اور نیام سے نکال کر کہنے لگا، کیا آپؐ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا "نہیں" تلوار لہرا کر کہنے لگا۔ آپؐ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ فرمایا۔ "اللہ" لیکن جب صحابہ کرام کے بدلے ہوئے تیور دیکھے، تو تلوار نیام میں ڈال دی، اور چلا گیا۔ اس مہم کے دوران میں حضور اکرمؐ پندرہ دن مدینے سے باہر رہے[1]۔

۱۔ ابن ہشام ۔ دوم ۔ ۱۸۵ ۔ ۱۸۱ ۔ ابن سعد ۔ دوم ۔ ۲۰۵ ۔ ۲۰۴

غزوۂ دومۃ الجندل

ہجرت کے پانچویں سال ربیع الاول کے مہینے میں حضور اکرمؐ کو اطلاع موصول ہوئی کہ، دومۃ الجندل کے مقام پر شرپسندوں کا ایک گروہ قرب وجوار کے قبائل کے لئے باعث زحمت بنا ہوا ہے۔ اور لوگ ان کے ہاتھوں سخت نالاں ہیں۔ نیز مدینے پر حملے کی تیاریوں میں معروف ہیں آپؐ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینے کی نیابت سپرد کی، اور ایک ہزار صحابہ کی معیت میں ادھر کو کوچ فرمایا۔ چونکہ آپؐ دشمن کی بے خبری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، اس لئے رات کو سفر کرتے، اور دن کو آرام فرماتے، جب آپؐ دومۃ الجندل کے قریب پہنچے، تو دیکھا، کہ وہ لوگ وہاں سے نقل مکانی کی تیاری کر رہے ہیں۔ قریب ہی ان کے اونٹ اور بکریاں چر رہی تھیں ان کی کافی تعداد پکڑ لی گئی۔ شرپسندوں کو علم ہوا، تو آس پاس کی پہاڑیوں میں چھپ گئے۔ حضورؐ نے ان کی تلاش میں کئی دستے روانہ کئے لیکن سراغ نہ مل سکا۔ بعد از اطمینان آپؐ نے، مراجعت فرمائی۔ اور ۲۰ ربیع الآخر کو وارد مدینہ ہوئے(۱)

غزوہ مریسیع المصطلق

یہ مہم شعبان ۵ھ میں پیش آئی۔ المریسیع ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جو بنی المصطلق کی ملکیت تھا۔ اور جو الفرع سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔ الفرع مدینے سے ۹۶ میل دور تھا۔

حضور اکرمؐ کو اطلاع ملی، کہ المصطلق قبیلے کا سردار الحارث بن ابی ضرار قرب جوار کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسا رہا ہے۔ آپؐ نے حضرت بُریدہ بن الحُصیبؓ الاسلمی کو تحقیق حالات کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے واپس آکر خبر

(۱) ابن سعد دوم ۶۲، ۵۰۴، ۴۰ ابن ہشام۔ دوم۔ ۱۸۷

Marfat.com

کی تصدیق کر دی۔ آپؐ نے مدینہ کی نیابت حضرت ابوذر غفاری کے سپرد کر کے تیاری کا حکم دیا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ یہ خدمت حضرت زید بن حارث کے سپرد ہوئی تھی[1] حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سلمہ بھی اس سفر میں حضور کے ہمراہ تھیں۔

جب آپؐ ایک ہزار صحابہ کی معیت میں المریسیع پہنچے، تو دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو گئی، جس میں ان کے دس آدمی مارے گئے۔ اور باقی قیدی بنا لیے گئے۔ مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص صبابہ بن ہشام شہید ہوئے، جنہیں ایک انصاری نے غلطی سے دشمن سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔ بعد میں مال غنیمت اور جنگی قیدی بانٹ لیے گئے۔

عبداللہ بن ابی کی بکواس

اس اثنا میں وہاں ایک معمولی بات پر جہجاہ بن مسعود اور سنان وبر کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اس پر حضرت سنان نے انصار کو اور جہجاہ بن مسعود نے مہاجرین کو امداد کے لئے پکارا، اگر بیچ بچاؤ نہ کیا جاتا، تو بات بڑھ جاتی، اس مہم میں خلاف معمول منافقین کی کافی تعداد مع عبداللہ بن ابی شریک تھی۔ اسے اور کیا چاہیے تھا، انصار سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، "یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے۔ اگر تم ان کی پذیرائی نہ کرتے گھروں میں جگہ نہ دیتے، تو یہ صورت حال کیوں پیدا ہوتی؟ اب بھی اگر تم ہاتھ کھینچ لو، تو انہیں قدر و عافیت معلوم ہو جائے، بخدا مدینہ پہنچنے کی دیر ہے ہم ان رذیلوں کو مار بھگائیں گے۔" حضرت زید بن ارقم نے، جو وہاں موجود تھے، تمام واقعہ حضور اکرمؐ کے گوش گزار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی "یارسول اللہ آپ عباد بن بشر انصاری کو حکم دیں کہ وہ اس بدبخت کا خاتمہ کر دے۔" حضورؐ نے فرمایا عمر! کیا تم چاہتے ہو۔ کہ مخالفین گلی کوچوں میں کہتے پھریں، کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔" اس کے بعد آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔

کسی نے عبداللہ بن ابی کو بتا دیا، کہ زید بن ارقم نے تمام ماجرا آپؐ سے عرض کر

۱۔ ابن سعد دوم۔ ۴۰۶

Marfat.com

دیا ہے، پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ بھاگم بھاگ دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھ سے ہرگز یہ گستاخی سرزد نہیں ہوئی، بلکہ یہ موضوع زیر بحث آیا ہی نہیں، چونکہ عبداللہ شرفائے مدینہ سے شمار ہوتا تھا، اور حسب روایت عرب وہ جھوٹی بات کی قسم نہیں کھاتے تھے، اس لئے حاضرین نے یہ کہہ کر عبداللہ کو سہارا دیا، یارسول اللہ ممکن ہے، زید بن ارقم کو غلط فہمی ہو گئی ہو۔ عبداللہ روسائے قوم سے ہے اس سے ایسی لغزش کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

واپسی

واپسی پر اتفاقاً حضرت اسید بن حضیر حضور اکرمؐ سے راستے میں آ ملے بعد از سلام عرض کی، یارسول اللہ، اس دفعہ خلاف معمول آپؐ نے واپسی کے لئے موزوں وقت کا انتخاب نہیں فرمایا۔ حضورؐ نے کہا، کیا تم نے عبداللہ بن ابی کی زبان درازی کا واقعہ نہیں سنا۔ اس نے عرض کی، یارسول اللہ بلاشبہ وہ رذیل سزاوار جلاوطنی ہے، لیکن پھر بھی مناسب یہی ہے، کہ آپؐ، اسے نوازشاتِ عالیہ سے محروم نہ فرمائیں، آپؐ کی تشریف آوری سے ذرا پہلے ہم مدینے کی سیادت عظمیٰ کا تاج اس کے سر پر رکھنے والے تھے، آپؐ کے آنے سے وہ بات آئی گئی ہو گئی، اس دن سے اس کا دماغ چل گیا ہے۔ حضور اکرمؐ ایک دن رات برابر چلتے آئے، اور راستے میں کہیں آرام نہ فرمایا۔ دوسرے دن جب آرام کرنے کی اجازت ملی، تو چوبیس گھنٹے کی لگاتار راہ نوردی سے صحابہ کرام اتنے تھک چکے تھے کہ لیٹتے ہی سو گئے۔ حضورؐ کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح روز گزشتہ کے ناگوار واقعہ کی یاد دماغ سے نکل جائے، اور مزید بدمزگی نہ پیدا ہو۔

عبداللہ بن ابی کا بیٹا

عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ، جو باپ کے ہم نام تھے، نہایت مخلص اور سچے مسلمان تھے، جب انہیں باپ کی نادانی کا علم ہوا، تو حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ "یارسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنا

چاہتے ہیں، اگر میری اطلاع درست ہے تو بہتر ہوگا کہ اس کام کی انجام دہی میرے سپرد کی جائے، کیونکہ بصورت دیگر اس بات کا قوی خدشہ ہے، کہ میں باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھ کر بے قابو ہو جاؤں، اور دست درازی کر بیٹھوں"۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا" اے عبداللہ! جب تک تمہارا باپ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑے گا، ہم اس سے مروت اور مہربانی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے" چنانچہ آپؐ کی اس چشم پوشی پر دور رس نتائج مرتب ہوئے، اور خود اس کے حاشیہ نشینوں نے عبداللہ کا احتساب شروع کر دیا، اگر کبھی آپؐ کے خلاف خبث باطن سے مجبور ہو کر زبان کشائی کرتا تو اس کی جان کو آجاتے۔

حضرت جویریہ جب جنگی قیدیوں کی تقسیم عمل میں آئی تو سردار قبیلہ کی لڑکی جویریہ، حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے عم زاد کے حصے میں آئی چونکہ وہ کنیز بن کر رہنے پر رضامند نہ تھی، اس لئے دربار رسالت میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوئی تاکہ رقم کا بندوبست ہو جائے، اور غلامی سے چھٹکارا پا لے حضورؐ نے فرمایا اے جویریہ! اگر میں مقررہ رقم ادا کر دوں، تو آیا تم مجھ سے نکاح پر آمادہ ہو سکو گی،، جویریہ مان گئی، اور آپؐ نے زر مکاتبت ادا کر کے جناب جویریہ کو حرم نبویؐ میں داخل کر لیا

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت جویریہ کے والد حارث بن ابی ضرار نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی" اے ابوالقاسم! جویریہ سردار قوم کی لڑکی ہے۔ آپؐ اس سے عام لوگوں والا سلوک روا نہ رکھیں" حضور نے فرمایا" اچھا تم اپنی بیٹی سے دریافت کر لو، کہ اس کی کیا مرضی ہے" جب حارث نے ان سے دریافت کیا، تو انہوں نے حرم نبوی میں شمولیت کو ترجیح دی

جب صحابہ کرام کو معلوم ہوا، کہ حضرت جویریہ حرم نبوی سے وابستہ ہو گئی ہیں تو انہوں نے تمام جنگی قیدیوں کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ چونکہ یہ لوگ حضور اکرمؐ کے سسرال سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان کا احترام کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔

Marfat.com

اس فوجی مہم کو اس لحاظ سے غیر مبارک کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ان چند دنوں میں بعض حد درجہ کربناک واقعات رونما ہوئے۔ اوّل یہ کہ مہاجرین اور انصار میں تعلقات اتنے کشیدہ ہو گئے، کہ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں، اور اگر سنجیدہ مزاج لوگ بیچ بچاؤ نہ کرتے، تو حالات قابو سے نکل جاتے، دوم عبداللہ بن اُبَی کی دریدہ دہنی نے جو خطرناک صورت پیدا کر دی تھی، اگر حضور اکرمؐ کی عالی ظرفی آڑے نہ آتی، تو اس کے المیہ بننے میں کوئی کسر نہ رہی تھی، ان دونوں حادثوں نے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اگر کوئی کمی رہ گئی تھی، تو واقعہ افک نے پوری کر دی۔

واقعہ افک

حضرت عائشہؓ راوی ہیں، کہ فوجی مہمات کے موقعہ پر حضور اکرمؐ کا طریقہ یہ تھا، کہ امہات المؤمنینؓ میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے جس کا نام نکلتا، اسے ساتھ لے جاتے، اس مہم کے موقعہ پر جب قرعہ ڈالا گیا، تو میرا اور سلمیٰ کا نام نکلا۔ میری عادت تھی، کہ جب کوچ کا وقت آتا، میں کجاوے میں بیٹھ جاتی اور دو چار آدمی کجاوے کو اٹھا کر اونٹ کی پیٹھ پر لاد دیتے اور قافلہ روانہ ہو جاتا، جب اس مہم میں واپسی پر ہم مدینے کے قریب پہنچے، تو حضور اکرمؐ نے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ابھی رات کا ایک حصہ گزرا تھا، کہ کوچ کا حکم صادر ہوا۔ لوگ تیاریوں میں لگ گئے، اور میں رفع حاجت کے لئے ذرا دور نکل گئی، واپس آئی، تو صحابہ اونٹوں پر سامان لاد رہے تھے، اور چل چلاؤ کا عالم تھا، میں ایک ہار پہنے ہوئی تھی وہ وہیں گر گیا اور مجھے احساس بھی نہ ہوا۔ جب ہودج میں بیٹھنے لگی تو پتہ چلا، تلاش میں پھر وہیں گئی، ہار تو مل گیا، واپس آئی تو وہاں ہو کا عالم تھا، یہ غلطی اس لئے سرزد ہوئی، کہ میں بالکل ہلکی پھلکی تھی۔ ساربانوں نے ہودج اٹھا کر اونٹ پر لاد دیا، اور انہیں پتہ ہی نہ چلا، کہ کجاوہ خالی ہے۔

رات کا سماں تھا، اور لق و دق صحرا، نہ آدم نہ آدم زاد، جاؤں تو کدھر، بلاؤں

Marfat.com

تو کسے، توکل بخدا، وہیں بیٹھ گئی، کہ جب منزل پر پہنچ کر ہودج کو خالی پائیں گے، تو لازماً میری تلاش میں آئیں گے، میں اس سوچ میں تھی کہ صفوان بن المعطل سلمی، جو لشکر سے پیچھے رہ گیا تھا، وہاں پہنچ گیا، دیکھا تو پہچان گیا، حیرت سے پوچھا، آپ کو یہ حادثہ کیسے پیش آیا، میں خاموش رہی وہ اونٹ کو بٹھا کر ایک طرف ہٹ گیا، میں سوار ہوئی تو وہ بسرعت تمام چل دیا۔ تاکہ قافلے کو جالیں، لیکن کامیاب نہ ہو سکے، ہاں ادھر وہ لوگ پہنچے، ادھر ہم پہنچ گئے۔ بات سیدھی تھی، لیکن بد اندیشوں کی زبان کون بند کر دیتا۔ عبداللہ بن ابی گزشتہ واقعہ سے خار کھائے ہوئے تھا، کچھ اس کے ہواخواہوں نے، اور کچھ نادان دوستوں کی بے احتیاطی نے بات کا بتنگڑ بنا دیا، اور حضور اکرمؐ پر پریشانیوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔"

حضرت عائشہ کی لاعلمی

منافقین نے مدینے میں طوفان اٹھا رکھا تھا، حضور اکرمؐ صدر درجہ پریشان دکھائی دیتے تھے، والدین الگ ذہنی الجھن کا شکار تھے، تمام مخلص صحابہ دم بخود تھے، لیکن مجھے اس نامسعود ہنگامہ آرائی کا قطعاً علم نہ تھا، ہاں میں نے اتنا ضرور محسوس کیا کہ حضور اکرمؐ کی شفقت میں کافی فرق پڑ گیا ہے اور آپؐ کچھ کھچے کھچے سے ہیں۔ میں موقعہ پا کر اس بے رخی کی شکایت کرتی، تو آپؐ خلاف معمول طرح دے جاتے، چنانچہ اضطراب و پریشانی خاطر سے میں بیمار پڑ گئی، اور حضورؐ سے اجازت لے کر میکے آ گئی۔ ہر چند وہاں بھی سابقہ گرم جوشی کا فقدان تھا، اور گھر کی فضا سہمی سہمی سی تھی، لیکن میں پھر بھی بات کو نہ پا سکی۔

ام مسطح اور حضرت عائشہ

مدینے کی عورتیں سرشام ہی رفع حاجت کے لئے باہر کھیتوں میں نکل جاتی تھیں، ایک رات ام مسطح، اور میں باتیں کرتی جا رہی تھیں، کہ اندھیرے میں اس کا پاؤں پھسلا، کہنے لگی، مسطح تم پر خدا کی پھٹکار، (جس نے میرے خلاف اس بہتان کو بڑی ہوا دی تھی) میں نے کہا "تعجب ہے، تم ایک بدری

Marfat.com

مہاجر کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کر رہی ہو" کہنے لگی "کیا تمہیں اس کے کارنامے کا علم نہیں"" میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو اس نے تمام واقعہ من وعن کہہ سنایا، میں حیرت سے نقش دیوار بن گئی حضور اکرم ؐ کی سرگرانی کو تین ہفتے ہو چکے تھے، اور میں لاعلمی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی پھرتی تھی، چنانچہ اس کربناک انکشاف سے مجھ پر اضطراب اور پریشانی کا ایسا شدید دورہ پڑا۔ کہ زمین و آسمان گھومتے معلوم ہوئے اور کلیجہ پھٹنے لگا، گھر آئی، تو والدہ سے الجھ پڑی کہ جب میرے خلاف مخالفین نے ادھم مچا رکھا ہے، تو مجھے بتایا کیوں نہیں کہ میں بھی زبان کھولتی، ماں نے کہا بیٹی حوصلے سے کام لو، یہ قاعدہ ہے، کہ جس بیوی سے میاں کو زیادہ محبت ہو اس کے خلاف حاسدوں کی زبانیں الزام تراشی کرتی رہتی ہیں، گویا یہ چیزیں انسانیت کی میراث ہیں "

حضرت عائشہ راوی ہیں، کہ اس دوران میں، ایک دفعہ حضور اکرم ؐ نے صحابہ کو خطبہ دیا، کہ تم لوگ میری بیگمات کے خلاف الزام تراشی کرتے رہتے ہو، حالانکہ میں انہیں تم سے زیادہ بہتر جانتا ہوں، لیکن چونکہ مجھے اس افسوس ناک صورت حال کا علم نہ تھا، اس لئے تہہ کو نہ پہنچ سکی تھی،

اوس اور خزرج میں جھگڑا

حضور اکرم ؐ خطبہ دے چکے، تو حضرت اسید بن حضیر جن کا تعلق بنو اوس سے تھا، عرض کی یا رسول اللہؐ! اگر ان الزام تراشیوں کا تعلق ہمارے قبیلے سے ہے، تو ہم ان سے نمٹ لیں گے، اور اگر وہ بنو خزرج سے ہیں، جب بھی ہم ان کی گردنیں اڑانے سے دریغ نہیں کریں گے "آخری فقرے پر سعد بن عبادہ خزرجی بھڑک اٹھے کہ اس میں ان کے لئے بحیثیت سردار قبیلہ توہین کا پہلو نکلتا تھا " کہنے لگے بخدا ہم تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ تم نے یہ فقرہ کہا ہی اس لئے ہے، کہ الزام تراش بنو خزرج سے ہیں اگر تمہارے قبیلے سے ہوتے تو تم کبھی ایسا نہ کہتے "

اس پر حضرت اسید بپھر گئے، کہنے لگے، تم منافق ہو۔ اسی لئے تو منافقوں کی

Marfat.com

کی پاسداری کر رہے ہو، غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے۔ دونوں طرف کی آستینیں چڑھ گئیں۔ اور بھنویں تن گئیں، اگر سنجیدہ مزاج عنصر کے اوسان بحال نہ رہتے تو جاہلی عصبیت کا جذبہ انگڑائی لے کر جاگ اٹھتا اور شرافت سر پیٹتی رہ جاتی۔

حضرت سعد بن عبادہ مخلص صحابہ سے تھے، انہوں نے جو کچھ حضرت اسید سے کہا اس کا ہدف حضور اکرمؐ کی ذات نہ تھی، بلکہ یہ بنو اوس و خزرج کی پرانی عداوت کا شاخسانہ تھا، اور کرشمہ تھا، اس انسانی کمزوری کا جو وقتاً فوقتاً اپنی موجودگی کا احساس دلاتی رہتی ہے، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے، کہ اچھا خاصا معقول انسان بھی بہ تقاضائے بشریت پھسل جاتا ہے۔

حضرت علی اور عائشہ

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید کو بہ غرض مشورہ طلب فرمایا۔ چونکہ مؤخر الذکر خاندان نبوت سے وابستہ تھے، اور حرم نبویؐ میں آنا جانا رہتا تھا انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے ام المؤمنین سے کبھی کوئی قابل اعتراض حرکت مشاہدہ نہیں کی، جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے یہ منافقین مدینہ کی کارستانی ہے، اس لئے اس پریشان کن خیال کو دل سے نکال دیجئے، حضرت علیؓ نے کہا "یارسول اللہ اگر آپؐ مطمئن نہیں ہیں، تو انہیں فارغ کر دیجئے۔ آخر مدینے میں عورتیں ختم تو نہیں ہو گئیں، نیز مزید اطمینان کے لئے بریرہ (حضرت عائشہ کی کنیز) سے دریافت فرما لیجئے"۔ حضورؐ نے بریرہ کو طلب فرمایا۔ قبل اس کے کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، حضرت علیؓ نے جو کسی وجہ سے ام المؤمنین سے ناخوش تھے انہیں اپنے ڈھب پر لانے کی کوشش کی، لیکن وہ رضامند نہ ہوئیں، اور وہی کچھ کہا جو حقیقت تھی (واللہ اعلم)

بادی النظر میں خود خاندان نبوت میں رقابت اور بدظنی کے ایسے مظاہرے عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ جھگڑے اولاد آدم

کو وراثت میں ملے ہیں۔ ہابیل نے قابیل سے جو سلوک کیا، اخوان یوسف نے حضرت یوسف سے جو برتاؤ روا رکھا، آج بھی اس کی صدائے بازگشت سنی جا سکتی ہے اس لئے اگر کبھی بہ تقاضائے بشریت کوئی لغزش ہو جائے، تو اس سے ایسے مقدس لوگوں کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضورؐ اور حضرت عائشہ اس کے بعد حضور اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے میں زار و قطار رو رہی تھی، حضورؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "عائشہ! لوگوں کی باتیں تم نے بھی سن لی ہوں گی، اگر تم سے کوئی گناہ، سرزد ہو گیا ہے۔ تو خدا سے معافی مانگ لو کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔" اس پر مجھے اتنا رونا آیا، کہ دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہو گئی، چونکہ میں شدت گریہ سے بول نہیں سکتی تھی، چاہتی تھی کہ ابا یا امی آپؐ کو میری بے گناہی کا یقین دلائیں، لیکن وہ صورت دیوار خاموش تھے، میں نے کہا بھی، کہ آپ کیوں نہیں بولتے۔ کہنے لگے، کہ بیٹی ہم کہیں تو کیا کہیں۔" اس پر میں اور زیادہ روئی، اور حضورؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ جب مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہی نہیں، تو توبہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیا میں اس گناہ کا اقرار کروں جس سے میں قطعاً بری الذمہ ہوں، ان ناگفتنی حالات میں میرے لئے بغیر از صبر کوئی چارۂ کار نہیں ہے، خدا مجھے اس شر سے بچائے، اور میری امداد فرمائے۔"

ہر چند مجھے شدت اضطراب اور بے چینی سے کسی کل چین نہیں پڑتا تھا، لیکن چونکہ بے گناہ تھی۔ مجھے یقین کامل تھا، کہ ضرور ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ غم و اندوہ کی گھٹائیں چھٹ جائیں گی۔ اور حضور اکرمؐ کا شبہ دور ہو جائے گا، مگر اس کا تو مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا، کہ ایسی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے، کہ خود قرآن حکیم میری بے گناہی کی شہادت دے گا، اور قیامت تک کے لئے بدگویوں کی زبانوں پر مہریں لگ جائیں گی

Marfat.com

نزدل وحی

حضور اکرمؐ ابھی وہیں تشریف فرما تھے، کہ آپؐ پر نزول وحی کی حالت طاری ہو گئی۔ اس اثنا میں آپؐ لیٹ گئے، اور ایک تکیہ میں نے آپؐ کے سر کے نیچے رکھ دیا، مجھے معلوم ہو گیا، کہ نزول وحی کا تعلق یقیناً میرے ہنگامے سے ہے، اور خوش تھی کہ اب حقیقت حال بالکل واضح ہو جائے گی، برخلاف اس کے کہ میرے ابا اور امی کی حالت قابل رحم تھی، اور اس ڈر سے ان کی جان نکلنے کو تھی کہ اگر خدانخواستہ الزام درست نکل آیا تو دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے۔

جب وہ حالت ختم ہوئی، تو حضور اکرمؐ اٹھ کر بیٹھ گئے، پیشانی سے پسینہ پونچھا میری طرف دیکھا اور فرمایا "عائشہ! تجھے مبارک ہو، کہ خدا نے تیری بے گناہی کی تصدیق فرما دی" مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتی۔ اور خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا کہ مجھ ناچیز کو نوازا، ورنہ اس طوفان کے تھمنے کے ابھی کوئی آثار نہیں تھے، اس کے بعد حضورؐ نے صحابہ کو بلا کر قرآن حکیم کی وہ آیات تلاوت فرمائیں، اور چونکہ مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش نے بہت زیادہ زبان درازی سے کام لیا تھا، اس لئے انہیں حد لگائی گئی، تاکہ عبرت ہو۔

ابو ایوب

ابن اسحاق راوی ہیں، کہ ام ایوب نے اپنے میاں ابو ایوب خالد بن زید سے کہا، کہ بعض لوگ عائشہ کی عصمت پر بہتان باندھ رہے ہیں" خالد نے کہا ہاں سنا ہے میں نے بھی، لیکن یہ سب بکواس ہے، اس نے پوچھا "کیسے" ابو ایوب نے جواب دیا۔ "آیا تم ایسی حرکت کر سکتی ہو۔ ام ایوب نے جواب دیا: "میں تو ایسی باتوں پر نفرین بھیجتی ہوں" اس پر ایوب کہنے لگے، جب تم ایسی حرکت کا ارتکاب نہیں کر سکتی، تو عائشہ کیسے کرے گی، وہ تم سے کہیں بہتر ہے۔ چند دنوں کے بعد قرآن کریم نے ابو ایوب کے حسن ظن کی تصدیق کر دی۔

جب صفوان بن المعطل کو معلوم ہوا کہ حسان بن ثابت نے اس ناروا افواہ کو

Marfat.com

پھیلانے میں خاص کردار ادا کیا ہے۔ ایک دن آمنا سامنا ہو گیا، تو جناب صفوان نے انہیں تلوار سے زخمی کر دیا۔ اتفاقاً ثابت بن قیس بن شماس وہاں موجود تھے، انہوں نے حضرت صفوان کو دبوچ لیا۔ اور ہاتھ گردن کے پیچھے باندھ کر بنو حارث بن خزرج کی حویلی میں لے چلے، راستے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ مل گئے، پوچھا یہ کیا غضب ڈھا رہے ہو۔ اس نے غضب نہیں ڈھایا، کہ حسان کو زخمی کر دیا ہے اگر میں مداخلت نہ کرتا تو اس کے مارے جانے میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی۔" حضرت عبداللہ بن رواحہ نے پوچھا" کیا تم نے حضور اکرمؐ سے صفوان کے ہاتھ باندھنے کی اجازت لی ہے" "دکہا نہیں" کہنے لگے، "اسے قانون کو ہاتھ میں لے کر جائز حد سے تجاوز کرنا کہتے ہیں، بہتر ہے، اسے چھوڑ دو" انہوں نے چھوڑ دیا۔

جب حضور اکرمؐ کو اس سانحہ کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے حسان بن ثابتؓ اور صفوان بن معطل کو طلب فرمایا، صفوان نے کہا۔ "یا رسول اللہؐ اس شخص نے مجھ پہ الزام لگایا، اور پھر میری ہجو کہی" چنانچہ میں برداشت نہ کر سکا، اور دست درازی کر بیٹھا" حضورؐ نے حضرت حسان سے مخاطب ہو کر فرمایا" اے حسان! کیا تم اس سے اس لئے حسد کرتے ہو کہ خدا نے اسے ہدایت سے کیوں نوازا! اب بہتر یہی ہے کہ تم اس سے درگزر کرو، حضرت حسان نے کہا! یا رسول اللہؐ مجھے کوئی اعتراض نہیں، اس کے بعد حضورؐ نے حضرت حسان کی دلداری کے لئے انہیں ایک حویلی اور ایک کنیز عطا فرمائی، حضرت عبدالرحمان بن حسان اسی کے بطن سے تھے،

Marfat.com

غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال ۵ھ میں پیش آیا

جب حضور اکرمؐ نے بنو نضیر کو مدینے سے نکال دیا۔ تو سلام بن ابی الحقیق، حیی بن اخطب کنانہ بن ربیع، ہوذہ بن قیس اور ابو عمار وائلی بصورت وفد قریش مکہ کے پاس گئے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارا، قریش نے یہود سے دریافت کیا "تم اہل کتاب ہو ہم تم سے ایک بات دریافت کرتے ہیں۔ بشرطیکہ تم صحیح جواب دے سکو، آیا ہمارا دین بہتر ہے یا "محمدؐ" کا؟ چونکہ یہود کو کفار قریش کی خاطر داری منظور تھی، کہنے لگے "بلا شبہ تمہارا دین بدرجہا بہتر ہے" قریش کو اس منافقانہ فتوے سے بڑی خوشی ہوئی، اور وہ ان کی امداد پر بدل وجان آمادہ ہو گئے۔ اس کے بعد یہود بنو غطفان اور سلیم کے پاس گئے چنانچہ وہ بھی ساتھ دینے پر مستعد ہو گئے۔ جب لشکر تیار ہوا۔ تو ان میں چار ہزار غطفانی تھے، اونٹوں کی تعداد پندرہ سو تھی، اور تین سو گھوڑے تھے، علم عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس اور فوج کی کمان عیینہ بن حصن فزاری کے پاس تھی۔ بنو اشجع کے چار سو آدمیوں کا کمانڈر مسعود بن رخیلہ تھا۔ بنو اسد کے ایک ہزار آدمی تھے، جن کی کمان طلحہ بن خویلد نے سنبھالی، بنو مرہ کی تعداد بھی چار سو تھی۔ اور ان کے کمانڈر کا نام حارث بن عوف تھا۔ لشکر کی کل تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اور ابو سفیان سپہ سالار تھا۔

بنو قریظہ کا نقض عہد

قبائل عرب میں اس آگ کو بھڑکانے کا سہرا بنو نضیر کے سر تھا۔ مدینے سے جلاوطنی کے بعد جلے پاؤں کی بلی کی طرح بھاگے پھرتے تھے، قریش تو پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اس لئے ہر ایسی دعوت کو بطیب خاطر قبول کر لیتے اور چونکہ قبائل عرب میں ان کا ابھی تک تھوڑا بہت اثر باقی تھا، انہیں بھی جب طلب کرتے تو وہ آموجود ہوتے، بنو قریظہ تا حال اس مہم میں

Marfat.com

شریک نہیں ہوئے تھے، اور ظاہر ہے کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ سکیم پروان نہیں چڑھ سکتی تھی۔ اور چونکہ وہ نقض عہد پر آمادہ نہ تھے، اس لیے حیی بن اخطب رات کو کعب بن اسد سے ملنے آیا۔ اس نے قلعے کا دروازہ بند کر لیا، اور باوجود اصرار کے کھولنے پر رضامند نہ ہوا۔ اور حیی کو صاف صاف کہہ دیا، کہ تم منحوس آدمی ہو، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اور نہ محمدؐ سے نقض عہد پر تیار ہوں، جب اس نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تو میں غداری کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہوں، اس لیے مجھے پریشان نہ کرو، جب حیی نہ ٹلا، تو کعب نے دروازہ کھول دیا، اور کہا" اے حیی! تم میرے لیے دنیا بھر کی ذلتوں اور رسوائیوں کا تحفہ لائے ہو، دیکھو میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ ایسے بادل پر اس لگائے بیٹھے ہو جس میں گرج اور چمک تو ہے، لیکن پانی کی ایک بوند نہیں، مجھے اس جھنجھٹ میں مت گھسیٹو کہ وفاداری کا بدلہ غداری سے دینا مجھے حد درجہ شاق معلوم ہو رہا ہے"۔ لیکن حیی بھی ہٹ کا پکا تھا۔ ڈٹا رہا اور اس وقت ٹلا، جب کعب بن اسد کی عقل جواب دے گئی، حیی نے اسے یقین دلایا، کہ تم مسلمانوں سے خواہ مخواہ ڈر رہے ہو، اول تو یہ طے کر لیا گیا ہے کہ اب ہم انہیں مٹا کر ہی دم لیں گے، اور اگر بالفرض ہمیں شکست ہو بھی گئی، جب بھی تم سے عہد کرتا ہوں، کہ میں خیبر سے نقل مکانی کر کے تمہارے پاس آجاؤں گا اور دکھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ ہر چند اس شخصی ضمانت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی، چنانچہ بعد کے واقعات نے تصدیق کر دی، لیکن کعب بن اسد فریب کھا گیا۔ (اور اسے نہ معلوم کیوں خیال نہ آیا، کہ حالات کی رفتار پر کسی کا بس نہیں چل سکتا اور وہ ایسا رخ بھی اختیار کر سکتے ہیں، جو اس وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔)

تحقیق حال

حضور اکرمؐ کو بھی پتہ چل گیا، کہ کعب بن اسد مخالفین سے مل گیا ہے، آپؐ نے تحقیق حال کے لیے حضرت سعد بن عبادہ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا، اور تاکید فرمائی، کہ اگر بنو قریظہ معاہدے پر قائم ہوں، تو

Marfat.com

مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے کے لئے اس کی خوب تشہیر کی جائے، لیکن اگر نقض عہد کر چکے ہیں، تو ظاہر نہ کرنا، تاکہ بددلی کو شہ نہ ملے، جب دو رکنی وفد بنو قریظہ کے پاس پہنچا، دیکھا کہ نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ ہر چند اراکین وفد نے معاہدے کی پابندی اور اس کی تقدیس کا احساس دلانے کی مقدور بھر کوشش کی، لیکن پتھر کو جونک نہ لگ سکی اور وفد ناکام لوٹا۔

مشورہ قریش اور اس کے حلیفوں کا لشکر مکے سے چل پڑا تھا۔ اور منزلیں مارتا چلا آرہا تھا۔ چونکہ کھلے میدان میں اس ٹڈی دل کا مقابلہ کرنا مشکل تھا، اور مدینہ کی غیر معنافی آبادی کو بچانا بھی ازبس لازمی تھا، اس لئے سوچ بچار کے بعد سب لوگ حضرت سلمان فارسی کی اس رائے سے متفق ہو گئے، کہ شہر کے غیر محفوظ حصے کو بچانے کے لئے خندق کھود دی جائے

خندق کھودنا مدینے کی تین اطراف میں نخلستانوں اور مکانوں کا سلسلہ اس طرح پھیلا ہوا تھا، اور وہ باہم اس طرح مربوط تھے کہ فصیل معلوم ہوتے تھے، اور ادھر سے دشمن کے حملہ آور ہونے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ حضور اکرمؐ نے شمالی طرف، کا جو غیر محفوظ تھی، جائزہ لے کر اسے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بانٹ دیا، اور دس گز زمین کی کھدائی کا کام دس آدمیوں کے سپرد کر دیا، خندق کی گہرائی پانچ گز، اور چوڑائی اتنی رکھی گئی کہ گھوڑا، چھلانگ لگا کر دوسرے کنارے پر نہ پہنچ سکے۔

حضورؐ کی شرکت کام شروع ہوا تو خود سرور کائنات، مٹی کھودنے، ڈھونے، اور چٹانوں کے توڑنے پھوڑنے میں برابر کے شریک تھے، چونکہ لشکر کفار کی آمد آمد تھی، اور تشویش ناک افواہیں فضائے مدینہ کو اور گھمبیر بنا رہی تھیں، اس لئے اوقات کار زیادہ تھے، اور رفتار کار معمول سے کہیں زیادہ تیز تھی، مسلمانوں کے لئے یہ انتہائی معاشی تنگی کا زمانہ تھا، کھانے پینے کا کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ بمشکل کوئی خوش قسمت ایسا ہوگا، جسے کئی کئی فاقے نہ کرنا پڑے ہوں، خود حضور اکرمؐ کی حالت مقابلۃً خراب تر تھی

Marfat.com

ایک دفعہ بعض صحابہ نے بھوک کی شکایت کی، کہ ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں رحمت للعالمینؐ نے پیٹ سے کرتہ اٹھایا تو آپؐ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے، بہر حال بیس دن کی جانکاہ محنت اور اعصاب شکن مشقت سے خندق تیار ہو گئی، تو مسلمانوں کو فی الجملہ اطمینان نصیب ہوا۔ لیکن پھر بھی اضطراب اور پریشانی خاطر کا یہ عالم تھا کہ بعض صحابہ کو جن میں معتبؓ بن قشیر بدری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کہتے سنا گیا کہ حضور اکرمؐ تو ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزائن کی بشارت دیا کرتے تھے، لیکن حالت یہ ہے کہ ہم رفع حاجت کے لئے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے" ہمیں اس طرح کے اکا دکا واقعات سے بد دل نہیں ہونا چاہیے، صحابہ بھی گوشت پوست کے انسان تھے، موت سامنے نظر آ رہی ہو، تو دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، اور پھر موت کا ڈر، موت سے زیادہ حوصلہ شکن ہوتا ہے، علاوہ ازیں سب آدمی ایک طرح کے نہیں ہوتے، لیکن بعض ضرور ایسے ہوتے ہیں جو جلد گھبرا جاتے ہیں،

لشکر کفار کی آمد

ایک آدھ دن کے بعد کفار کا جم غفیر بھی پہنچ گیا، جب خندق کو درمیان میں حائل پایا تو سٹ پٹا گئے، عربوں کو پہلے اس سے پالا نہیں پڑا تھا، اس لئے ان کے پاس اس کا کوئی توڑ بھی نہ تھا، خندق کی دوسری طرف، اسلامی لشکر ان کی دراز دستیوں کی روک تھام کے لئے ہمہ تن مستعد کھڑا تھا، یہ دیکھ کر وہ اپنے طاغوتی منصوبے کی کامیابی کے بارے میں متردد ہو گئے۔ اور جھوٹی امیدوں کے ہوائی قلعے زمین بوس ہوتے معلوم ہوئے، گویا نفسیاتی محاذ پر انہیں پہلے دن ہی شکست ہو گئی۔

ادھر اسلامی لشکر میں منافقین کی شرکت اور در اندازی کی وجہ سے کچھ لوگ متردد سے رہنے لگے، جس سے بعض اوقات ناقابل رشک حالت پیدا ہو جاتی، لیکن چونکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی، اس لئے عام طور پر سطح ہموار رہی اور کوئی خاص الجھن نہ پیدا ہوئی۔ منافقین ایک ایک کر کے اس بہانے علیحدہ ہو گئے، کہ ان کے مکانات غیر محفوظ

Marfat.com

ہیں، ان کی علیحدگی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا۔ کہ اسلامی لشکر سے بددلی پیدا کرنے والا عنصر نکل گیا، اور مسلمان یکسوئی سے اپنے نصب العین کے حصول میں منہمک ہو گئے۔

معاہدہ

دن گزر رہے تھے، اور خطرات کی مہیب گھٹائیں تاریک تر ہوتی جا رہی تھیں چنانچہ بعض لوگوں کے اترے ہوئے چہرے اور پتھرائی ہوئی آنکھیں دیکھ کر حضور اکرمؐ کو خیال آیا، کہ مبادا انصار ہمت ہار بیٹھیں، اور حالات بے قابو ہو جائیں اس لئے آپؐ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو خفیہ پیغام بھیجا، اگر تم اپنے چار ہزار آدمیوں کو لے کر علیحدہ ہو جاؤ، تو ہم مدینے کی پیداوار کا تیسرا حصہ تمہیں بطور حق الخدمت ادا کرنے کو تیار ہیں، اندھے کو کیا چاہیئے، دو آنکھیں، ابھی تو حالت غیر یقینی تھی، بالفرض اگر انہیں مسلمانوں کے خلاف فتح ہو بھی جاتی، جب بھی اتنے فائدے کی توقع نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ وہ رضامند ہو گئے، اور معاہدہ لکھ لیا گیا۔

انصار کا اختلاف

ابھی اس پر دستخط ہونا باقی تھے، کہ حضور اکرمؐ نے سعد بن معاذ، اور سعد بن عبادہ کو مشورے کے لئے طلب فرمایا معاہدہ دیکھ کر انہوں نے دریافت کیا، "یا رسول اللہ! یہ حکم خداوندی ہے، یا آپؐ کی رائے ہے۔" فرمایا! "میری رائے ہے"۔ عرض کیا! "یا رسول اللہ! بہ حالت کفر بھی کسی کو یہ جرأت نہ پڑتی تھی، کہ ہمارے باغات کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی سکے۔ اب جب کہ خدا نے ہمیں نعمت اسلام سے سرفرازی بخشی ہے، اور آپؐ کی تشریف آوری سے ہمارے وقار میں اضافہ ہو گیا ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم غطفانیوں کے باج گزار بن جائیں۔ اب اس بات کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ کہ ہم میں کون زیادہ طاقتور ہے"۔ حضور اکرمؐ نے حضرت سعد بن عبادہ کے جچے تلے فقرے جو ایمان کی محکمی اور یقین کی پختگی کے آئینہ دار تھے، سنے تو فرط مسرت سے آپؐ کا چہرہ تمتما اٹھا! اور معاہدے کا مسودہ پھاڑ کر پھینک دیا۔

چونکہ مسلمانوں اور لشکر کفار میں خندق حائل تھی، اس لئے دست بدست جنگ

Marfat.com

کی کوئی صورت نہیں نکل پاتی تھی ۔۔۔ دونوں طرف سے موقعہ و محل کے مطابق تیر اندازی سے کام لیا جاتا، یا سنگ باری سے۔ مسلمان اس لحاظ سے ضرور فائدے میں تھے کہ محصور ہو کر شہر کا دفاع کر رہے تھے، لیکن خوراک کی قلت اور نایابی سے ان کی حالت روز بروز کمزور ہو رہی تھی۔

عمرو بن عبدِ وُدّ اور حضرت علی

لشکر کفار کے سرداروں کا معمول تھا کہ روزانہ صبح سوار ہو کر نکلتے، شہر کا چکر کاٹتے اور چونکہ مسلمانوں نے مناسب ناکہ بندی کر رکھی تھی، کچھ بن نہ پڑتا، تو واپس آ جاتے، ایک دن عمرو بن عبدِ وُد، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ ابن ابی وہب مخزومی، اور ضرار بن الخطاب شہر کا چکر کاٹتے ایک ایسے مقام پر آ کھڑے ہوئے جہاں خندق کی چوڑائی مقابلتہً کم تھی، عمرو بن عبدود سب سے آگے تھا، اور رجز پڑھ پڑھ کر دعوت مبارزت دے رہا تھا، یہ شخص عرب کا سب سے بڑا بہادر تھا، اور ہزار سپاہیوں کے برابر شمار ہوتا۔ عمرو بن عبدود میدان بدر میں زخم کھا چکا تھا، اور اب بہ ارادہ انتقام آیا تھا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چشم زدن میں دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، اور گرج کر کہنے لگا "کون میرا مقابلہ کرے گا"، اِدھر سے کوئی جواب نہ آیا، تو حضرت علیؓ اٹھے، اور حضور اکرمؐ سے اجازت مانگی آپؐ نے اشارہ کیا رک جاؤ، عمرو نے پھر چیلنج کیا، تو ادھر سے پھر فاتح خیبر اٹھے، حضورؐ نے اجازت دے دی، تو رجز پڑھتے دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوئے اس نے پوچھا "تمہارا نام" "علی" "علی بن مناف"؟ "نہیں علی بن ابو طالب" کیا تمہارے اعمام (چچاؤں) میں سے کوئی موجود نہیں؟ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا، میاں صاحبزادے؟ عربوں کا قاعدہ تھا، کہ جو شخص حسب و نسب میں یا شہرت و ناموری میں ان کا ہم پلہ نہ ہوتا، اس سے کبھی نہ لڑتے، اور اگر ایک دفعہ انکار کر بیٹھتے، تو پھر انہیں آمادۂ جنگ کرنا ناممکن ہو جاتا، حضرت علی نے سوچا، کہ اگر یہ شخص اپنے انکار پر ڈٹا رہا

Marfat.com

تو ہماری کرکری ہوگی ۔ گفتگو کا رخ بدل کر کہنے لگے ۔ عمرو بن عبدِ ود ! تم کہا کرتے تھے، کہ میں میدان جنگ میں دشمن کی دو باتوں میں سے ایک ضرور مان لوں گا، کیا اب بھی اس پر قائم ہو۔ "بے شک" "اچھا تو میں قبول اسلام کی دیتا ہوں" علی ! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں؛ "اچھا تو پھر میرے ساتھ جنگ کرو" چونکہ انکار نہیں کر سکتا تھا، اس لئے بادلِ نخواستہ ہاں کرنا پڑی۔ لیکن غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا، حملہ آور ہونے کو تھا، کہ حضرت علی نے اشارہ کیا، ذرا تم جاؤ۔ فرمایا تم سوار ہو، اور میں پیادہ ہوں مقابلہ کرنا ہے تو گھوڑے سے نیچے اترو، عزور کا سر نیچا، غصے سے بدحواس تو ہو ہی رہا تھا۔ اتر پڑا، اور اس زور سے حضرت علی کے خود پر تلوار کا وار کیا کہ لوہے کا خود دو ٹکڑے ہو گیا تھا آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی، جوابًا حضرت علی نے ہاتھ مارا تو عمرو کا بازو کٹ کر علیحدہ ہو گیا، گرا، اور مر گیا اور ساتھی جان بچا کر بھاگ گئے۔

روایت مخدوش ہے عمرو بن عبدود کے بارے میں تمام ارباب سیر بشمول مولانا شبلی اس امر پر متفق ہیں، کہ جب یہ مقابلہ پیش آیا عمرو کی عمر نوے برس تھی، اور وہ اتنا چاق و چوبند اور پُر رعب تھا، کہ اسلامی لشکر سے سوائے حضرت علی کے کسی کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی، یہ اس روایت پرستی کا (جو ہماری رگ و پے میں جاری و ساری ہے) کرشمہ ہے۔ کہ ہم سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں، ورنہ عرب ایسے گرم ملک میں جہاں ساٹھ سال کے بعد آدمی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے عمرو بن عبدود کے بازوؤں میں یہ غیر معمولی کس بل کہاں سے آ گیا تھا۔ کہ وہ نوے برس کی عمر میں بھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

اس زمانے میں سائنسی ایجادات کی بدولت آدمی کی اوسط عمر تقریباً ڈیڑھ گنا ہو گئی ہے، تمام دنیا میں گھوم جائیے، ریاست ہنزہ کا چکر بھی لگا دیکھئے، آپ کو ہرگز کوئی ایسا آدمی نہیں مل سکے گا، جو نوے برس کی عمر میں روایتی عبدِ ود کی طرح

Marfat.com

اتنا چاق و چوبند اور مستعد ہو کہ نوجوان کو چیلنج دیتا پھرے، محمد علی سرہ باشندہ ہے، ابھی پینتیس چالیس کے پیٹے میں ہوگا۔ کہ اس کا انجر پنجر ڈھیلا ہو گیا ہے، اگر اس نے اس غیر انسانی کھیل سے اور چند برس ناطہ نہ توڑا۔ تو ایک دن ناگہاں ریڈیو پر یہ وحشت ناک خبر سنی جائے گی، کہ محمد علی میدان مقابلہ میں ڈھیر ہو گیا ہے، کھیل اور جنگ کی نفسیات مختلف ہوتی ہیں، تو نتائج بھی ایک سے نہیں ہوتے، جب محمد علی کی جسمانی قوت اس عمر میں ہی جواب دے گئی ہے تو کیا ابن عبد ود آب حیات پی کر آیا تھا، کہ نوے سال کی کشمکش حیات بھی اسے متاثر نہ کر سکی تھی، نیز یہ بات نہیں بھولنا چاہیئے کہ عرب کا یہ بہادر شاہ نامہ یا داستان امیر حمزہ کا کوئی روایتی کردار نہ تھا۔ گویا اس روایت میں کہ اس کی عمر نوے برس تھی۔ صداقت کا شائبہ بھی نہیں دکھائی دیتا۔

سعد بن معاذ کا زخمی ہونا

حضرت عائشہ راوی ہیں کہ میں اور ام سعد جنگ خندق کے دوران میں بنو حارثہ کے قلعے میں مقیم تھیں۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ سعد بن معاذ زرہ پہنے ہمارے قلعے کے پاس سے گزرے، وہ مسلح تھے، اور رجز پڑھتے جا رہے تھے، ان کی والدہ نے دیکھا تو انہیں شاباش کہی اور کامیابی کی دعا کی۔ میں نے ان کی والدہ سے کہا، سعد کی زرہ چھوٹی ہے اور ان کے ہاتھ ننگے ہیں۔ اتفاق سے حبان بن قیس نے تاک کر ہاتھ کو یوں نشانہ بنایا کہ رگ دست کٹ گئی۔ حضرت سعد نے جناب باری میں دعا کی اے خدا تو مجھے شفا بخش۔ تاکہ میں ان لوگوں کے خلاف لڑوں جنہوں نے تیرے نبیؐ کی تکذیب کی، دکھ دیئے، اور وطن سے نکال باہر کیا۔ اور اگر مجھے اس زخم سے جاں بر نہیں ہونا، تو کم از کم اس وقت تک ضرور زندہ رکھ، کہ میں بنو قریظہ کو تباہ و برباد ہوتا دیکھ سکوں۔ حضرت سعد اس زخم سے شفایاب نہ ہو سکے، ایک آدھ

دفعہ گھاؤ مندمل ہو گیا، لیکن قسمت میں شفا نہ تھی ۔ حضور اکرمؐ خود بڑے فکرمند تھے لیکن تکلیف جاں لیوا ثابت ہوئی۔ ہاں البتہ بنو قریظہ کی تباہی و بربادی کی دعا منظور ہو گئی۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب راوی ہیں، کہ جس قلعے میں وہ باقی خواتین اور بچوں کے ساتھ پناہ گزین تھیں۔ اس کی پاسبانی کے فرائض حضرت حسان بن ثابت کے سپرد تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک یہودی کو قلعے کے اردگرد گھومتے اور تانک جھانک کرتے دیکھا، چونکہ یہود کفار قریش کے ساتھ مل گئے تھے، اس لئے شب خون کے ڈر سے پناہ گزین کافی محتاط ہو گئے تھے، حضرت صفیہ سمجھ گئیں، کہ یہودی کا مقصد قلعے کا جائزہ لینا ہے، تاکہ وہ موقعہ پاکر حملہ کر دیں۔ انہوں نے حضرت حسان سے کہا: "یہودی اکیلا ہے آپ اس کا کام تمام کر دیں، تاکہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دے۔" انہوں نے کہا۔ بی بی! اگر مجھ میں یہ وصف ہوتا، تو میری جگہ یہ نہ ہوتی۔" حضرت صفیہ نے خیمے کی ایک چوب نکالی، اور اسے وہیں ڈھیر کر دیا اب پھر ان سے کہا! جائیے، اس کی زرہ اور تلوار ہی لے آئیے۔" لیکن حضرت حسان لش سے مس نہ ہوئے اور یہ کام بھی اس شیر دل خاتون کو کرنا پڑا۔

نعیم بن مسعود کی تدبیر بنو غطفان کے ایک سردار جن کا نام نعیم بن مسعود تھا، اسلام لاچکے تھے، لیکن ابھی یہ بات مکمل طور پر صیغۂ راز میں تھی۔ وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی۔ "یارسول اللہ مسلمانوں پر دشمن کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ اور محاصرے کے ختم ہونے کے کوئی آثار نہیں۔ فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" حضور اکرمؐ نے فرمایا چونکہ کفار کو تمہارے قبول اسلام کا علم نہیں اس لئے کوئی ایسی چال چلو۔ کہ

Marfat.com

ان میں باہم پھوٹ پڑ جائے، ورنہ اس کے بغیر اور کوئی حیلہ کارگر نظر نہیں آتا وہ بات کو پا گئے، اور وہاں سے اٹھ کر سب سے پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے، کہنے لگے جانتے ہو میں ہمیشہ تمہارا خیر خواہ اور ہمدرد رہا ہوں، میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، بشرطیکہ اس کی تشہیر نہ کرو۔ جب انہوں نے رازداری کا یقین دلایا، تو حضرت نعیم نے فرمایا "مسلمان تمہارے ہمسائے ہیں۔ ان سے بگاڑ کر کے تم نے سیاسی بصیرت کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ درست ہے، کہ اگر قریش کو فتح ہو گئی تو تم گھاٹے میں نہیں رہو گے، لیکن اگر انہیں شکست ہو گئی، تو اس وقت تمہاری بیکسی کی کفالت کون کرے گا، قریش اور بنو غطفان تو اپنے اپنے گھروں کی راہ لیں گے، تمہیں مسلمانوں کے انتقام سے کون بچائے گا۔ اب تمہارے بچاؤ کی ایک ہی صورت رہ گئی ہے۔ کہ جنگ میں شرکت سے پہلے قریش اور بنو غطفان کے کچھ آدمی بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لو۔ تاکہ بصورت شکست وہ تمہیں اکیلا چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔" چونکہ خدشہ معقول وجوہ پر مبنی تھا، اور حالات کے تیور بدلتے جا رہے تھے، اس لئے یہود گہری سوچ میں پڑ گئے۔

یرغمال کی شرط

بعد ازاں وہ یکے بعد دیگرے قریش اور بنو غطفان کے پاس گئے اور انہیں اعتماد میں لے کر کہنے لگے کہ تم نے یہود پر کیسے اعتماد کر لیا ہے، مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے، کہ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور خفیہ طور پر محمدؐ سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں جلد ہی وہ تم سے کسی بہانے یرغمال کا تقاضا کریں گے، تاکہ تمہارے آدمیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر کے تقصیرات معاف کرا لیں، وہ خود تو اس طرح بچ جائیں گے، مگر تم پھنس کر رہ جاؤ گے، اس لئے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں، کہ یرغمال کی شرط پر ہرگز رضامند نہ ہونا۔ قریش اس صورت حال سے پہلے ہی بددل ہو رہے تھے

Marfat.com

یہ وحشت ناک خبر اور گھٹتے کو ڈھیلتے کا بہانہ بن گئی، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ سر جوڑ کر بیٹھے کہ کیا کیا جائے۔ کافی رد و کد کے بعد طے پایا کہ ایک وفد یہود کے پاس جائے اور ان کا عندیہ معلوم کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ ابوسفیان نے اسی رات عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا اراکین وفد نے کہا: "اے بنو قریظہ! اس صورت حال سے ہمارا لشکر اکتا چکا ہے اس لئے اس روز روز کی کل کل سے چھٹکارا پانے کے لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ کل مدینے پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو مٹا دیں، یا خود مٹ جائیں، آیا تم ہمارا ساتھ دے سکو گے؟" بنو قریظہ نے کہا کل شنبہ ہے، اور اس دن ہمیں لڑنے بھڑنے کی اجازت نہیں، علاوہ ازیں ہمیں خدشہ ہے، کہ بصورت شکست تم لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چل دو گے، ہمارا کیا بنے گا، اس لئے جب تک اپنے کچھ آدمی بطور یرغمال ہمارے حوالے نہیں کر دو گے، ہم مسلمانوں کے خلاف تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتے۔ کفار کو یقین ہو گیا۔ کہ جو کچھ نعیم بن مسعود نے کہا تھا وہ مبنی بر حقیقت تھا۔

آندھی

دلوں اور دماغوں میں نفاق اور بے اعتمادی کے بگولوں نے طوفان بپا کیا ہوا تھا، کہ اسی رات کو اس قیامت کی آندھی آئی، کہ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، گھوڑے اور اونٹ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، کف دست چٹیل میدان میں سر چھپانے کی کوئی پناہ گاہ نہ تھی۔ افراتفری اور نفسا نفسی کا وہ عالم تھا، کہ خدا کی پناہ، ہاہو اور شور وغل کا وہ ہنگامہ تھا، کہ ہر شخص ہمہ تن اضطراب اور سراپا پریشانی تھا، چونکہ سردیوں میں آندھی کی یہ شدت خلاف معمول تھی، اس لئے اسلامی لشکر میں بھی بعض لوگ دہشت کی گرفت میں تھے اتنے میں حضور اکرم تشریف فرما ہوئے۔ پوچھا کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کا حال

Marfat.com

دیکھ آئے۔ ہر شخص کانپ رہا تھا۔ بولتا کون؟ حضرت حذیفہ راوی ہیں، کہ حضور اکرمؐ نے مجھے حکم دیا۔ "حذیفہ تم جاؤ" اور دیکھ آؤ" ہر چند کہ آندھی کی شدت میں کوئی کمی نہ آئی تھی، بھوک سے قدم اٹھانا دوبھر ہو رہا تھا اور پھر جان کا خطرہ اس پر مستزاد تھا۔ لیکن تعمیل ارشاد بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ دیکھا کہ عجب ہیبت ناک نقشہ ہے۔ خیموں اور جھونپڑیوں کا نام و نشان مٹ چکا ہے، بستر، کھانے پکانے کے برتن، اونٹوں کے ہودج اور گھوڑوں کی زینیں سب کی سب ہوا کی مشایعت میں کہیں کی کہیں پہنچ گئی ہیں۔ خود ابو سفیان پر (جو اس فتنے کا بانی تھا) بدحواسی مسلط ہے اور لشکر کا ہر آدمی بوکھلایا ہوا ہے۔ ابو سفیان لپک کر اونٹ پر جس کی ایک ٹانگ بندھی ہوئی ہے گھبراہٹ میں رسی کھولے بغیر سوار ہو گیا، اور سب سے کہہ دیا، کہ جس طرح بھی ہو سکے، بھاگ چلو اور جانیں بچاؤ، حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ نے مجھے اجازت دی ہوتی تو اس حالت میں میرے لئے ابو سفیان کا قتل مشکل نہ تھا۔ کفار سرپٹ بھاگے۔ اور خطرات کے مہیب بادل جو دو ہفتوں سے مدینے کی فضا پر چھائے ہوئے تھے، چشم زدن میں چھٹ گئے۔ اور مطلع صاف ہو گیا۔ اس محاصرے کے دوران میں ایک دن ایسا بھی تھا۔ کہ لشکر اسلام کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔ جو بعد میں ادا کی گئیں۔

چونکہ اس جنگ میں جم کر آمنے سامنے مقابلے کا کوئی موقعہ نہیں نکل سکا تھا۔ اس لئے شہدا کی تعداد بہت کم رہی۔ ادھر ادھر کی جھڑپوں میں حضرت طفیل بن نعمان کے علاوہ انس بن انیس، عبداللہ بن سہل، ثعلبہ بن عتمہ اور کعب بن زید شہید ہوئے، کفار میں ابن عبدِوُد کے علاوہ صرف ایک اور شخص مارا گیا تھا۔

اس غزوے میں مہاجرین کا علم حضرت زید بن حارثہ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔ اور نیابت کے فرائض حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن ام مکتوم کے سپرد ہوتے تھے۔

حضور اکرمؐ کا کردار

اس مہم کی کامیابی میں جن جن عناصر نے جو جو کردار ادا کیا، اس کا مختصر سا جائزہ لینا بے محل نہ ہو گا، پہلا ہنر حضور اکرمؐ کی قائدانہ صلاحیتوں کا ہے، ذرا اس حالت کا اندازہ لگا یئے کہ دس ہزار کے جم غفیر نے مدینے کو گھیر رکھا ہے، جو عرب کے بہترین بہادروں پر مشتمل ہے۔ بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ یہ مار ہائے آستین کچھ کم خطرناک نہیں ہیں، خود مسلمانوں کی صفوں میں منافقین نے بددلی پھیلا رکھی ہے۔ ہر افواہ کو سان پر چڑھا کر زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زیادہ خطرناک بنایا جا رہا ہے عورتوں اور بچوں کو یہود کے شبخون کے ڈر سے قلعے میں بھیج دیا گیا ہے، اور حضرت سلمہ بن اسلم دو سو جاں بازوں کے ساتھ ان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ اشیائے خوردنی کا ایسا قحط ہے، کہ کئی کئی دن اناج کی ایک کھیل بھی اڑ کر منہ میں نہیں جاتی۔ نامعلو خوف اور بے یقینی کی وجہ سے دل دھک دھک کر رہے ہیں۔ اسلامی لشکر کی کل تعداد تین ہزار ہے، جس میں کمی تو ہو سکتی ہے، اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مقابلے میں دس ہزار کا مسلح گروہ ہے، جنہیں بشرطِ ضرورت ہر طرف سے کمک پہنچ سکتی ہے۔ قرآن حکیم نے ان خطرات کی جو منظر کشی کی ہے، ایک نظر اس پر ڈال لیجئے

> (وہ وقت یاد کرو) جب دشمن نے تمہیں اوپر نیچے سے گھیر لیا، تمہاری آنکھیں دھندلا گئیں، اور کلیجے (اچھل اچھل کر) منہ کو آنے لگے، اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے شکوک کا شکار ہو گئے، یہی مسلمانوں کی (کڑی) آزمائش کا وقت تھا (اور حق یہ ہے) کہ ہم نے تمہیں جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ (احزاب)

اب حضور اکرمؐ کی ذمہ داریوں پر نظر ڈالئے، خندق کھودی جا رہی ہے، تو

سرورِ کائناتؐ شریکِ کار ہیں۔ صحابہ فاقے سے ہیں، تو حضورؐ بھی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ محاصرہ طول پکڑ رہا ہے، محصورین کی قوت مزاحمت گھٹتی جا رہی ہے۔ کمزور دلوں کی ڈھارس بندھانا اور دلداری کرنا، بچوں اور عورتوں کی دیکھ بھال کرنا اور تسلی دینا، لشکر کے لئے رسد کا انتظام کرنا، دشمن کی چالوں کا توڑ سوچنا، ہر لحظہ بدلتے نقشے کو پیش نظر رکھنا، اور ناکہ بندیوں کو مضبوط بنانا غرض مسائل کا بے پایاں دفتر ہے، جن کا محور صرف حضور اکرم کی ذات گرامی ہے، آپؐ نے جس حوصلے، استقلال، صبر، اور استقامت سے مصائب کے اس ہفت خوان کو طے کیا اور جس مہارت سے خطرات پر قابو پایا۔ وہ حضورؐ کی قائدانہ صلاحیتوں کو بہت بڑا خراج تحسین ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

صحابہ کا کردار

دوسرا ابنر صحابہؓ کرام کا ہے۔ یہ مسلمانوں کی وہ سراپا ایثار جماعت ہے، جنہوں نے جرأت، دلیری، جفاکشی اور نظم و ضبط کا ایسا مثالی مظاہرہ کیا، کہ جس کی داد نہیں دی جا سکتی، دشمنوں کے ہجوم، موسم کی بے پناہ شدت اور بے سرو سامانی نے ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ کہ مستقبل حد درجہ مخدوش نظر آ رہا ہے، کہیں سے مادی امداد یا کمک کی کوئی توقع نہیں ہے، جوں جوں دن گزر رہے ہیں شدائد اور مصائب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر طرف گھپ اندھیرا ہے، اور حضورؐ کی ذات قدسی صفات کے بغیر روشنی کی کہیں کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ لیکن آفرین ہے ان جاں نثاروں پر کہ سردی سے ہاتھ پاؤں شل ہیں۔ انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ نقاہت اور کمزوری سے قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔ اہل و عیال سے دور ہیں اور کسی کو کسی کی خبر نہیں، یہ سب کچھ ہے، لیکن دل ایمان کے نور سے معمور ہیں، گویا وہ جرأت

Marfat.com

اور استقامت کی چٹانیں ہیں۔ جنہیں حوادث کے طوفان بھی نہیں ڈرا سکتے اور جن کے پائے استقلال میں لغزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دشمن کا ہر وار سینے پر سہ رہے ہیں، لیکن پیٹھ نہیں پھیرتے۔ وحشت ناک افواہوں کے تیر سینے کو چھلنی کئے دیتے ہیں۔ لیکن زبانوں پر صبر کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ حضور اکرمؐ کا سامنا ہوتا ہے۔ تو نور ایمان سے چہرے تمتما اٹھتے ہیں اور سارے دکھ بھول جاتے ہیں۔ یہ دور سعادت کے وہ مسلمان ہیں، جو حضور کی ہر ادا پر جان دیتے ہیں۔ اور جنہیں آپؐ کی خوشنودی دارین کی ہر مسرت سے عزیز تر ہے اگر یہ لوگ کسی منزل پر پھسل جاتے یا حوصلہ ہار بیٹھتے تو اہل مدینہ کو کفار اور یہود کے ہاتھوں جو کچھ پیش آتا چشم تصور بھی اس کے نظارے کی تاب نہیں لا سکتی

حضرت نعیم کا کردار

تیسرا نمبر حضرت نعیم بن مسعود کا ہے۔ جن کی مومنانہ بصیرت کسی داد و ستائش کی محتاج نہیں۔ انہوں نے اپنی حسن تدبیر سے اس لاینحل عقدے کو جس آسانی سے حل کیا۔ وہ ان کی فراست کا شاہکار ہے اور یہی وہ ہتھیار ہے جس سے بچاؤ کی کوئی ڈھال نہیں اور جس کا تیر نشانے سے کبھی نہیں چوکتا۔

اعتراض کا جواب

مولانا شبلی نے اس روایت کی صحت سے اس بنا پر انکار کیا ہے، کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی سے اس غلط گوئی کے انتساب پر رضامند نہیں یعنی وہ انہیں اس کریڈٹ سے محروم کرنا چاہتے ہیں جس نے مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا، حضرت نعیم کی عظیم کارگزاری غلط گوئی ہے نہ فریب اور ریاکاری، بلکہ عقل خداداد کا بروقت صحیح استعمال ہے۔ اگر وہ اس تدبیر سے کام نہ لیتے، اور دوسرے دن مسلمانوں پر حملہ ہو جاتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ جنگ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا، اور جو بے پناہ

خونریزی ہوتی، اس کا اندازہ لگانے کے لئے کسی حساب دان کی ضرورت نہیں
خونریزی آئین اسلام کی رو سے بد ترین عمل ہے۔ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو بلاوجہ قتل کر دے تو قصاص کے علاوہ اسے ابدی جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اگر غیر مسلم کو قتل کرو، تو سو اونٹ بطور تاوان ادا کرنے پڑتے ہیں، لیکن اگر کسی شخص یا جماعت سے امن عامہ کو خطرہ ہو۔ تو اہراق دم فرض ہو جاتا ہے، اس میں کفر و اسلام کی تخصیص نہیں۔ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ، تو مسلمانوں کی کامیابی اور اسلام کی پیشرفت کے لئے، ایسی غلط بیانی کو کیسے نادرست قرار دیا جا سکتا ہے۔

فوجی مہمات کی تکمیل کے لئے اخفائے راز شرط اول ہے۔ اگر کوئی مسلمان سپاہی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے تو کیا دروغ گوئی سے بچنے کے لئے اسے تمام راز اگل دینا چاہئیں، راست گوئی اور دیانت داری بلاشبہ، بہترین انسانی اوصاف سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن موقعہ اور محل کا لحاظ ضروری ہے جس موقعہ پر انسانی خون بہانے کی اجازت ہو۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا درست ہو۔ دشمن کے مال و متاع کو لوٹنے کی ممانعت نہ ہو۔ وہاں ایسی معمولی بات کو جو اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کے ذیل میں آ سکتی ہے۔ ناجائز کہنا انسانی فراست کی تحقیر ہے۔ تلوار چلانا، تیر برسانا اور بم گرانا اس لئے روا ہیں کہ یہ لڑائی کے ہتھیار ہیں تو انسانی تدبیر کے درست استعمال کو جسے فوجی چال کا نام دیا جاتا ہے، اور جو انسانی دماغ کا بے خطا تیر ہے، کیسے غلط قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے اس روایت کی صحت میں شبہے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، بلکہ اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ جو کام تین ہزار مجاہدوں کے تیروں سے نہیں بن پڑا تھا، وہ اس مرد مومن کی تدبیر نے کر دکھایا۔

Marfat.com

آندھی کا کردار

ابھی ایک ایسا عنصر باقی ہے، جس نے کفار قریش کے ناپاک منصوبے کو خاک میں ملانے اور ان کی طاغوتی سکیم کو ناکام کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا، چنانچہ اس کا ذکر نہ کرنا اور اس کی کارگزاری کی داد نہ دینا بہت بڑی بے انصافی ہوگی۔ یہ وہ برق رفتار آندھی تھی۔ جس نے آناً فاناً جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اور جس کی بے پناہ یلغار کے سامنے ہر چیز کے پاؤں اکھڑ گئے، چنانچہ خیمے جھونپڑیاں اور بڑے بڑے تناور درخت مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اونٹوں اور گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آدمیوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ اور کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ اگر آندھی اس رات کو اپنا کردار ٹھیک سے ادا نہ کرتی تو دوسرے دن کا تصادم ناگزیر تھا۔ اور چونکہ مسلمانوں کی حالت حد درجہ سقیم تھی۔ اس لئے اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونا ان کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ بلکہ ان دس ہزار انسانوں کو تتر بتر کرنے کے لئے بیس ہزار آدمی بھی ناکافی تھے، اس لئے بادِ صرصر کے طوفان نے جو کچھ گھنٹوں میں کر دکھایا۔ عام حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا، وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب)

"اور ہم نے ان پر بادِ صرصر کو مسلط کیا، اور (غیبی) لشکر کو جو دکھائی نہیں دیتا تھا"

پروفیسر منٹگمری واٹ نے کفار قریش کی ناکامی کی مندرجہ ذیل وجوہ بیان کی ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کی فوجی چالیں اتنی اعلیٰ درجہ کی تھیں۔ کہ ان میں کوئی جھول نہ تھا۔ نیز نظام جاسوسی ایسا مکمل تھا کہ انہیں دشمن کی ہر چال کا پیشتر ہی علم ہو جاتا تھا۔

۲۔ غزوہ احد کے موقعہ پر کفار کے رسالے نے نہایت اہم کردار ادا

Marfat.com

کیا تھا۔ اب کے بار وہ چھ سو گھوڑے لائے تھے، لیکن خندق نے ان کی افادیت کو ختم کر دیا۔

۳۔ جنگ احد کے موقعہ پر مسلمان اپنی فصلوں کو بچانے کے لئے شہر سے باہر نکل آئے تھے، اب کے فصلیں کٹ چکی تھیں۔ اور چارے کا قحط تھا، چھ سو گھوڑے اور کئی ہزار اونٹ بھوکوں مرنے لگے، تو قریش کو ایت دار یاد آیا۔ چنانچہ مہم ناکام ہو گئی۔

۴۔ حضور اکرمؐ کے طفیل، مسلمانوں کی صفوں ین مکمل اتحاد تھا۔ لیکن قریش کی حالت اس سے مختلف تھی۔ ہر قبیلہ دوسرے سے بدظن تھا۔ ہر چند بنو قریظہ پر ہر طرف سے دباؤ پڑ رہا تھا۔ لیکن انہیں دوسرا محاذ کھولنے کی ہمت نہ پڑی۔ اور اس طرح مسلمان ایک خطرناک ابتلا سے بچ گئے۔

اس باب کی تسوید میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔ ۱۔ ابن ہشام دوم۔ ۱۹۱۔ ۱۸۰

۲۔ ابن سعد ۔ دوم ۔ ۴۱۸ ۔ ۴۰۹

۳۔ سیرت النبیؐ ۔ اول ۔ ۴۳۳ ۔ ۴۱۹

۴۔ محمد ایٹ مدینہ ، ۴۰ ۔ ۳۵

Marfat.com

بنو قریظہ کا خاتمہ

یہ مہم ۵ھ میں ۸ ذی القعدہ (۳۱ مارچ ۶۲۷ء) کو پیش آئی۔

جنگ خندق کے خاتمے پر مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا ہی تھا۔ کہ حضور اکرمؐ نے حکم دیا کہ چونکہ ابھی یہود قریظہ کا خرخشہ باقی ہے، اس لئے ہتھیار نہ کھولے جائیں۔ اور عصر کی نماز وہیں پہنچ کر پڑھی جائے۔ تین ہزار کا لشکر تھا۔ مہینے بھر سے بیسیوں کام رکے پڑے تھے۔ بیشتر لوگ تو جوں توں کر کے بنو قریظہ کی بستی کے قرب وجوار میں پہنچ گئے، کچھ صحابہ، جو بعد از نماز عشا پہنچے، انہوں نے نماز عصر بھی وہیں جا کر ادا کی۔ یہ محبت کی ایک ادا ہے جسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے، جسے ایسے خوشگوار تجربے سے گزرنے کا موقعہ ملا ہو۔

حضور اکرمؐ نے مدینے کی نیابت حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد کر کے، علم اسلام حضرت علی کے حوالے کیا۔ اور بطور مقدمۃ الجیش بنو قریظہ کی طرف روانہ کیا۔ قلعے کے قریب پہنچے تو یہود نے حضورؐ کی شان میں نازیبا کلمات کی بوچھاڑ کر دی۔ چونکہ وہ ان ہفوات کے سننے کی تاب نہ لا سکے۔ اس لئے واپس ہو لئے، راستے میں واقعات حضور کے گوش گزار کئے، تو آپؐ نے فرمایا! آؤ چلتے ہیں۔ اب انشاءاللہ انہیں ناسزا بکنے کی جرأت نہیں ہو گی۔ قریب پہنچے تو بہ آواز بلند فرمایا: "اے یہود! تم نے اپنی ذلت اور رسوائی کا تماشا دیکھ لیا۔ ہاں۔ ابوالقاسم! آپ سے کوئی بات مخفی نہیں۔"

یہود کی بے بسی

چونکہ یہود قلعہ بند ہو گئے تھے۔ اس لئے محاصرے بغیر چارہ نہ تھا۔ بمشکل پندرہ دن ہی گزرنے پائے تھے (بروایت ابن ہشام ۲۵ دن) کہ یہود کی ہمت جواب دے گئی، حیی بن اخطب

بھی حسب وعدہ، خیبر چھوڑ کر کعب بن اسد کے پاس آگیا تھا۔ کعب نے دیکھا کہ اہل قبیلہ میں بددلی پھیل رہی ہے، اور مزاحمت کا ارادہ چھوڑ بیٹھے ہیں کہنے لگا، "اے بنو قریظہ! تم نے محسوس کر لیا ہوگا، کہ مسلمان تمہیں مٹا کر ہی دم لیں گے، اگر تم اس عبرتناک انجام سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے تین صورتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے ایک کا انتخاب کر لو، پہلی صورت جو آسان تر ہے، یہ ہے، کہ ہم محمدؐ کی اطاعت قبول کر کے مسلمان ہو جائیں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہے، اسلام لانے سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچیگی، ہمارے باغات اور زمینیں، مال و متاع اور بال بچے سب محفوظ رہیں گے، اور کسی پر کوئی آنچ نہیں آئے گی"۔ یہود نے جواب دیا۔ تمہاری یہ تجویز اس لئے ناقابل عمل ہے، کہ ہم توریت کے بغیر کسی اور کتاب کو منزل من اللہ نہیں مان سکتے"۔

کعب نے کہا، دوسری صورت یہ ہے، کہ ہم اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے مسلمانوں کے مقابلے میں خم ٹھونک کر میدان میں اتر پڑیں اگر کامیاب ہو گئے، تو بیوی بچے اور بہت، اور اگر ناکام رہے، تو مرتے وقت اہل و عیال کی طرف سے تو کوئی دغدغہ نہ ہوگا۔ یہود نے اس متبادل سے بھی اتفاق نہ کیا، کہنے لگے، ہم ان بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں کو کس جرم میں قتل کریں بالفرض ہم کامیاب ہو گئے! تو احساس گناہ ہمیں جینے نہ دے گا۔ اور گھل گھل کر مر جائیں گے۔

یہ سن کر کعب کہنے لگا! اچھا، اب تیسری تجویز بھی سن لو، آج شب شنبہ ہے، محمدؐ اور اس کے ساتھی بہ اطمینان خاطر، کمریں کھولے آرام کر رہے ہوں گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ان کے حسن ظن سے فائدہ اٹھا کر ان پر ٹوٹ پڑیں

Marfat.com

اور سب کو کاٹ کر رکھ دیں۔ وہ کہنے لگے، بخدا تم ہمیں ایسے کام پر اکسا رہے ہو جسے کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔ جن لوگوں نے پیشتر ازیں اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ خدا نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں، کیا تم چاہتے ہو، کہ ہم بندر یا سؤر بنا دیئے جائیں" کعب کہنے لگا، "بخدا، تم سے شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا، جس نے زندگی بھر میں کوئی ایک کام بھی مستقل مزاجی سے سرانجام دیا ہو"۔

ابولبابہ رض کی لغزش اور پیشمانی

اس کے بعد انہوں نے حضور اکرم ؐ کے پاس پیغام بھجوایا کہ ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دیجیئے، کہ ہم ان سے اس باب میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں، ابولبابہ وہاں پہنچے تو مرد عورتیں اور بچے ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے، جس سے ابولبابہ بڑے متاثر ہوئے۔ یہود نے پوچھا کہ کیا ہم محمدؐ کے کہنے پر گھروں سے نکل آئیں، زبان سے تو ہاں کہا۔ اور ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کیا، جس کا مطلب تھا، قتل کے لئے تیار ہو جاؤ، کہہ چکے تو غلطی کا احساس ہوا، چنانچہ شدت اضطراب سے قدم جم کر رہ گئے۔ سر جھکائے مسجد نبویؐ میں آئے، اور خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، اور عہد کیا کہ جب تک میری توبہ نہ قبول ہو گی، میں یہاں سے نہیں ہلونگا۔ حضور اکرم ؐ کو علم ہوا تو فرمایا۔ میرے پاس آجاتا تو میں جناب باری میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اب اسے اسی حالت میں رہنے دو۔ معمول یہ تھا، کہ کھانے، نماز پڑھنے اور حوائج ضروریہ سے فراغت پانے کے لئے ان کی رفیقہ حیات رسی کھول دیتیں، جب فارغ ہو چکتے۔ تو پھر باندھ دیتیں، چنانچہ چھ رات دن اسی حالت میں بیت گئے۔

قبول توبہ

اگلی رات کو حضور اکرم ؐ حضرت ام سلمہ کے یہاں شب باش تھے، کہ طلوع سحر کے وقت نزول وحی ہوا۔ اور حضرت ابو

لبابہ کی توبہ قبول کر لی گئی - ام المومنین نے حضورؐ سے اجازت لے کر انہیں مسجد ہی میں یہ بشارت پہنچا دی، صحابہ کرام نے سنا، تو دوڑے آئے، لیکن ان کی خواہش تھی، کہ حضورؐ خود قدم رنجہ فرمائیں، چنانچہ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے انہیں کھول دیا - اور یوں وہ اس ابتلا سے سرخرو ہو کر نکلے۔

حضرت ابو لبابہ کے واقعہ سے صاف ظاہر ہے، کہ بنو قریظہ کے بارے میں صحابہ کرام وقتاً فوقتاً ضرور گفتگو کرتے ہوں گے، اور چونکہ بنی قریظہ ہر موقعہ پر دھوکا دے جاتے تھے، احتمال غالب ہے کہ اکثر صحابہ کی رائے یہی ہو گی، کہ انہیں معاف نہ کیا جائے، اس لئے بنو قریظہ کے سامنے ہاتھ کے اشارے سے انہوں نے جس خیال کا اظہار کیا تھا، وہ ان کا اپنا تاثر تھا - ورنہ حضورؐ نے تاحال اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا - کیونکہ آپ بنو عوف کو، جو قریظہ کے حلیف تھے، ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

حکم کا تقرر

حضور اکرمؐ خاموش تھے، اور بنو عوف کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا - وہ چاہتے تھے، کہ بنو قریظہ سے وہی سلوک روا رکھا جائے، جو اس سے پہلے بنو نضیر سے روا رکھا گیا تھا، آخر آپؐ نے بنو عوف کو بلا کر کہا: "کیا تم اس بات پر آمادہ ہو، کہ میں خود تم سے کسی شخص کو حکم مقرر کر دوں اور وہ جو فیصلہ دے، تم اسے بے چون و چرا تسلیم کر لو" چونکہ بظاہر یہ فیصلہ ان کے حق میں تھا، اس لئے فوراً مان گئے - حضورؐ نے فرمایا: میں تمہارے قبیلے کے سردار سعد بن معاذ کو نامزد کرتا ہوں"

سعد بن معاذ کا دست تاحال مندمل نہیں ہوا تھا اور وہ صحن مسجد میں حضرت رفیدہ کے خیمے میں زیر علاج تھے، لوگ بھاگم بھاگ ان کے پاس پہنچے - اب ہر شخص دوسرے سے بڑھ چڑھ کے بنو قریظہ کا شفیع بنا ہوا تھا، حالانکہ ان کی نفسیات کا تقاضا یہ تھا کہ بنو عوف یا تو انہیں حکم ماننے پر رضامند نہ ہوتے

Marfat.com

بقدر اقل انہیں آسودہ خاطری سے سوچنے کا موقعہ دیتے۔ وہ زخم کی اذیت سے جھنجلائے ہوئے تھے، جب ان کے قبیلے نے بہ یک آواز، یہود سے حسن سلوک کی درخواست کی تو انہیں بنو عوف کے اس طرز عمل سے حد درجہ مایوسی ہوئی کہ تاحال ان ملاعین سے میری قوم کی وابستگی ختم نہیں ہوئی۔ اور وہ اس فرقے سے اظہار ہمدردی کر رہے ہیں۔ جو اسلام کا بدترین بدخواہ اور حضور اکرم کا جانی دشمن ہے، اس لئے ان کی برہمی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ اور انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ جاہلی عصبیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا اس سے بہتر موقعہ نہیں آئے گا۔ چنانچہ بنو عوف سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ "جب تم نے فیصلہ میری رائے پر چھوڑ دیا ہے تو وہی کروں گا جسے درست سمجھوں گا۔"

قارئین کو یاد ہوگا کہ جب حضرت سعد کا ہاتھ زخمی ہوا تھا تو آپ نے دعا کی تھی "اے خدا! اگر مجھے اس زخم سے جانبر نہیں ہونا۔ تو کم از کم اتنی زندگی ضرور دینا کہ میں بنو قریظہ کو تباہ و برباد ہوتا دیکھ سکوں۔" اتفاقاً وہ اختیارات انہیں مل گئے تھے ظاہر ہے [redacted] ان سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے، اور دنیا کو بتادیں گے کہ انہیں اسلامی مفاد جاہلیت کی ہر قدر سے عزیز تر ہے۔

غداری کی کوشش

ایک رات کا ذکر ہے، ابھی بنو قریظہ اپنے قلعوں ہی میں سکونت پذیر تھے، کہ عمرو بن سعدی قرظی، حضرت محمد بن مسلمہ کے پاس آیا۔ جو حضرت رسول کریم کے خیمے کی حفاظت پر مامور تھے، اور کوشش کی کہ انہیں غداری پر اکسا سکے، لیکن وہ دامن وفاداری کو داغ دار کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس یہودی کو قتل کر دیتے لیکن مروت نے گوارہ نہ کیا۔ بعد میں وہ اس کوتاہی پر اتنے نادم ہوئے، کہ مدینہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ حضور اکرم نے سنا تو فرمایا۔ کہ ابن

Marfat.com

مسلمہ کی وفا نے اسے بچا لیا"۔

سعدؓ کی طلبی

تھوڑی دیر بعد صبح حضور اکرم صحابہ کے مجمعے میں تشریف فرما تھے، کہ سعد بن معاذ کی طلبی ہوئی۔ وہ آ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے سردار کے احترام میں کھڑے جاؤ۔ وہ بیٹھ چکے تو بنو عوف نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے سعد! رسول اکرم نے تمہیں اپنے حلیف بنو قریظہ کے بارے میں فیصلے کا اختیار دیا ہے۔ امید ہے تم اپنی ذمہ داریوں سے بہ طریق احسن عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرو گے" انہوں نے کہا میں فیصلے دیتے وقت کسی کی خوشی یا ناخوشی کی قطعاً پرواہ نہیں کروں گا، لیکن پہلے اقرار کرو، کہ میرے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کرو گے انہوں نے جواب دیا۔ "بلاشبہ ایسا ہی ہوگا"۔ "اچھا تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ کے مرد قتل کر دیے جائیں، بیوی بچوں کو غلام بنا لیا جائے، اور مال و متاع پر قبضہ کر کے حسب قاعدہ باہم تقسیم کر لیا جائے۔ یہ عجیب و غریب فیصلہ سن کر سب پر سکتہ طاری ہو گیا، لیکن قول ہار چکے تھے، کیا ہو سکتا تھا مدینے سے باہر چند خندقیں کھودی گئیں اور ایک ایک کر کے سب کی گردن ماردی گئی، جب حیی بن اخطب کو لایا گیا تو کاڑھا ہوا جبہ پہنے ہوئے تھا، حضور کو دیکھ کر کہنے لگا۔ بخدا اے محمد مجھے آپ کی عداوت پر کبھی ندامت نہیں ہوئی۔ لیکن جسے خدا رسوا کرے وہ ضرور رسوا ہوتا ہے"۔ اس کے بعد حاضرین کی طرف منہ کر کے گویا ہوا۔ "اے لوگو! میں یہ مسرت تمام خدا کے حکم پر لبیک کہہ رہا ہوں، جو کچھ ہمیں پیش آ رہا ہے یہ بنی اسرائیل کا مقدر رہنے۔ جس سے مفر نہیں"۔ اس کے بعد خندق کے کنارے بیٹھ گیا اور گردن کٹ کر نیچے جا پڑی۔

Marfat.com

پس منظر

اس فیصلے میں جو بظاہر بڑا سخت معلوم ہوتا ہے۔ چند باتوں کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ یوں تو وعدہ خلافی اور غداری یہود کی فطرت ثانیہ ہو چکی تھی۔ لیکن بنو قریظہ کا نامہ اعمال اس باب میں کچھ زیادہ ہی سیاہ تھا۔ حضور اکرم کی تشریف آوری کے معاً بعد جو معاہدہ امن و آشتی طے پایا تھا۔ بنو قریظہ اس میں شریک تھے، لیکن وہ اس پر قائم نہ رہ سکے۔ حضور نے اندرونی محاذ کو محفوظ بنانے کے لئے پھر سے کوشش فرمائی بنو نضیر تو نہ مانے لیکن بنو قریظہ مان گئے۔ اور اس طریقے سے مدینے کی معاشرتی زندگی میں کھویا ہوا مقام حاصل کر لیا۔

یہود کی غداری

جنگ خندق کے موقعہ پر جب مسلمانوں پر بڑا سخت وقت تھا۔ یہود پھر سے کفار کے بہکانے میں آ گئے۔ اور معاہدے کو پس پشت ڈال کر حملہ آوروں سے مل گئے، اور اگر حضرت نعیم بن مسعود کی چال ناکام رہتی تو مسلمانوں کو مکمل تباہی سے نظر بہ اسباب ظاہر کوئی شخص نہیں بچا سکتا تھا۔

حضرت سعد نے یہ فیصلہ بطور خود صادر کیا تھا جس میں کسی دوسرے شخص کا مشورہ شامل نہ تھا، تعجب ہے یہود نے دربار رسالت میں اس کے خلاف کیوں اپیل نہ کی۔ معلوم ہوتا ہے، انہیں اپنے جرم کی سنگینی کا پورا پورا احساس تھا۔ اور التجا پیش کر کے مزید رسوا ہونا نہیں چاہتے تھے، گویا موت قبول کر لی لیکن آن کو قربان کرنا گوارا نہ کیا۔

اگر بنو عوف حضرت سعد کو حکم تسلیم نہ کرتے، اور اصرار کرتے، کہ حضور اکرم خود فیصلہ صادر فرمائیں، تو احتمال غالب ہے کہ یہ فیصلہ بھی بنو نضیر کے فیصلے سے چنداں مختلف نہ ہوتا۔ مگر وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ جس آدمی کو حکم تسلیم کر رہے ہیں

اس کی نفسیات کا تقاضا ان کی توقعات کے سراسر خلاف ہے۔

حضور اکرم از خود بھی اس فیصلے میں تبدیلی کے مجاز تھے۔ لیکن اس صورت میں سعد بن معاذ کی حیثیت متاثر ہوتی۔ اور آئندہ کے لیے ہر فیصلہ میں تبدیلی کی گنجائش نکل آتی اور کوئی حکم بھی نافذ العمل نہ رہنے پاتا۔

اوس کی یہود نوازی

بنو قریظہ کی خیر و بہبود سے قبیلہ اوس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا۔ کہ ان میں سے مندرجہ ذیل چار حضرات عوام کی رائے کو ہموار کرنے کے لیے تبلیغ کرتے پھرتے تھے۔ ضحاک بن خلیفہ ۲۔ سلمہ بن سلامہ ۳۔ معتب بن قشیر اور حاطب بن امیہ، اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ جس طرح بن پڑے، بنو قریظہ پر آنچ نہ آنے پائے چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ اور خباب بن منذر نے دربار رسالت میں عرض کی "یا رسول اللہ! بنو اوس یہود سے جوش رواداری میں جائز حد سے تجاوز کر رہے ہیں اور اسے اپنے وقار کا سوال بنا رکھا ہے" ضرور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ نے بھی یہ سب باتیں سن پائی ہونگی اور محسوس کر لیا ہوگا، کہ اگر بند نہ باندھا گیا تو جاہلی عصبیت کا طوفان سب کچھ بہالے جائے گا۔ اور مدنی معاشرے میں ان کا قبیلہ عبداللہ بن ابی کی سطح پر پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جب فیصلے پر عمل کا وقت آیا تو حضرت سعد بن معاذ نے اوس کے ہر ذیلی قبیلے کو دو، دو قیدی دیئے۔ تاکہ وہ انہیں قتل کر کے، اسلام سے وابستگی کا عملی ثبوت فراہم کر سکیں، اور اپنے دامن خلوص سے، یہود نوازی کے داغ کو مٹا دیں۔

واٹ کی رائے

پروفیسر منٹگمری واٹ نے اس واقعہ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ بھی سن لیجئے۔ سعد بن معاذ کا فیصلے کا پس منظر یہ ہے چونکہ زمانہ جاہلیت کی رقابتوں کا زور ٹوٹنے میں نہیں آتا تھا۔ اور اس کے قبیلے کی اکثریت ان ناروا تعصبات سے تا حال دامن

نہیں چھڑا سکی تھی۔ اور بنو قریظہ کی حمایت میں جائز حدود کو پھلانگ گئے تھے اس لئے اب چارۂ کار صرف یہ رہ گیا تھا کہ اس فاسد عقیدے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے، ورنہ اوس و خزرج کے پرانے جھگڑے انگڑائی لے کر پھر سے جاگ اٹھیں گے اور اسلامی تعلیمات دفتر گاؤ خورد قرار پائینگی۔

غیر مسلم معترض

ہر چند اس فیصلے کے مصنف حضرت سعد بن معاذ سردار قبیلہ تھے، لیکن چونکہ اس کی تکمیل حضور اکرم کے سامنے ہوئی، اس لئے تمام غیر مسلم مبلغین تا ایں دم آپ پر لے دے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بلکہ اب بھی جب کوئی صاحب قلم اس موضوع پر لکھنے بیٹھتا ہے، حضورؐ کی ذات گرامی کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے سے نہیں چوکتا۔ حالانکہ بہ ادنیٰ تامل یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ ہر فیصلے کا زمانی سیاق و سباق ہوتا ہے، اور اگر اسے چشم تصور کے سامنے واضح طور پر مشخص نہ کیا جائے، تو الفاظ کے پیمانے جو حد درجہ چھوٹے اور محدود ہیں، ٹھیک سے مفہوم کی ادائیگی نہیں کر پاتے اور نقطہ چین گھات سے نکل کر جھٹ اعتراض جڑ دیتا ہے علاوہ ازیں چونکہ معترض بُعد زمانی کی وجہ سے پس منظر کا صحیح احساس نہیں کر پاتا، اس لئے اس کا قلم زہر اگلنا شروع کر دیتا ہے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے، تو یہ فیصلہ اس عہد کی روح کا آئینہ دار معلوم ہوتا ہے۔

یہود کی بے خوفی

جب تک حضرت سعد نے فیصلہ نہیں دیا تھا اور بنو قریظہ گومگو کی حالت میں تھے تو سنا ہے یقینی کے خدشات سے حد درجہ بیکل تھے، لیکن جب فیصلے کی بھنک کان میں پڑی، اس کے بعد انہوں نے کسی قسم کی بزدلی یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ موت کو سامنے دیکھ کر بڑے بڑے دلیروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے، مردوں کو کیسہ بنت بنو حرث کی حویلی میں بند کر دیا گیا تھا۔ ایک ایک کو بلایا جاتا اور گردن کاٹ دی جاتی ۔ اس ہنگامہ

دار و گیر میں "آہ و بکا اور جزع و فزع کا کہیں ذکر نہیں ملتا، گویا جب انہیں معلوم ہو گیا کہ موت ناگزیر ہے، تو انہوں نے جوانمردوں کی طرح مرجانا بہتر سمجھا۔ تاکہ ان کی روایات پر حرف نہ آنے پائے۔

یہودیہ اور حضرت عائشہ

ان کی سخت جانی اور بے خوفی کا اندازہ ذیل کے دو واقعات سے باآسانی لگایا جا سکتا ہے، ان مقتولین میں ایک یہودیہ بھی شامل تھی جس نے اوپر سے ایک پتھر لڑھکا کر ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا۔ اس عمل کے دوران میں وہ حضرت عائشہ کے ساتھ، ماحول سے قطعاً بے نیاز مصروف گفتگو تھی۔ وہ بات بات پر ظرافت کی پھول جھڑیاں چھوڑتی، اور پیٹ پھر کر ہنستی۔ حضرت عائشہ اس کی گفتگو سے خوب محظوظ ہو رہی تھیں، اتنے میں اس کا نام پکارا گیا۔ اٹھی اور مقتل کو چل دی، حضرت عائشہ نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو" بولی "مجھ سے ایک جرم سرزد ہو گیا تھا، اس کا خمیازہ بھگتنے چلی ہوں" بے باکانہ قدم اٹھاتے گئی اور سر تلوار کے نیچے رکھ دیا۔ ام المومنین اس عورت کی زندہ دلی، بے باکی اور مردانگی کو دیکھ کر ششدر رہ گئیں چنانچہ جب بھی انہیں اس واقعہ کی یاد آئی۔ اس شیر دل یہودیہ کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔

قیس اور زبیر

یہاں ایک اور دلچسپ واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ عربوں کی ہمسائیگی نے یہود کو بھی ایسا نڈر اور دلیر بنا دیا تھا کہ وہ عزت کی موت کو، ذلت کی زندگی پر ترجیح دیتے تھے، حضرت ثابت بن قیس راوی ہیں، کہ جنگ بعاث کے موقعہ پر زبیر بن باطا القرظی نے ان کی جان بخشی کر دی تھی عربوں کا دستور تھا کہ ایسے خطرناک مواقع پر عالی ظرفی کے مظاہرے سے دشمنوں کی صفوں میں بھی خواہ پیدا کر لیا کرتے تھے، اور چونکہ قبائلی رواج اس رسم کا پشت پناہ تھا۔ اس لئے اسے سند قبول حاصل ہو چکی تھی۔ اور چونکہ یہ عمل حد درجہ بلند فطرتی کا متقاضی تھا۔ اس لئے

Marfat.com

ایسے شخص کو بہ نظر احترام دیکھا جاتا - اور جس سے بھلائی کی جاتی وہ اس تاک میں رہتا کہ جس طرح بن پڑے اُسے کا بدلہ چکا دے -

جب بنو قریظہ پر یہ افتاد پڑی، حضرت ثابت بن قیس بوڑھے ہو چکے تھے، زبیر کے پاس جس کی کینت ابو عبدالرحمٰن تھی، گئے - پوچھا - "ابو عبدالرحمٰن! مجھے پہچانتے ہو - کہا بھائی تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں!" "میں تمہاری نیکی کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں، بلاشبہ ایک شریف آدمی کا طرزِ عمل یہی ہونا چاہئیے" زبیر نے کہا -

بعد ازاں وہ حضرت نبی اکرمؐ کی خدمت میں آ گئے - اور زبیر کے سارے خاندان کی جان بخشی کرائی - زبیر کو حقیقت حال بتائی تو کہنے لگا: ثابت تم نے میرے لئے بڑی زحمت گوارا کی، لیکن یہ بتاؤ کہ سردار قبیلہ کعب بن اسد کا کیا بنا" "وہ مر چکا ہے" "حیی ابن اخطب کس حال میں ہے" "وہ بھی قتل کر دیا گیا ہے - اچھا یہ بتاؤ عزال بن سموئل کا کیا حشر ہوا" "وہ بھی مارا گیا" میرے دوست تم ہی بتاؤ کہ ان لوگوں کے بعد میرے لئے جینے میں کیا کشش باقی رہ گئی ہے - اب بہتر یہی معلوم ہوتا ہے - کہ تم خود ہی اپنے ہاتھوں سے میری گردن مار دو، چنانچہ انہیں با دل نخواستہ یہ ناگوار خدمت بھی بجا لانا پڑی، ایک عرب نے کیا خوب کہا ہے -

تَحَيَّتُ بِالسَّلَامَةِ اُمَّ بَكْرٍ ۝ فَهَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامٍ

مالِ غنیمت

مالِ غنیمت میں زمینوں اور نخلستانوں کے علاوہ پندرہ سو تلواریں، پندرہ سو ڈھالیں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور کچھ تعداد اونٹوں کی تھی - جو بعد از وضع خمس صحابہ میں بانٹ دی گئیں، جنگی قیدیوں کی کچھ تعداد نجد میں بیچ کر سامان حرب خرید اگیا -

ام المومنین ریحانہ کا واقعہ

حضرت ریحانہ جو عمرو بن خنافہ کی لڑکی تھیں تقسیم میں حضور اکرمؐ کے حصے میں آئیں، آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا۔ "ریحانہ! تم کنیز بن کر رہنا پسند کرو گی، یا بیوی بن کر، انہوں نے چند دن کی مہلت طلب کی، اور پھر اسلام قبول کر کے زوجیت قبول کر لی۔" اس سیدھی سی بات کو دشمنوں نے رنگ آمیزی سے کچھ کا کچھ بنا دیا، کہ محمد نے چھ سو انسانوں کو قتل کر کے ریحانہ کو بہ غرض۔۔۔۔ حرم میں ڈال لیا۔ وغیر ذلک من الخرافات (نعوذ باللہ)

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ابن ابی الحقیق کا قتل

رشک

ہم لکھ آئے ہیں کہ انصار مدینہ کے دو قبائل اوس وخزرج میں پشتینی عداوت چلی آ رہی تھی، جو بعد میں اسلامی تعلیمات کی برکت سے دوستی میں بدل گئی۔ لیکن جذبۂ رقابت اسی طرح جواں چلا آ رہا تھا۔ جب تک دولت اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے۔ باہمی جنگ وجدل اور لڑائی بھڑائی سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں منہمک رہتے۔ جب رسول اکرم کی تشریف آوری کے صدقے میں، نصب العین بدلا، تو اسلام کی پیشرفت میں ایک دوسرے پر برتری جتانے کے لئے کوشاں رہنے لگے۔ اگر ایک قبیلے سے کوئی اچھا کام سرزد ہو جاتا۔ تو دوسرا بھی باقی کام کاج چھوڑ کر اسی دھن میں دن رات ایک کر دیتا، اور جب تک اس جذبے کی تسکین کا سامان فراہم نہ کر لیتا۔ آرام سے نہ بیٹھ سکتا۔

اوس کی سکیم

جب اوس کے جاں بازوں نے کعب بن الاشرف یہودی کو ٹھکانے لگا دیا۔ تو بنو خزرج کو فکر دامنگیر ہوئی، کہ انہیں بھی اسی نوعیت کا کوئی کارنامہ سرانجام دے کر حریفوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کا اعزاز حاصل کر لینا چاہیئے، چنانچہ بعد از غور وخوض طے پایا، کہ چونکہ یہود خیبر کا سردار ابن ابی الحقیق دنیوی حیثیت اور عداوت اسلام میں کعب کا ہم پلہ ہے،

Marfat.com

اس لیے حضور اکرمؐ سے اجازت لے کر اسے اڑا دینا چاہیئے، حاضرِ خدمت ہوئے، تو آپؐ نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ کسی عورت اور بچے پر کسی حالت میں بھی ہاتھ نہ اٹھایا جائے، چنانچہ مندرجہ ذیل پانچ حضرات کو مہم سر کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک (جو قبل از اسلام) اس یہودی کے حلیف رہ چکے تھے۔ مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس ابو قتادہ بن ربعی اور خزاعی بن اسود، اول الذکر اس دستے کے امیر تھے۔

رات کو حملہ

یہ لوگ رات کے وقت نواحِ خیبر میں پہنچ گئے۔ جس احاطے میں ابن ابی الحقیق مقیم تھا وہاں اور بھی کئی خاندان سکونت پذیر تھے۔ چنانچہ احتیاطاً آس پاس کے تمام گھروں کی کنڈیاں باہر سے لگا دیں۔ تاکہ کوئی شخص امداد کو نہ پہنچ سکے۔ لبعدہٗ ابن ابی الحقیق کے دروازے پر دستک دی۔ بیوی نے دروازہ کھولا، پوچھا "کون ہو۔ اور کس مقصد کے لئے آئے ہو" کہا، "ہم عرب ہیں، کچھ کھانے کو چاہیئے" عرب میں مسافروں کے لیے وقت بے وقت کی کوئی قید نہیں تھی۔ جب بھی آدھمکتے، مرحبا، اہلاً وسہلاً کہنا پڑتا۔ عورت مطمئن ہو گئی۔ ایک بالاخانے کی طرف اشارہ کیا کہ تمہارا میزبان وہاں ہے۔ ساتھ ہو لی، جب اندر داخل ہوئے، تو دروازہ بند کر دیا۔ یہودیہ کو شبہ پڑ گیا اور لگی چیخنے چلانے ہرچند وہ ان کے مشن کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ جو شخص بھی ابن ابی الحقیق پر حملہ کرتا یہ کود کر سامنے آجاتی، لیکن حضور اکرمؐ کی ہدایت اسے بچا لیتی اور انہیں ہاتھ روک لینا پڑتا۔ یہودی فرش پر پڑا تھا اور کمرے میں اندھیرا تھا۔ لیکن چونکہ اس کا رنگ بہت سفید تھا اس لئے ہر آدمی اس سفیدی پر تلوار چلا رہا تھا۔ جب عبداللہ بن انیس کی تلوار نے اس کے پیٹ کو چیر ڈالا، تو چلا اٹھا، کہ بس کرو، میرا کام تمام ہو گیا ہے انہیں بھی اندازہ ہو گیا، کہ غالباً اب نہیں بچ سکے گا، تو واپس ہوئے۔ عبداللہ

Marfat.com

بن عتیک کی نظر کمزور تھی۔ اندھیرے میں سیڑھیوں سے اترتے وقت پاؤں میں موچ آگئی۔ انہیں کندھے پر لادا اور ایک گڑھے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ آناً فاناً خیبر کی پہاڑیوں پر ہر طرف آگ کے الاؤ بھڑک اٹھے، اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگ گئے۔ جب تھک تھکا کر بیٹھ گئے، تو یہ لوگ بھی اپنی پناہ گاہ سے نکلے، چند ہی قدم گئے ہوں گے، کہ خیال آیا، کہ واپسی سے پہلے یہودی کی موت کی تصدیق کر لینا ضروری ہے، ورنہ محنت اکارت جائے گی۔

تصدیق کا نتیجہ

چنانچہ ان میں سے ایک صاحب جو ذرا زیادہ ہوشیار تھے۔ جائے واردات پر جاکر لوگوں میں شامل ہو گئے، تاکہ حقیقت حال کا صحیح اندازہ لگا سکیں، دیکھا، کہ یہودیہ دیا ہاتھ میں لیے واقعہ کی تفصیل سنا رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب شوہر کے قریب گئی، تو دیکھا، کہ وہ مر چکا ہے، اثنائے گفتگو میں ایک دفعہ کہنے لگی، مجھے حملہ آوروں میں عبداللہ بن عتیک کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ (حضرت عبداللہ قبل از اسلام اس کے حلیف رہ چکے تھے۔) بعد میں خود ہی تردید کر دی کہ عبداللہ یہاں کہاں غالباً یہ میرا وہم تھا۔

تلواروں کا معائنہ

جب ابن ابی الحقیق کی موت کا یقین ہو گیا۔ تو یہ اطمینان خاطر گھروں کو چل دیئے۔ اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعات گوش گزار کئے۔ چونکہ جس کمرے میں یہودی کو قتل کیا گیا تھا، وہاں اندھیرا تھا۔ اور حملے میں سب شریک تھے، اس لئے ہر شخص اس کے قتل کو اپنا کارنامہ قرار دیتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا تم اپنی تلواریں لا کر میرے سامنے رکھ دو۔ میں انہیں دیکھ کر بتا دوں گا، کہ مہلک زخم کس نے لگایا تھا، تلواریں پیش ہوئیں تو آپؐ نے عبداللہ بن انیس کی تلوار اٹھا لی، فرمایا چونکہ اس تلوار پر کھانے کے اجزا پائے جاتے ہیں، اس کی موت اس تلوار سے ہوئی ہے[۱]

۱۔ ابن ہشام۔ دوم ۲۱۰، ۲۰۹

Marfat.com

غزوۂ بنی لحیان

ہم پہلے لکھ آئے ہیں، کہ قبائل عضل و قارہ کی بد عہدی کی وجہ سے بنو لحیان نے دس مبلغین اسلام میں سے سات کو شہید کر دیا تھا اور تین کو کفار قریش کے پاس فروخت کر دیا تھا۔ جنہیں انہوں نے مقتولین بدر کے قصاص میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس افسوسناک واقعہ کو ظہور پذیر ہوئے تین سال گزر چکے تھے، اور حضور اکرمؐ اپنی مصروفیات کی بنا پر ان ظالموں سے انتقام نہ لے پائے تھے۔ اور بنو لحیان یہ سمجھ بیٹھے تھے، کہ اب ان سے مواخذہ کا امکان بہت کم ہے، لیکن حضورؐ اپنے رفقا کو کیسے بھول سکتے تھے۔ جونہی سر کھجلانے کی فرصت ملی۔ آپؐ نے نہایت خاموشی سے دو سو آدمیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ جن میں دس گھوڑ سوار تھے۔ مدینے کی نیابت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے سپرد کر کے حضور اکرمؐ نے رات کے اندھیرے میں کوچ فرمایا۔

آپؐ لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے، غران کے مقام پر جہاں سات صحابہ کو بنو لحیان نے شہید کیا تھا۔ جا اترے۔ اور شہداء کے لئے دعا فرمائی، اتنے میں غنیم کو بھی پتہ چل گیا۔ وہ بھاگ کر پہاڑوں کی کھوؤں اور وادیوں کی غاروں میں روپوش ہو گئے ادھر ادھر تلاش کے گھوڑے دوڑائے گئے لیکن کامیابی نہ ہوئی لاچار دو چار دن کے بعد واپس آ گئے۔ یہ غزوہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔ (۱)

۱۔ ابن سعد۔ دوم ۲۲۳۔ ۲۲۲ھ، ابن ہشام۔ دوم ۲۱۲

Marfat.com

غزوہ الغابہ

یہ غزوہ بھی اسی سال اسی مہینے میں پیش آیا۔ الغابہ ایک چراگاہ کا نام ہے، جو شام کے راستے پر مدینے سے بارہ میل دور واقع ہے۔ یہاں حضرت ابوذر کے صاحبزادے حضور اکرمؐ کی اونٹنیاں چرایا کرتے تھے۔ ایک رات عیینہ بن حصن نے جسے حضورؐ نے مدینہ کی چراگاہ میں اونٹ چرانے کی اجازت دے رکھی تھی چالیس سواروں کی معیت میں حملہ کر کے چرواہے کو قتل کر دیا، اور جانوروں کو بھگا لے گیا اسی رات اندھیرے میں الفزع الفزع کی چیخ سُنی گئی۔ آپؐ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ سواروں میں سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمرو حاضر خدمت ہوئے انصار میں سے عباد بن بشر، سعد بن زید، اسید بن حضیر، عکاشہ بن محصن، محرز بن نضلہ، ابو قتادہ حرث بن ربعی اور ابو عیاش عبید بن زید بھی آگئے۔ آپؐ نے سعد بن زید کو ان کا امیر مقرر کر کے حکم دیا کہ فوراً دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہو جاؤ۔ نیز فرمایا کہ میں خود بھی لشکر کو لے کر جلد ہی روانہ ہونے کو ہوں، ابو عیاش کے پاس گھوڑا تھا۔ فرمایا، "ابو عیاش! بہتر ہے، کہ تم گھوڑا کسی ایسے آدمی کو دے دو۔ "جو تم سے بہتر ہو" کہنے لگے، "یارسول اللہ! مجھ سے بہتر کون ہے"۔ بہ مشکل پچاس قدم ہی گئے ہوں گے، کہ گھوڑے نے نیچے پھینک دیا۔ اس پر انہوں نے اپنا گھوڑا حضرت معاذ بن ماعص کے حوالے کر دیا۔ بعدہٗ وہ لوگ دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہو پڑے۔

حضور اکرمؐ کی روانگی حضور اکرمؐ چہار شنبہ کی صبح کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ جن کی تعداد پانسو یا سات سو تھی، مدینہ سے روانہ ہوئے نیابت حسب معمول حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم کو عطا ہوئی اور سعد بن عبادہ کو تین سو جانبازوں کے ساتھ شہر کی حفاظت پر مامور فرمایا اوّل الذکر دستے تے جو گھوڑوں پر

Marfat.com

سرپٹ دوڑتے جا رہے تھے، کچھ فاصلے پر دشمن کو جا لیا۔ چنانچہ حضرت ابو قتادہ نے مسعدہ کو، عکاشہ بن محصن نے اثار بن عمر کو اور مقداد بن عمرو نے عمرو بن حبیب اور قرفہ بن مالک کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف محرز بن نضلہ، مسعدہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ مسلمانوں کی یہ مختصر جماعت غنیم کے تعاقب میں، قرد کے مقام تک جا پہنچی۔ اور غنیم سے دس اونٹنیاں چھین لینے میں کامیاب ہو گئی۔ اس مقام پر حالات اتنے مخدوش تھے، کہ آپؐ جب یہاں دوسری صبح کو پہنچے، تو دوران قیام میں نماز خوف ادا فرمائی۔

ابن الاکوع کا کارنامہ

اس غزوے میں حضرت سلمہ بن الاکوع کی کارگزاری بالخصوص قابل صد افتخار تھی، جب عیینہ بن محصن کے آدمی جانوروں کو ہانکے چلے، تو انہوں نے حضور اکرمؐ کے غلام رباح کو کہا، کہ تم گھوڑا لو، اور تمام واقعہ عبید اللہ بن طلحہ کے گوش گزار کرو، تاکہ وہ رسول کریمؐ کو اطلاع دے دے۔ رات کا وقت تھا، دشمنوں کی تعداد چالیس تھی، اور حضرت ابن الاکوع اکیلے تھے، تعاقب نہ کرتے تو دشمن صاف بچ کر نکل جاتے، اور اونٹنیوں کو ادھر ادھر غائب کر دیتے مگر تعاقب کرنا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔ حضرت ابن الاکوع کے پاس تلوار کے علاوہ کمان تھی، اور تیروں کا ترکش، اللہ کا نام لے کر تعاقب میں روانہ ہو پڑے چونکہ اندھیرا تھا، اور غنیم زد میں تھا، اس لئے دشمن کی کافی تعداد کو تیروں سے زخمی کر دیا جب بھی وہ انہیں پکڑنے کی کوشش کرتے، یہ اندھیرے میں ادھر ادھر غائب ہو جاتے یہ سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ اس تعاقب میں دشمن اپنے تیس نیزے اور تیس چادریں راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد پھینکتا چلا گیا تھا۔ جن پر انہوں نے پتھر رکھ دیئے تھے، تاکہ تعاقب میں حضورؐ کو دقت نہ پیش آئے، جب صبح ہوئی تو عیینہ بن بدر الفزاری کفار کی امداد کو پہنچ گیا۔ حضرت ابن الاکوع کو دیکھا، تو کفار سے پوچھا کہ

Marfat.com

وہ کون شخص ہے، کہا، "یہ وہ شخص ہے جس نے شب گزشتہ ہمیں دم نہیں لینے دیا۔ چنانچہ جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ سب چھین لیا ہے اور اب بھی پیچھا نہیں چھوڑتا" عُیینہ نے کہا کوئی بات نہیں بہتر ہوگا، کہ تم میں سے چند آدمی اس کے مقابلے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ چونکہ ابن الاکوع پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ اس لئے چار آدمی آہستہ آہستہ پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ اس پر حضرت ابن الاکوع نے کہا "میرا نام ابن الاکوع ہے اور چونکہ حضور اکرم نے میرے حق میں دعا فرمائی ہے۔ اس لئے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے"۔ وہ اتنی بات ہی کہنے پائے تھے، کہ درختوں کی اوٹ سے چند سوار نمودار ہوئے، سب سے آگے اخزم الاسدی تھے، ان کے پیچھے ابوقتادہ اور آخر میں المقداد تھے، کفار نے دیکھا تو بھاگ گئے۔

اس کے بعد ابن الاکوع پہاڑ سے اتر آئے، اور حضرت اخزم کے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور کفار کے تعاقب سے انہیں روکا، کہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے کہا اے سلمہ تم خدا اور رسول کو سچا مانتے ہوئے مجھے درجہ شہادت سے محروم رکھنا چاہتے ہو۔ اس پر انہوں نے لگام چھوڑ دی اور وہ تعاقب میں چل پڑے اور عبدالرحمٰن بن عیینہ پر نیزے کا وار کیا، وہ پلٹا، اور انہیں شہید کر دیا۔ بعد میں حضرت ابوقتادہ نے عبدالرحمٰن کا کام تمام کر دیا۔

تعاقب

حضرت ابن الاکوع راوی ہیں، کہ ہر چند میں اکیلا رہ گیا تھا، لیکن تعاقب جاری رکھا، وہ ذوقرد کے چشمے سے پانی پینا چاہتے تھے لیکن مجھے دیکھ کر ارادہ ترک کر دیا، میں مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہا تھا، لیکن حضور اکرم اور صحابہ کرام کا دور دور تک کہیں نام ونشان نہ تھا۔ تا آنکہ سارا دن اسی کشمکش میں بیت گیا۔ سورج غروب ہوا تو حسب سابق اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ایک شخص کو تاک کر یکے بعد دیگرے دو تیر مارے، جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ اور وہ دو دو میل

Marfat.com

گھوڑے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ میں گھوڑوں کو لے کر واپس ہو پڑا۔ ذوقرد کے چشمے پر آیا۔ تو حضورؐ صحابہ کے ہمراہ پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلال آپؐ کے لئے اونٹ کی کلیجی اور کوہان بھون رہے تھے۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر سرگذشت سنائی، اور کہا، "یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ مجھے سو آدمیوں کا ایک دستہ عنایت فرمائیں، تو کوئی بھی بچ کر نہ جا سکے گا" آپؐ نے تحسین فرمائی۔ نیز فرمایا۔ کہ وہ اس وقت بنو غطفان کی بستیوں کے قریب پہنچ چکے ہیں اتنے میں ایک راہ گیر کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے حضور کے اندازے کی تصدیق کی، اور کہا، کہ فی الحقیقت وہ لوگ وہیں رکے ہوئے ہیں ایک اونٹ ذبح کر رکھا ہے، اور اس کی کھال اتار رہے ہیں۔ حضرت ابن الاکوع اپنے دستے کے ساتھ وہاں پہنچے تو وہ بھاگ گئے، صبح ہوئی، تو آپؐ نے فرمایا، کہ سواروں میں ابو قتادہ اور پیادوں میں ابن الاکوع نے سب کو مات کر دیا ہے، واپسی شروع ہوئی تو آپؐ نے انہیں ازراہ قدردانی اونٹنی پر پیچھے بٹھالیا۔

مقابلہ تیز دوڑ

ابن الاکوع راوی ہیں، کہ اس جماعت میں ایک انصاری تھے، جو تیز دوڑنے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، جب مدینے کے قریب پہنچے، تو زور، زور سے صدا لگانا شروع کر دی، کہ ہے کوئی مائی کالال، جو مقابلے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ میں نے حضور اکرم سے اجازت طلب کی، اور پیچھے کود پڑا۔ ہر چند اسے اپنی تیز رفتاری پر بڑا ناز تھا۔ لیکن میں نے اسے آگے نہ نکلنے دیا اور مقابلہ برابر رہا۔ ۱

---

(۱) ابن سعد دوم ۲۸۴ - ۲۲۳، ابن ہشام، دوم ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۲

Marfat.com

سریہ عبداللہ بن رواحہ

جب ابو رافع سلام بن ابی الحقیق جو یہود خیبر کا سردار تھا۔ اور جو ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازباز میں مصروف تھا۔ قتل کر دیا گیا۔ تو یہود نے یسیر بن رزام کو اپنا سربراہ منتخب کر لیا۔ یہ شخص اپنے پیشرو سے کچھ کم شرپسند نہیں تھا چنانچہ اس نے بنو غطفان کے مختلف قبائل کو حضور اکرمؐ کے خلاف بھڑکاتے اور مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ جب حضور کو اس کی سرگرمیوں کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس فتنے کا سر کچلنے کے لئے صحابہ کو ہدایت فرمائی، چنانچہ تیس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سرکردگی میں خیبر کو روانہ ہوا، جب وہاں پہنچے تو صحابہ نے اس سے کہا۔ کہ تم ہمیں اس وقت تک امان دو جب تک ہم وہ بات نہ کہہ لیں جس کے لئے ہم تمہارے پاس آتے ہیں، اس نے امان دے دی اس کے بعد حضرت عبداللہ نے کہا ہم تمہارے پاس رسول اکرمؐ کا یہ پیغام لائے ہیں۔ کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو۔ تو خیبر کی سرداری، تمہارے سپرد کر دی جائے، تاکہ آئے دن کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ وہ لالچ میں آ گیا۔ اور تیس آدمیوں کا دستہ لے کر ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ جلدبازی پر پچھتایا۔ اور اس پھندے سے نکلنے کے لئے لگا حیلے حوالے سوچنے۔ حضرت عبداللہ بن انیس اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، اس نے دو دفعہ ان کی تلوار پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ پرے ہٹ گئے اور وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس پر انہوں نے کہا۔ او دشمن خدا، کیا تو غداری کرنا چاہتا ہے۔

حضرت عبداللہ راوی ہیں۔ کہ میں اونٹ سے اتر پڑا۔ وہ ابھی اونٹ پر ہی سوار تھا۔ لیکن اس نے رفتار کم کر لی۔ جب ہم دونوں باقی ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ تو میں نے تلوار سے اس کی ران پر وار کیا۔ وہ نیچے گر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں کمان تھی۔ میرے سر پر دے ماری جس سے سر پر گہرا زخم آیا۔ اس کے بعد ہم اس کے باقی ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ

سوائے ایک آدمی کے جو بھاگ گیا تھا۔ ہم نے سب کو کاٹ کر رکھ دیا۔ واپس مدینے پہنچے، تو سارا واقعہ سن کر حضورؐ نے فرمایا" خدا نے تمہیں بچا لیا۔ ۱

سریۂ کرزبن جابر الفہری

یہ سریہ بھی ماہ شوال ۶ھ میں پیش آیا۔ قبیلہ عرینہ کے آٹھ دس آدمی دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔ اور مدینے ہی میں قیام پذیر ہو گئے، لیکن شہر کی مرطوب آب و ہوا اس نہ آئی۔ حضور اکرم نے انہیں مدینے کی چراگاہ میں جہاں حضرت یسار آپؐ کی اونٹنیاں چراتے تھے۔ چلا جانے کی اجازت دے دی، جب چند دنوں کے بعد کھاپی کر اچھے خاصے ہٹے کٹے ہو گئے، تو غداری کی سوجھی، حضرت یسار کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے، آنکھوں اور زبان میں ببول کے کانٹے چبھو لئے، جب وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ تو جانوروں کو سمیٹا اور بھاگ کھڑے ہوئے، حضور اکرم کو علم ہوا، تو آپ نے بیس آدمیوں کا ایک دستہ کرز بن جابر الفہری کی قیادت میں روانہ کیا۔ جو انہیں گھیر گھار کر پکڑ کر لائے۔ آپ نے حکم دیا کہ انہیں وہی سزا دی جائے۔ جو انہوں نے بے گناہ یسار کو دی تھی، چنانچہ اس طرح یہ غدار کیفر کردار کو پہنچے۔ ۲

۱۔ ابن سعد۔ دوم۔ ۲۳۵۔ ابن ہشام۔ دوم۔ ۳۵۷

۲۔ ابن سعد۔ دوم۔ ۲۳۶ ابن ہشام۔ دوم ۳۶۵

Marfat.com

سریہ عمرو بن امیۃ الضمری

ہم پہلے لکھ آئے ہیں، کہ ابوسفیان نے ایک بدو کو حضور اکرمؐ کے قتل (نعوذ باللہ) کے لئے مامور کیا تھا۔ اور جب وہ پکڑا گیا تھا، اور بعد از حصول امان مسلمان ہو گیا تھا۔ اور من وعن تمام واقعہ حضور اکرمؐ سے کہہ دیا تھا تو آپؐ نے ابوسفیان کو سبق سکھانے کے لئے عمرو بن امیۃ الضمری اور جبار بن صخر الانصاری کو حکم دیا، کہ وہ مکہ جائیں اور موقعہ پا کر ابوسفیان کا کام تمام کر دیں۔

رات کی تاریکی میں یہ حضرات وارد مکہ ہوئے۔ اور سیدھے طواف کعبہ کو چلے گئے! وہاں اتفاق سے ابوسفیان نے انہیں دیکھ لیا۔ چونکہ عمرو بن امیہ اس عہد کے بہادروں میں سے شمار ہوتے تھے، اس لئے قریش کے خطرات جاگ اُٹھے اور سر جوڑ بیٹھے، کہ کیا کرنا چاہیئے، آخر طے پایا کہ چونکہ موجودہ مخدوش حالات کے پیش نظر ان کی آمد ہر قسم کے خطرات کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ انہیں ٹھکانے لگا دیا جائے، حضرت عمرو اور ان کے ساتھی بھی حالات کے تیوروں کا بہ نظر غائر مشاہدہ کر رہے تھے، بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پہاڑ کے ایک غار میں چھپ گئے اور رات وہیں گزار دی، صبح ہوئی تو ایک گھوڑے سوار ان کی پناہ گاہ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ چنانچہ اس کی چیخ و پکار سے کافی لوگ جمع ہو گئے، لیکن چونکہ دونوں حملہ آور لوگوں کے آنے سے پہلے ہی روپوش ہو گئے تھے اسلئے کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ کہ وہ کدھر غائب ہو گئے ہیں، البتہ مرنے والے نے بتا دیا کہ اس کا قاتل عمرو بن امیہ اور اس کا ایک ساتھی ہے سارا دن غار میں چھپے رہے رات ہوئی، تو اپنی اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینے کو چل دیئے زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے، کہ قریش کے دو آدمیوں کو جو دریافت

Marfat.com

حال کے لئے آرہے تھے، آتے دیکھا ان میں سے ایک تو مارا گیا، اور دوسرے کو باندھ کر ساتھ لے آئے، اس طرح یہ مہم ایک ذرا سی بے احتیاطی سے بار آور نہ ہو سکی۔ ۱۔ اور ابوسفیان کے لشکر کو اسلام کے خلاف مزید فرصت میسر آگئی

۱۔ ابن سعد۔ دوم۔ ۳۸۔۳۷، ابن ہشام۔ دوم ۳۶۳۔ ۴۰۷

Marfat.com

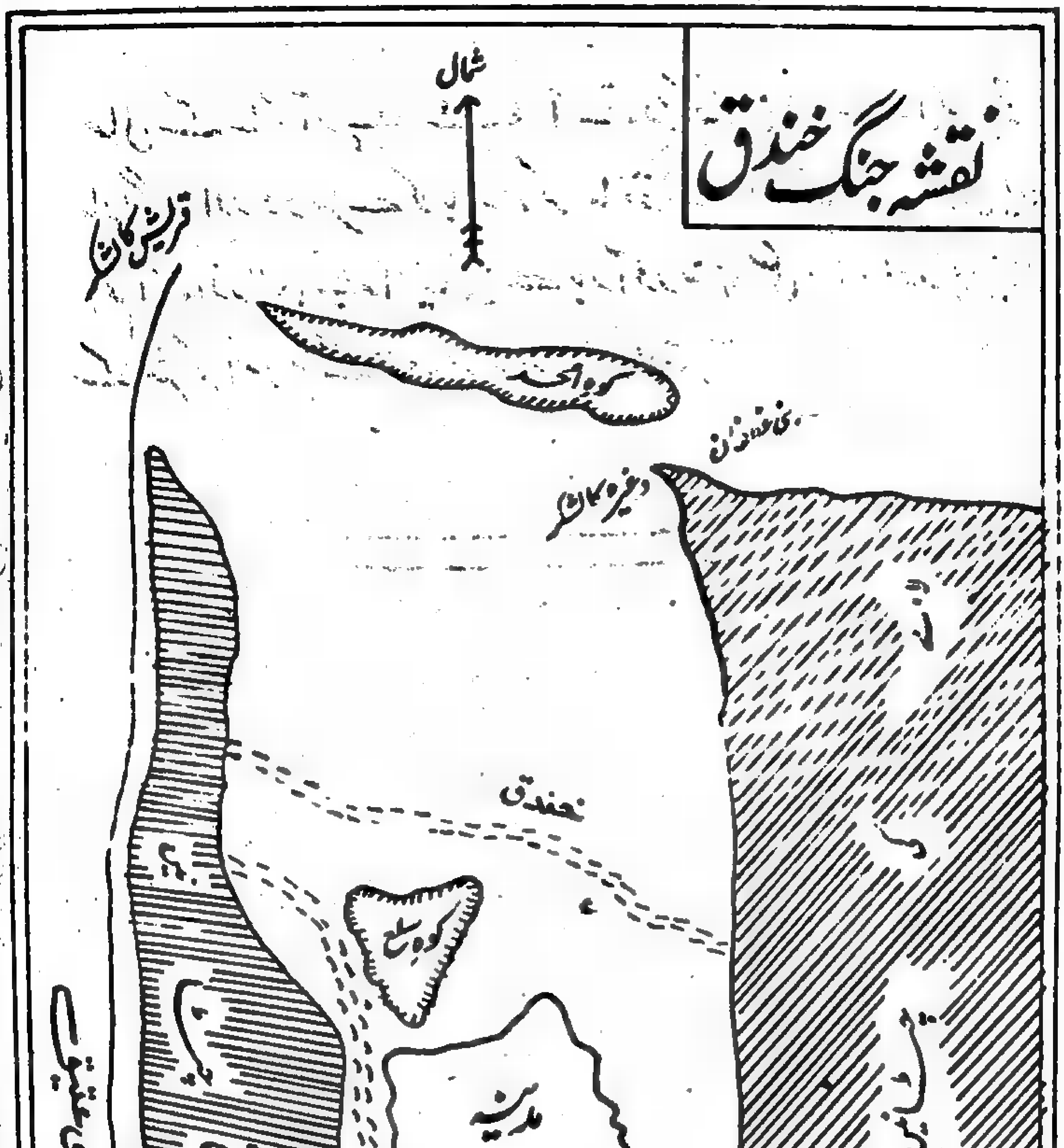
نقشہ جنگ خندق
شمال
قریش کا لشکر
کوہ احد
بنی غطفان
وغیرہ کا لشکر
خندق
کوہ سلع
مدینہ
وادی عقیق
ذوالحلیفہ
باغات
باغات
بنی قریظہ
باغات
مسجد قبا
بنی نضیر کا علاقہ
جو غزوۂ احزاب سے پہلے فتح ہو چکا تھا
کوہ عیر
لاوے کی چٹانیں
(بشکریہ تفہیم القرآن)

Marfat.com

غزوۂ بنی المصطلق

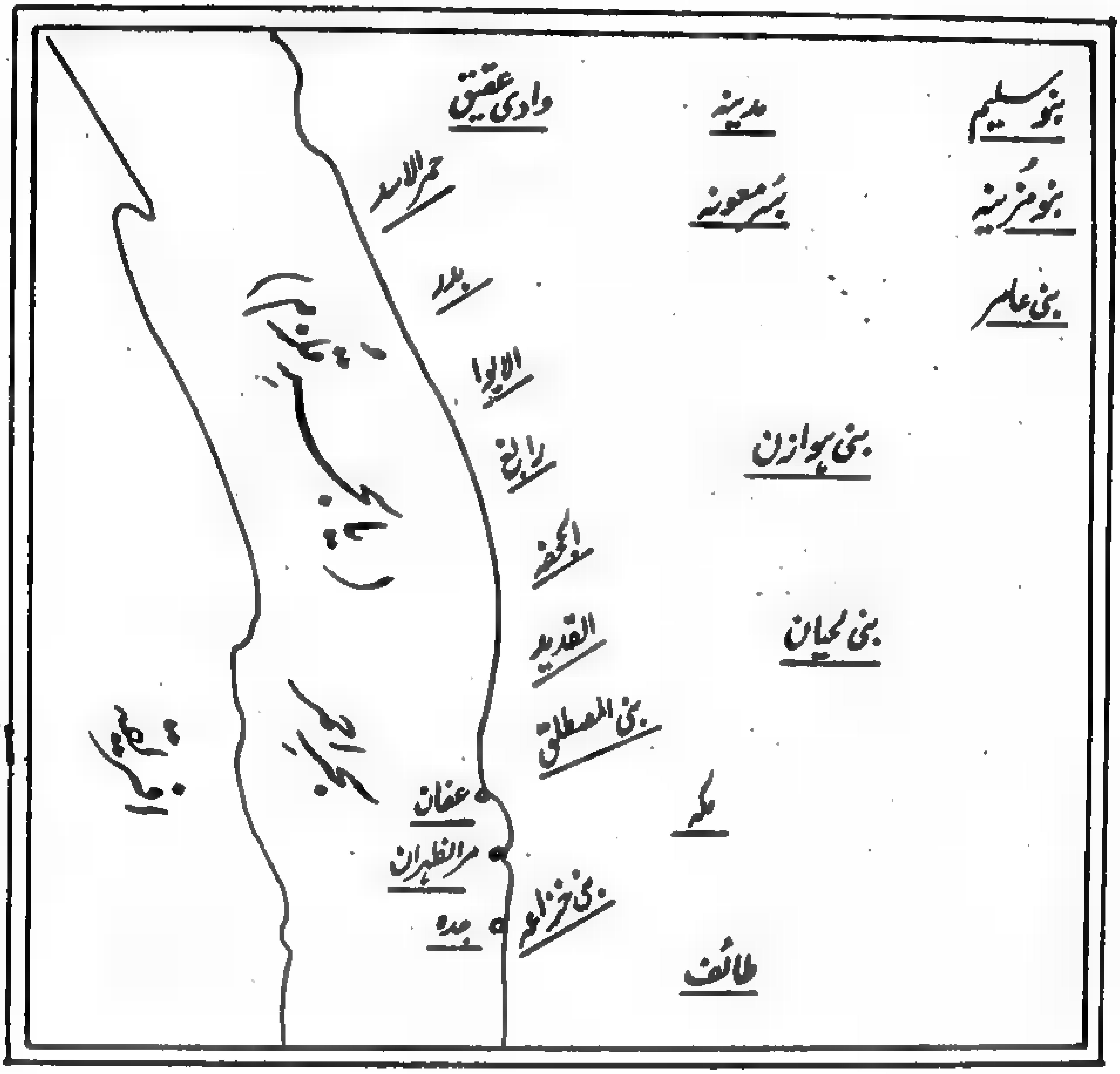

(بشکریہ تفہیم القرآن)

Marfat.com

صلح حدیبیہ

یہ واقعہ ۶ھ ہجری میں پیش آیا۔ شوال گزرا، تو ذی قعدہ میں حضور اکرم نے عمرہ کے ارادے سے کوچ فرمایا اور مدینے کی نیابت حضرت نمیلہ بن عبداللہ اللیثی کے سپرد کی چونکہ لوگوں کو یقین تھا کہ قریش مسلمانوں کو زیارت کعبہ کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور سخت مزاحمت ہو گی اس لیے بہت سے لوگ اس خطرہ کے پیش نظر رک گئے۔ حضور اکرم کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ نفری تھی جس میں کبار صحابہ کرام شامل تھے جب آپ عسفان کے مقام پر پہنچے تو بشر بن سفیان الکعبی نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! قریش کو آپ کے ارادے کا علم ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ ایک بھاری لشکر کے ساتھ وادی ذی طوی میں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہرگز آپ کو زیارت کعبہ کی اجازت نہیں دیں گے علاوہ ازیں خالد بن ولید دو سو سواروں کا ایک دستہ لئے غمیم کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ گویا مزاحمت کی پوری تیاری کر لی گئی ہے۔"

بشر بن سفیان دربار رسالت میں

حضور اکرم نے فرمایا "حیف ہے، کہ قریش کو بغیر از جنگ اور کوئی بات سوجھتی ہی نہیں حالانکہ لڑائی نے ان کا ناس مار دیا ہے۔ ہم صرف زیارت کعبہ کے ارادے سے آئے ہیں، تم دیکھ رہے ہو کہ سوائے تلوار کے ہمارے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں، قربانی کے اونٹ جن

Marfat.com

کی گردنوں میں لوہے کے قلادے پڑے ہوئے ہیں ہماری صداقت کے گواہ ہیں، مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ قریش ہم سے سخت بیزار ہیں، کیا یہ مناسب نہیں کہ وہ مقابلے سے ہٹ جائیں اور باقی ماندہ عرب قبائل کو کہہ دیں کہ ہم سے نمٹ لیں، اگر وہ ہمیں نیست و نابود کرنے میں جیسا کہ قریش کی خواہش ہے کامیاب ہو جائیں فہوالمراد اور اگر ایسا نہ ہو سکے، بلکہ ہم انہیں ختم کر دیں یا اپنے ساتھ ملا لیں، تو پھر قریش کو چاہیئے کہ وہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں، اور اگر طبیعت پھر بھی نہ مانے، تو لڑ کر دیکھ لیں، ان کے پاس نہ ساز و سامان کی کمی ہے، نہ افرادی قوت کی، تلوار کے ناطق فیصلے کے خلاف نہ انہیں بولنے کی گنجائش ہوگی، نہ ہمیں، مجھے اس خدائے لایزال کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اس وقت تک جدوجہد سے باز نہیں آؤنگا، جب تک کہ میری گردن کو دھڑ سے علیحدہ نہیں کر دیا جاتا"

حضور اکرم نے بات ختم کی تو بشر اٹھا، اور قریش سے بات کرنے ادھر کو چل دیا۔

حضور بہ مقام حدیبیہ

اس کے بعد حضور اکرم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خالد بن ولید غمیم کے قریب ہمارا راستہ روکے کھڑا ہے کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں کسی دوسرے راستے سے حدیبیہ پہنچا دے کہ خواہ مخواہ تصادم نہ ہو؟ اس پر بنو اسلم کے ایک صاحب اٹھے، جو حضور اکرم اور صحابہ کو ایک دشوار گذار اور کٹھن راستے سے جو گھاٹیوں کے درمیان سے گزرتا تھا نکال لائے۔ جب خالد بن ولید نے مسلمانوں کو گھاٹیوں سے نکلتے دیکھا تو سرپٹ گھوڑا دوڑا دیا۔ اور قریش کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع دی۔ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر حضور کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ تو آپ نے مسلمانوں کو وہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے عرض کی "یا رسول اللہ" کنواں بالکل خشک ہے پانی کا کیا بندوبست ہوگا۔ صحراؤں اور ریگستانوں میں چشموں اور کنوؤں کا یہی حال ہوتا ہے قافلے آتے جاتے ہیں اور مناسب وقت پر تھوڑی بہت صفائی ہوتی

Marfat.com

رہے۔ تو چشمے اور کنوئیں جاری رہتے ہیں اور اگر قافلوں کی آمد و رفت رک جائے اور آندھیاں چلتی رہیں تو پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم کو قبل از نبوت بارہا ایسے خشک چشموں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ ترکش سے ایک تیر نکالا، اور ایک صحابی کو حکم دیا۔ کہ ذرا کھود کر دیکھو تو کہ پانی کتنی دور ہے، کوشش کامیاب رہی۔ اور پانی کی قلت کا کوئی خدشہ نہ رہا۔

بدیل بن ورقا

اتنے میں بدیل بن ورقا الخزاعی، جو بحالت کفر بھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا، چند اہل قبیلہ کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ اس کے استفسار پر حضور اکرم نے فرمایا، کہ ہم صرف زیارت کعبہ کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ بعد از زیارت، قربانی کرکے واپس چلے جائیں گے۔ لڑنے جھگڑنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں چونکہ بدیل چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے، تصادم کو روکا جائے اس لیے وہ وہاں سے قریش کے پاس آیا کہنے لگا۔ میں ابھی ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مل کر آیا ہوں، وہ صرف زیارت کعبہ کے ارادے سے آئے ہیں، تم جلد بازی نہ کرو۔ آخر اس سے تمہارا کیا بگڑتا ہے طواف کعبہ کے بعد چلے جائیں گے، بہتر ہے تعلقات کو مزید خراب نہ کرو۔

قریش کی ضد

فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ معقول بات کو سننے والا وہاں کوئی تھا ہی نہیں اور اگر کوئی تھا تو بول نہیں سکتا تھا۔ کہنے لگے وہ کسی ارادے سے آئے ہوں، ہم انہیں کعبے کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیں گے۔ اس سے ہماری آن پر آنچ آتی ہے۔ ایسا کام کیوں کریں کہ تمام عرب میں ہماری بھد اڑائی جائے اور جگ ہنسائی ہو؟ چونکہ قریش کو مسلمانوں سے بدیل کے ربط نہانی کا علم تھا اس لیے انہوں نے اسے کوئی وقعت نہ دی، اور دریافت حال کے لیے مکرز بن حفص کا انتخاب عمل میں آیا۔ حضور نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ شخص ناقابل اعتماد ہے۔ بہر حال آپ نے اس سے بھی عین بعین وہی گفتگو کی۔ جو بدیل سے کی تھی اس نے واپس جا کر قریش کو حرف بہ حرف وہ باتیں بنا

Marfat.com

دیں، بعدہٗ قریش نے حلیس بن علقمہ، کمانداراحابیش کو حضوراکرم کے پاس بھیجا۔ اسے آتا دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ شخص اس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ جو خدام پرست ہے قربانی کے اونٹ اس کے سامنے سے گزار دو تاکہ ہمارے ارادے کی تصدیق کر سکے۔ جب اس نے اونٹوں کی قطاریں جن کی گردنوں میں قلادے پڑے تھے، وادی سے نکلتے دیکھے تو حضور سے ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلا گیا۔

حلیس کا موقف

جب قریش سے اپنے تاثرات بیان کرنے لگا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے خاموش کرا دیا "میاں بدو! یہ الجھن تمہارے فہم سے ماورا ہے"۔ حلیس نے یہ ہتک آمیز بات سنی تو بھڑک اٹھا کہنے لگا "اے قریش ہم اس لیے تمہارے حلیف نہیں بنے تھے کہ تم زائرین کو زیارت کعبہ سے بلا وجہ روکو، کان کھول کر سن لو، کہ اگر تم نے محمد کو کعبے کی زیارت نہ کرنے دی تو میں احابیش کو لے کر علیحدہ ہو جاؤں گا، پھر تم جانو، اور تمہارا کام جانے"۔ قریش نے بات بگڑتی دیکھی تو کہنے لگے ذرا دم لو، تاکہ ہم نشیب و فراز پر اچھی طرح سوچ بچار کر لیں۔

عروہ بن مسعود

اس کے بعد انہوں نے عروہ بن مسعود الثقفی کو حضوراکرم کی خدمت میں روانگی کے لیے منتخب کیا۔ اس نے قریش سے مخاطب ہو کر کہا "اے قریش! مجھے اس گفتگو کا جو تمہارے اور محمد کے درمیان ہو چکی ہے علم ہو چکا ہے تم سب جانتے ہو کہ میں سبیعہ بنت عبدالشمس کا بیٹا ہوں اور اس طرح تم لوگ میرے لیے بمنزل والد قابلِ احترام ہو۔ جب مجھے تمہاری اس افتاد کا علم ہوا تو میں نے اپنی قوم کے تمام ان لوگوں کو جو میری بات پر کان دھرنے کو آمادہ تھے جمع کیا، اور انہیں ساتھ لے کر تمہاری ہمدردی اور ہوا خواہی کے جذبے کے تحت یہاں آ گیا ہوں" عروہ کا مقصد یہ تھا کہ قریش کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ کوئی شخص بھی بہ وثوق پیشگوئی نہیں کر سکتا تھا کہ معاہدہ صلح ہو گا بھی یا نہ۔ اور ہو گا، تو شرائط صلح کیا

ملے پائیں گی۔ قریش، حضور اکرم کی اس اچانک آمد سے اتنے حساس دکھائی دیتے تھے کہ معمولی سی ناگوار بات بھی سننے پر آمادہ نہ تھے، معاہدے ہمیشہ سے کچھ لو اور کچھ دو کی اساس پر طے پاتے ہیں۔ قریش نے جواباً کہا، جو کچھ تم نے کہا وہ درست اور بجا ہے۔

عروہ دربارِ رسالت میں

کفار کی اشیرباد کے ساتھ عروہ بن مسعود حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا، محمد کیا تم اس ہجوم کو اس غرض کے لیے لائے ہو، کہ اپنی قوم کو ان کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا ہوتا دیکھو، تمہیں اس کا ضرور اندازہ ہوگا کہ تمہارے مدمقابل قبائل قریش ہیں، جن کے تمام سورما چیتے کی کھالیں اوڑھے تمہارے خلاف صف آرا ہیں۔ جب طبل جنگ پر چوٹ پڑے گی تو تمہارے یہ فدائی ڈھونڈے نہیں ملیں گے، حضرت ابو بکر، حضور اکرم کے پیچھے بیٹھے یہ لن ترانیاں سن رہے تھے، رہ نہ سکے، گرج کر کہا، "ہم ڈھونڈے سے نہیں ملیں گے!" عروہ نے دریافت کیا، یہ شخص کون ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ابن ابی قحافہ" "اگر میں ایک معاملے میں اس کا ممنون نہ ہوتا تو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا،" عروہ نے کہا۔

عروہ کی عادت تھی کہ دورانِ گفتگو میں بار بار حضور اکرم کی ریش مبارک کو پکڑ لیتا، حضرت مغیرہ بن شعبہ زرہ پہنے پاس ہی کھڑے تھے۔ کہنے لگے "عروہ! ہاتھ کو قابو میں رکھ، ورنہ اگر اب ادھر آیا، تو واپس نہیں جا سکے گا،" عروہ نے کہا "حیف ہے تمہاری تلخ کلامی اور درشت گوئی پر" آپ سے پوچھا، یہ کون ہے، فرمایا "تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے،" عروہ ضبط نہ کر سکا "او غدار، ابھی کل کی بات ہے کہ میں نے تمہارے نامۂ اعمال کی سیاہی کو اپنے آبِ کرم سے دھویا تھا، کیا تو اس احسان کو اتنی جلدی بھول گیا ہے،" (حضرت مغیرہ نے قبل از اسلام بنو مالک کے تیرہ افراد کو قتل کر دیا تھا جب مقتول قبیلے کے لوگ حملہ آور ہونے آئے تھے، تو عروہ نے بیچ

Marfat.com

بچاؤ کر کے صلح کرادی تھی، اور مقتولین کا قصاص خود ادا کر دیا تھا)

حضور اکرم نے عروہ کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم لڑنے جھگڑنے کو نہیں آئے، ہم عمرہ ادا کر کے واپس چلے جائیں گے۔ اس لیے قریش کو خواہ مخواہ الجھن نہیں پیدا کرنا چاہیئے۔

عروہ نے واپس جاکر قریش کو تمام واقعات من و عن سنا دیئے کہنے لگا "مجھے کئی سلاطین اور ملوک کے درباروں میں حاضری کا موقعہ ملا ہے ہیں نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے پیغمبر سے والہانہ محبت کے جو حیران کن مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اس سے پہلے مجھے ایسے تجربے کا اتفاق نہیں ہوا تھا میں نے محمد کو وضو کرتے دیکھا، اس کے ساتھیوں میں سے ہر شخص کی خواہش یہ ہوتی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہ گرنے پائے ظاہر ہے کہ فداکاروں کی ایسی جماعت کٹ مریگی۔ لیکن محمد پر آنچ نہیں آنے دیگی"

حضرت خراش کی سفارت

جب سفیروں کی پیہم آمد و رفت سے اس عقدہ مشکل کے حل ہونے کی کوئی سبیل نہ نکل سکی، تو حضور اکرم نے خراش بن امیۃ الخزاعی کو اپنا اونٹ دے کر قریش کے پاس بھیجا۔ وہ مسلمانوں کی اس جسارت سے ایسے بپھرے ہوئے تھے کہ درندوں کی طرح ان پر جھپٹ پڑے، اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اگر احابیش بیچ بچاؤ نہ کرتے، تو جناب خراش کا مارا جانا یقینی تھا، بہرحال قریش نے انہیں رہا کر دیا، اور وہ بخیر و عافیت واپس آگئے،

قریش کے خدشات

مسلمانوں کے اس جرأت مندانہ اقدام سے قریش سانپ کی طرح بل کھا رہے تھے شکست بدر کے بعد یہ دوسرا صدمہ تھا جس کی ذہنی اذیت ناقابل برداشت ہو رہی تھی، وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ اگر مسلمانوں کی یہ مہم کامیاب رہی۔ تو وہ آئندہ کسی موقعہ پر بھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکیں گے، اور ان کی ساری شیخی دھری کی دھری رہ جائے گی، وہ ڈنکے کی چوٹ آیا کریں گے۔ بلکے

Marfat.com

کے گلی کوچوں میں سینہ تان کر دندناتے پھر یں گے اور ہم ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔

ہم لکھ آئے ہیں کہ تولیت کعبہ کے صدقے میں تمام قبائل عرب میں قریش کی حیثیت گل سرسبد کی تھی سارے عرب میں ان کا حکم چلتا، اور کسی کو ان سے بگاڑ کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ جب سے حضور اکرم ہجرت کر کے آئے تھے، قریش کے دام سیادت کے حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جا رہے تھے، اور نوشتہ دیوار صاف نظر آ رہا تھا۔ جو لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے وہ تو ان کے دائرہ اثر سے نکل ہی گئے تھے، انہیں رنج اس بات کا تھا، کہ خود ان کے ہم نواؤں کی کافی تعداد تذبذب اور بے یقینی کا شکار تھی۔ ساتھ دینا تو رہا ایک طرف، صریحاً مسلمانوں کی حمایت پر اتر آتے۔

قریش کا دستہ ہر چند قریش کے بازوؤں میں وہ کس بل نہ رہا تھا، لیکن وہ یوں آسانی سے ہار ماننے والے بھی نہ تھے۔ اگر ڈس نہیں سکتے تھے تو پھنکارنے سے کون روک سکتا تھا، طے پایا کہ چالیس پچاس آدمی روانہ کرو، جو مسلمانوں کے کیمپ کے ارد گرد گھوم پھر کر دو چار آدمیوں کو پکڑ لائیں، کہ دل کی بھڑاس نکالنے کا کوئی رستہ تو ملے، لیکن مسلمان بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے، ایک ایک کر کے سب کو پکڑ لیا اور حضور اکرم کی خدمت میں لے آئے، اگرچہ ان لوگوں نے اسلامی لشکر پر تیر اندازی کے علاوہ سنگباری بھی کی تھی، لیکن چونکہ حضور نے اپنے عمل سے ثابت کرنا تھا۔ کہ آپ لڑنے جھگڑنے کے ارادے سے نہیں آئے اس لئے حکم دیا کہ ان سے قطعاً کوئی تعرض نہ کیا جائے، اس طرز عمل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

قریش کا رویہ اتنا معاندانہ تھا کہ مصالحت کی ہر کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ لیکن حضور اکرم اپنی سی ہر کوشش کئے جا رہے تھے۔ حضرت خراش بن امیہ ناکام لوٹے تو آپ نے حضرت عمر کو طلب فرما کر حکم دیا کہ وہ جائیں اور قریش کو راہ راست

Marfat.com

پر لانے کی کوشش کریں، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے امتثال امر میں تو کوئی عذر نہیں، لیکن چونکہ قریش کی نظروں میں مجھ سے زیادہ معتوب اور کوئی شخص نہیں اور پھر ان کی ذہنی کیفیت بھی ایسی ہو رہی ہے کہ مجھے دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو جائیں گے، نیز بنو عدی کا کوئی بارسوخ آدمی ہوتا۔ تو شاید قریش سے مجھے اتنا خطرہ نہ ہوتا۔ اس لیے میری تجویز یہ ہے کہ آپ جناب عثمان کو مامور فرمائیں، ابو سفیان مدار المہام بنا ہوا ہے اور وہ ان کا ہم قبیلہ ہے، ممکن ہے وہ انہیں مائل بہ صلح کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

حضرت عثمان کی سفارت

حضرت عثمان مضافات مکہ میں پہنچے۔ تو ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہو گئی، اس نے انہیں پناہ دے دی۔ اور قریش کے پاس لے آئے، ابو سفیان بھی وہیں تھا۔ قریش نے بات سن کر کہا "عثمان اگر تم چاہو۔ تو طواف کعبہ کی اجازت ہے۔" انہوں نے کہا آپ کی اس نوازش کا شکریہ لیکن حضور اکرم کے بغیر میں اس رعایت سے کیسے فائدہ اٹھا سکتا ہوں" قریش نے یوں محسوس کیا گویا بچھو نے ڈس لیا ہو۔ سفارت تو کیا کامیاب ہوتی۔ الٹا قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا۔ ادھر اسلامی کیمپ میں یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ کفار نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ رنج اور افسوس کے جذبات نے مسلمانوں کو بھڑکا دیا۔ ہر طرف سے "انتقام انتقام" کی آوازیں آنے لگیں۔ اور صبر اور بردباری کے بند ٹوٹتے دکھائی دینے لگے۔ خود حضور اکرم کو حضرت عثمان کے قتل بے گناہ کا از حد دکھ ہوا، فرمایا۔ ہم قریش سے الجھنا نہیں چاہتے تھے، لیکن اب لڑنے بغیر چارہ نہیں۔ جب سے ہم یہاں آئے ہیں۔ قریش ہمیں باقاعدہ اشتعال دلا رہے ہیں۔ مگر ان کی اس ناعاقبت اندیشانہ حرکت نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی، چنانچہ ایک شخص کے بغیر جو اپنی اونٹنی کی بغل میں کھڑا

Marfat.com

تھا اور لوگوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا، سب نے بیعت کی، حضرت عثمانؓ کی طرف سے آپ نے دائیں ہاتھ پر بایاں ہاتھ رکھ کر غائبانہ بیعت لی، ایسا معلوم ہوتا ہے حضورؐ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا یقین نہ تھا ورنہ شہید سے بیعت لینے کا کوئی مطلب نہیں بیعت کی جا چکی، تو معلوم ہوا، کہ افواہ غلط تھی، اعصاب کا تناؤ ختم ہو گیا۔ اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

سہیل بن عمرو دربار رسالت میں

ہر چند مسلمانوں کے یوں بے دھڑک آ جانے سے قریش کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور بالخصوص نوجوان طبقہ کی تلواریں تڑپ تڑپ کر نیام سے باہر آنا چاہتی تھیں، لیکن سنجیدہ عنصر بہ خلوص خاطر خوں ریزی سے بچنا چاہتا تھا، اول تو زائرین کعبہ پر حملہ آور ہونا عرب روایات کے خلاف تھا، دوم، کوئی شخص بھی بہ وثوق لڑائی کے انجام کے بارے میں پیشگوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے بعد از صلاح و مشورہ طے پایا کہ سہیل بن عمرو کو مسلمانوں کے پاس تصفیہ کے لیے بھیجا جائے۔ سہیل بڑا فصیح البیان، معقول اور منجھا ہوا آدمی تھا، حضورؐ نے اسے آتا دیکھ کر فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ قریش صلح پر آمادہ ہو گئے ہیں"

قریش نے یہ وضاحت تمام یہ بات سہیل کے ذہن نشین کر دی تھی کہ "خواہ کچھ ہو جائے ہم مسلمانوں کو امسال کسی صورت میں بھی طواف کعبہ کی اجازت نہیں دیں گے، کیونکہ اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا، کہ ہم ان سے دب گئے ہیں، اس لیے تم اس اساس کو بالکل نہ بھولنا، ورنہ تمہارا مشن ناکام رہے گا، اور محنت اکارت جائے گی" ادھر مسلمانوں کے جذبات کی نوعیت بھی اس سے مختلف نہ تھی، وہ ادائے عمرہ کے ارادے سے آئے تھے اور قربانی کے ستر اونٹ ساتھ تھے، کعبہ تمام عرب کا مقدس مقام تھا، قریش کی ذاتی ملکیت نہ تھا، کہ جس کو چاہیں آنے دیں، چنانچہ مزاحمت سخت ناگوار ہو رہی تھی، بہادری اور جانبازی میں وہ کسی سے کم نہ تھے، علاوہ ازیں وہ بھی اسی مٹی سے اٹھے تھے،

Marfat.com

قریش کی بالادستی کو کیوں تسلیم کرتے، گویا دونوں طرف برابر کی چوٹ تھی۔

مسلمانوں کا اضطراب

گفتگو شروع ہوئی، تو دل دھک دھک کر رہے ہوں گے۔ کہ دیکھئے معاہدے کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، بات کا دامن پھیلتا گیا اور چونکہ وقار کا سوال تھا۔ نشیب و فراز کا آنا ناگزیر تھا۔ لیکن رحمت عالم نے اپنی بات کی لاج رکھنے کے لیے لڑنا اور زار واضد کو پسند نہ فرمایا، اور قریش کی ہر شرط مان لی۔ صحابہ خاموش بیٹھے سن رہے تھے اور اگرچہ زبانیں بند تھیں، لیکن ان کا پیچ و تاب ناقابل بیان تھا۔ جب معاہدہ لکھا جانے لگا، تو حضرت عمرؓ فرطِ اضطراب سے بے تاب ہو گئے، اٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر شرائط معاہدہ کے خلاف احتجاج کیا غرض یہ تھی، کہ اگر ابوبکرؓ ہمنوا ہو جائیں، تو دونوں مل کر دربار رسالت میں شرائط معاہدہ کے خلاف کچھ کہیں سنیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ ایسے مزاجدان نبوت سے ان کی توقع درست نہ تھی، کہنے لگے "عمرؓ! حضور اکرم خدا کے رسول ہیں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا تار وہاں سے ہلایا جا رہا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ خاموش رہو۔" لیکن عمرؓ ابوبکرؓ نہ تھے نہ کو نہ پہنچ پائے اور سیدھے خدمت اقدس میں باریاب ہوئے، عرض کی "یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟" "ہوں" "کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟" "بلاشبہ ہو" "کیا قریش کافر نہیں؟" "یقیناً ہیں" "پھر دنیا کو دین پر کیوں ترجیح دی جا رہی ہے؟" "عمرؓ! میں خدا کا رسول ہوں، اور یہ سب کچھ اس کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے، وہ مجھے ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔"

اس تصریح کے بعد کسی کو بولنے کا یارا نہ رہا۔ حضرت عمرؓ گرمی میں کہنے کو تو کہہ گئے، لیکن انہیں اس جسارت پر زندگی بھر ندامت رہی نفل پڑھے، روزے رکھے، صدقات دیئے، غلام آزاد کیے۔ کہ کہیں جناب باری میں اس گستاخی کا مواخذہ نہ ہو۔

جمہوری روح

حضرت عمرؓ نے دربار رسالت میں جو کچھ عرض کیا، وہ اسلام کی

Marfat.com

جمہوری روح کے عین مطابق تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی ایسے موقعے آئے کہ حضور اکرم نے صحابہ کی بات کو شرف قبولیت بخشا۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی صحابی نے میدان جنگ میں کوئی تجویز پیش کی اور آپ نے منظور فرمائی۔ یہ موقعہ بھی ایسا تھا کہ صحابہ کا زاویہ نگاہ مختلف تھا۔ حضرت عمر نے گزشتہ تجربے کی بنا پر اس عمومی خواہش کو خدمت گرامی میں پیش کیا۔ لیکن چونکہ یہ معاہدہ منشائے الٰہی کے مطابق طے پا رہا تھا۔ اس لیے آپ نے احتجاج کو مسترد کر دیا۔ البتہ حضرت عمر سے اتنی فروگزاشت ضرور ہوئی۔ کہ احتجاج کا طریقہ موزوں نہ تھا۔ لیکن چونکہ انہیں فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ اغلب ہے کہ حضرت عمر نے حضور اکرم سے ضرور معافی مانگی ہوگی، اور رحمۃ للعالمین نے ایک وقتی ابال سمجھ کر درگزر فرما دیا ہوگا۔

معاہدہ

جب معاہدہ کی تسوید ہونے لگی، تو حضرت علی کو حکم دیا۔ کہ معاہدہ وہ لکھیں، انہوں نے عنوان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا، تو سہیل نے کہا۔ کہ ہمارے یہاں "باسمک اللھم" لکھنے کا رواج چلا آ رہا ہے، اس لیے رواج کی پابندی کی جائے، حضور کی اجازت سے حضرت علی نے تعمیل کر دی اس کے بعد آپ نے لکھوایا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔ اس پر سہیل پھر بول اٹھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جھگڑا ہی رسالت کا ہے۔ اگر ہم آپ کو خدا کا رسول مانتے تو یہ جھگڑے کیوں اٹھتے۔ اس لیے محمد رسول کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھیے حضرت علی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو الفاظ مٹانے ہیں، میری انگلی ان پر رکھ دو چنانچہ آپ نے وہ الفاظ مٹا دیئے۔

معاہدے کی شرائط حسب ذیل تھیں۔

(۱) مسلمانوں کو امسال عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاں البتہ سال آئندہ وہ آئیں، اور مکے میں تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں (اس دوران میں قریش مکے سے نکل جائیں گے، تاکہ تصادم کا کوئی امکان نہ رہے)

Marfat.com

۲۔ تلوار کے بغیر کسی اور ہتھیار کے لانے کی اجازت نہ ہوگی، وہ نیام میں ہوگی، اور نیام تھیلے میں بند ہوگا۔

۳۔ اس وقت جو مسلمان مکے میں ٹھہرے ہوئے ہیں انہیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص واپس نہیں جانا چاہے گا۔ تو آپ اسے مجبور نہیں کریں گے کہ وہ آپ کا ساتھ دے۔

۴۔ اور اگر مکے کا کوئی آدمی چھپ چھپا کر آپ کے پاس آگیا، تو اسے واپس کرنا پڑے گا لیکن اگر آپ کا کوئی آدمی ہمارے پاس چلا آیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ قبائل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ بھی معاہدہ کرنا چاہیں، ان پر کوئی قدغن نہ ہوگی، اور نیز یہ معاہدہ دس سال تک نافذ العمل رہے گا۔

معاہدہ لکھا جا چکا، تو بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے اور بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکر، عمر، علی اور عبدالرحمن بن عوف نے دستخط کئے اور کفار کی جانب سے دستخط کرنے والے صرف دو آدمی تھے، سہیل بن عمرو اور مکرز بن حفص۔

ابوجندل دربار رسالت میں

معاہدے کی سیاہی بھی خشک نہیں ہونے پائی تھی، اور ابھی یہ محفل اسی طرح جمی ہوئی تھی کہ سہیل کے بیٹے ابوجندل جو اسلام لا چکے تھے اور جنہیں کفار نے زنجیروں میں جکڑ کر رکھا ہوا تھا، کسی طرح وہاں سے نکل بھاگے اور گرتے پڑتے وہاں پہنچ گئے، اور حضور اکرم اور مسلمانوں سے طالب امداد ہوئے، ان کی حالت اتنی خستہ تھی، کہ آپ کا دل بھر آیا، مسلمان پہلے ہی معاہدہ کی شرائط اور ناکام واپسی کے خیال سے حد درجہ دل گرفتہ تھے۔ اپنے ایک بھائی کو اس قابل رحم حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھے، لیکن حضور کے سامنے کون بولتا۔ دل پر پتھر رکھ لیا۔ اور زبان دانتوں تلے داب لی۔ پھر درپیش سبحان در درپیش سہیل بھی ابھی وہیں موجود تھا۔ ابوجندل کا اس طرح وہاں پہنچ جانا۔ اس کی

Marfat.com

سفارت کے منہ پر زناٹے کا تپانچہ نہ مار دیکھ کر جل بھن گیا۔ چیل کی طرح جھپٹا، اور اتنا زور کا تھپڑ مارا، کہ ابوجندل چکرا گئے۔ کہنے لگا، محمد ہمارا معاہدہ ابوجندل کے آنے سے پہلے ہی مکمل ہو چکا ہے۔" حضور نے تصدیق فرمائی۔ تو سہیل نے انہیں گریبان سے پکڑ لیا، اور گھسیٹ لے چلا۔ آپ نے سہیل کی شفقت پدری سے بارہا اپیل کی، لیکن وہ مائل بہ کرم نہ ہوا، ابوجندل ہمہ تن فریاد تھے اور مسلمانوں کی دینی حمیت کو اکسا رہے تھے مسلمانو! مجھے ان جلادوں کے حوالے نہ کرو۔ میں نے ان کے ہاتھوں اتنے دُکھ اٹھائے ہیں کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔" ہر چند ابوجندل کی آہ و زاری سے صحابہ کے دل پر آرے چل رہے تھے، لیکن ادب مانع تھا، دم نہیں مار سکتے تھے، حضور اکرم نے فرمایا، "ابوجندل! کچھ دن اور صبر کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تم ایسے مظلوموں کی رستگاری کا ضرور بندوبست کرے گا، معاہدہ تکمیل پا چکا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ خلاف ورزی کا ارتکاب ہماری طرف سے ہو۔"

ابوجندل باقاعدہ التجا کئے جا رہے تھے۔ کہ مجھے کفار کی اذیتوں کے حوالے نہ کرو، کیا تم چاہتے ہو۔ کہ مجھے یہ لوگ پھر سے اسلام سے برگشتہ کر دیں!" حضرت عمرؓ اٹھے اور انہیں صبر کی تلقین کرنے لگے نیز کہنے لگے، "ابوجندل تم جانتے ہو۔ کہ کافر کا لہو کتے کے لہو سے بھی ارزاں تر ہے۔" وہ تلوار لگائے ابوجندل کے قریب اس انداز سے کھڑے تھے کہ اگر ابوجندل چاہتے، تو اسی تلوار سے باپ کا کام تمام کر سکتے تھے۔ لیکن یا تو انہیں یہ بات سوجھی نہیں، اور یا باپ سے اس بدسلوکی کی ہمت نہ پڑ سکی۔

مسلمانوں کی بددلی

ہر چند معاہدہ تکمیل پا چکا تھا، لیکن احساس شکست کے ہاتھوں مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں پندرہ سو جانباز سپاہی، تسلیم و رضا کا ایسا نقشہ پیش کر رہے تھے جو کسی نے کا ہے کو دیکھا ہو گا، خاموش تھے، اور آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ سوچ رہے تھے کہ مدینے

جاکر منافقین کے طعنے کون سنے گا۔ اُحد کی جنگ ہار کر بھی ہم اتنے مایوس نہیں ہوئے تھے ہم نے لڑے بغیر انہیں اتنی مراعات دے دیں کہ لڑ کر وہ اس کا عشر عشیر بھی ہم سے نہ منوا سکتے۔ لیکن رسالت مآب کا ہاتھ کون پکڑتا، سہیل بن عمرو کو اس معاہدے کی سرانجام دہی میں جو حیرت انگیز کامیابی ہوئی تھی وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور حق یہ ہے کہ وہ اس پر بجا طور پر ناز کر سکتا تھا۔

قربانی و سرتراشی

خدا جانے صحابہ کرام کب تک ان اندیشہ ہائے دور و دراز میں کھوئے رہتے، اگر حضور اکرم کی آواز ان کے انہاک میں دخل انداز نہ ہوتی۔ آپ نے فرمایا "اب اٹھو، کہ قربانی اور سر ترشوانے کی رسم ادا کر کے واپس چلیں"۔ چونکہ صحابہ کو بیشتر ازیں اس نوعیت کے تجربے سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لیے حضور کے حکم سے ان کے سرد جذبات میں کوئی حرکت نہ پیدا ہوئی آپ نے تین دفعہ اس حکم کو دہرایا اور دل برداشتہ ہو کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اب کے بار امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ شریک سفر تھیں، حضور نے ان سے شکایت کی، انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ بد دل نہ ہوں، چونکہ معاہدے کی شرائط ان کی توقعات کے بالکل خلاف ہیں اس لیے وہ اس ذہنی جھٹکے کے اثر سے تا حال سنبھل نہیں سکے آپ ان سے مزید کچھ کہے سنے بغیر قربانی اور سرتراشی کی رسم ادا فرمائیں، یہ لوگ خود بخود اٹھ کھڑے ہوں گے"۔ یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی، تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تین دن کے بعد آپ نے کوچ فرمایا۔ تو لوٹتے میں سورۃ الفتح نازل ہوئی اور انا فتحنا لک فتحاً قریباً نے صحابہ کے تمام خدشات کو بے بنیاد قرار دے دیا، اگر اس وقت حال اور مستقبل کے درمیان حائل پردے کو سرکا بھی دیا جاتا اور انسانی بصیرت آئندہ کے واقعات کا دھندلا سا عکس بھی دیکھ پاتی۔ تو اس کی لوالعجبیوں کو دیکھ کر بھی باور نہ کر سکتی کہ ایسا ہونے والا ہے۔

Marfat.com

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس معاہدے کا کون سا پہلو ایسا ہے جس کی بنا پر قرآن حکیم نے اسے "فتح مبین" کہا ہے۔

معاہدے کی خوبیاں

ہجرت پر چھ سال بیت چکے تھے۔ اس دوران میں تین خونریز جنگیں ہو چکی تھیں جس میں طرفین کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اور باہمی اختلاف اور منافشت کی خلیج اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ بظاہر اس کے پاٹنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ اس معاہدے نے حالات کا رخ بدل دیا۔ آمد و رفت اور میل ملاپ شروع ہو گیا ظاہر ہے کہ اٹھنے بیٹھنے اور ملنے ملانے سے مغایرت کم ہوتی ہے اور تعصب اور ناروا داری ختم ہو جاتی ہے۔ یہ معاہدۂ حدیبیہ کا اعجاز تھا کہ دونوں طرف دلوں میں نرم گوشے پیدا ہو گئے، اور فتح مکہ کی منزل قریب تر ہو گئی۔

۲۔ قریش نے مسلمانوں کو سال آئندہ زیارت کعبہ کی اجازت دے کر ان کے اس حق کو تسلیم کر لیا۔ جس کے لئے وہ ابتدائے بعثت سے کوشاں رہے تھے اور گویا اس بات کا عملاً اقرار کر لیا کہ اب ان کی قوت مزاحمت جواب دے گئی ہے۔ ورنہ یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ قریش ایسا مغرور اور بر خود غلط قبیلہ یوں آسانی سے مسلمانوں کو مکے میں داخل ہونے اور تین دن تک قیام کرنے کی اجازت دے دیتا بلاشبہ یہ گھی سیدھی انگلیوں نہیں نکل سکتا تھا۔

۳۔ کفار قریش کا تحریر معاہدہ پر آمادہ ہونے سے انہوں نے مسلمانوں کی مساویانہ حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ یہ وہی مسلمان ہیں جو کفار کے نرغے سے جان بچا کر نکل بھاگے تھے، اب انہی مسلمانوں کی پذیرائی کے لیے مکے کی گلیاں آغوش شوق وا کئے کھڑی ہیں۔ اور خود کعبہ ہمہ تن چشم انتظار ہے:۔

کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں!

۴۔ جس طرح حضور اکرم کا کردار مثالی تھا، اسی طرح صحابہ کرام بھی اخلاق عالیہ

Marfat.com

اور اوصاف فاضلہ کا ایسا دل فریب نمونہ تھے۔ کہ دیکھنے والا ششدر رہ جاتا۔ یہ آپ کا فیضان نظر تھا جس نے تانبے کو سونا اور کوئلے کو ہیرا بنا دیا تھا۔ یہ سعادت مند حضرات کچھ عرصہ پیشتر اسی گھناؤنے معاشرے کا جزو رہ چکے تھے۔ جہاں ہر چیز جائز اور مباح تھی۔ اس میل جول سے مسلمانوں کے جوہر عیاں ہونے لگے۔ جب کفار قریش نے اس آئینے میں اپنے اخلاقی خدوخال کا جائزہ لیا، تو انہیں اپنی ذات سے گھن آنے لگی، چنانچہ مسلمانوں کی خوش سیرتی کی بھینی بھینی خوشبو سے سارا معاشرہ مہک اٹھا، غفلت کے پردے چاک ہوگئے، اور کفر کی سیاہی دھل گئی، یعنی جنگ بدر اگر سپاہ کی تیغ بازی کا کرشمہ تھی۔ تو صلح حدیبیہ کو نگاہ کی تیغ بازی کا اعجاز کہنا چاہیئے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپاہ کی تیغ بازی

۵۔ مسلمان معاہدے کی اس شرط پر، کہ اگر ان میں سے کوئی شخص بھاگ کر کے چلا جائے تو اسے لوٹا دینا ہوگا، بہت جزبز ہوئے تھے، کیونکہ بظاہر اس سے یہی تاثر ہوتا ہے کہ یہ شرط دباؤ کے تحت قبول کی گئی تھی، حالانکہ اس کے دونوں ٹکڑوں میں صریحاً مسلمانوں کا فائدہ تھا، کیونکہ اول تو کوئی شخص کاہے کو بھاگے گا۔ اگر کوئی ایسی استثنائی صورت نکل بھی آئی تو اسے واپس لینا سراسر خسارے کا سودا ہوگا۔ کیونکہ اس کے جراثیم سے دوسروں کے احتمال اثر پذیری کو کلیتاً مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اس شرط کی دوسری شق پر عمل درآمد سے یہ فائدہ ہوا کہ جب حضرت ابوجندل ایسے دل دگردہ کے لوگ زنجیروں میں جکڑے واپس کئے گئے، تو ان کے استقلال اور پامردی کو دیکھ کر مخالفین کے دل و دماغ میں دین اسلام کی صداقت کے بارے میں خوشنما تبدیلیاں واقع ہونے لگیں چنانچہ حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص نے اسی بنا پر اسلام قبول کیا، کہ جس دین کے لیے یہ لوگ اتنی عظیم قربانیاں دے رہے ہیں، وہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

معاہدے کی پانچویں شرط سے اسلام کی پیش رفت اور مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

پیشتر ازیں عرب قبائل، قریش کے ڈر سے مسلمانوں سے بدکتے تھے۔ اس رکاوٹ کے رفع ہونے سے جب اختلاط بڑھا۔ تو لوگ جوق در جوق اسلامی برادری میں شامل ہونے لگے، جوں جوں اسلام کا دائرہ اثر پھیلتا گیا۔ کفر کی حدود سمٹتی گئیں اور قریش کو احساس ہوتا گیا کہ جسے وہ فتح سمجھے تھے وہ شکست سے بھی بدتر ہے۔

اس طرح دس سالہ معاہدہ امن و آشتی سے حضور اکرم کو موقعہ مل گیا کہ وہ اپنی تمام تر توجہ تبلیغ اسلام پر مبذول فرمائیں، اشاعت دین مبین کی سکیم پروان چڑھنے لگی۔ اور زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ در و دیوار اور کوہ و صحرا سے تکبیر کی گونج سنائی دینے لگی۔

تسوید مسودہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ حضرت حضیر بن اسید بھاگ کر مدینے پہنچ گئے۔ جلدی ہی دو کافر بھی پہنچ گئے اور شرائط معاہدہ کے تحت ان کی واپسی کا تقاضا کیا۔ فرمایا "حضیر تم واپس جاؤ" عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے ان بے دینوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ مجھے پھر اس اندھیرے کے سپرد کر دیں جن سے بھاگ کر میں نے اسلام کی روشنی میں پناہ لی تھی"۔ فرمایا "کچھ دن اور صبر کرو، خدا تمہاری نجات کی خود ہی کوئی سبیل پیدا کرے گا"۔ بادل ناخواستہ ساتھ ہو لیے، ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو موقعہ پا کر دو کافروں میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ اور بھاگ اٹھے، دوسرے کافر نے پھر سے دربار رسالت میں حاضر ہو کر شکایت گزرانی، اتنے میں حضرت حضیر بھی آ گئے، عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ نے تو شرائط معاہدہ کے تحت مجھے واپس بھیج دیا تھا اگر یہ واپس نہ لے جا سکے، تو آپ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا"۔ اس پر مدینہ چھوڑ کر مقام عیص، جو ساحل کے قریب تھا۔ رہائش اختیار کر لی۔ اور یوں ان کی کشش اور بھی پابند سلاسل کئی مسلمانوں کو وہاں کھینچ لائی۔ ہوا پھانکنے سے تو پیٹ نہیں بھرتا۔ جب دو چار ساتھی اور بھی آ گئے تو قریش مکہ کے قافلہ ہائے تجارت ان کی دراز دستیوں کا ہدف بنے، آتے جاتے جہاں بھی موقعہ ملتا، ٹوٹ پڑتے اور چھینا جھپٹی میں جو ہاتھ لگتا، اٹھا لے جاتے

قریش نے معاہدہ کیا تھا۔ تو مقصد یہ تھا کہ ان کے تجارتی قافلے بے روک ٹوک آیا جایا کریں گے مسلمانوں نے تو احترامِ معاہدہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی۔ لیکن خود ان کی بد اعمالیاں گلے کا ہار بن گئیں۔ آئے دن قافلے لٹ جاتے اور ہزاروں کا نقصان ہو جاتا۔ ایسے زچ ہوئے کہ چیخ اٹھے، دربار رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کی، ان لوگوں نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ ہم انہیں اس شرط کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں آپ ازراہ کرم انہیں مدینے بلوا لیجئے۔ گویا بعد از خرابی بسیار قریش کو اپنا تھوکا چاٹنا پڑا۔ نیز تکمیل معاہدہ کے وقت مسلمانوں میں جو مایوسی پیدا ہوئی تھی اس کی حیثیت عارضی تھی، اور انہوں نے دیکھ لیا کہ پیغمبر کی بصیرت کبھی غلطی نہیں کھا سکتی۔

معاہدہ حدیبیہ حضور اکرم کی پیغمبرانہ بصیرت اور سیاسی بالغ نظری کا عظیم ترین شاہکار ہے۔ سہیل بن عمرو کی شرائط تسلیم کر کے بساطِ سیاست کو آپ نے یوں ترتیب دیا کہ کفار نے جس مہرے کو بھی آگے بڑھایا مات ہو گئے۔ جو تدبیر سوچی، ناکام ہوئی۔ جو قدم اٹھایا لڑکھڑا گیا۔ یہ وہی قریش ہیں، جو اپنی کارروائی کے گھمنڈ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور قبائلی سیاست جن کا اوڑھنا بچھونا تھی آج ان کی کس مپرسی کا عالم مقامِ عبرت تھا۔ بوکھلائے پھرتے تھے اور جو گڑھا دوسروں کے لیے کھودا تھا اس میں خود سرنگوں پڑے تھے،

تعزُّ مَن تشاءُ وتذلُّ مَن تشاءُ

۱۔ ابن سعد، دوم ۲۴۷، ۲۴۹ ۔ ابن ہشام، دوم ۲۲۵ — ۲۲۵
سیرۃ النبی، اوّل ۴۶۱، ۴۴۷ ۔ محمد اینڈ مدینہ ۴۶ — ۴۰

Marfat.com

غزوۂ خیبر

ہم لکھ آئے ہیں کہ حضور اکرم کی تشریف آوری سے پہلے مدینے میں یہود کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور اقتصادی برتری اور سیاسی بالادستی کی وجہ سے اس خطے میں صرف ان کی عظمت اور کبریائی کا طوطی بولتا تھا اور انصار مدینہ سمیت قرب وجوار کی تمام آبادی ان کی ذلیل بن کر رہنے پر مجبور تھی۔ بعد از ہجرت جب انصار اور آس پاس کے قبائل نے اسلام سے وابستگی پیدا کر لی، تو حضور اکرم کے صدقے میں یہاں کے لیل و نہار بدل گئے اور چھ سات برس کی قلیل مدت میں یہ حالت ہو گئی کہ یہود کو بوریا بندھنا لپیٹ کر اس سرزمین سے جلاوطن ہونا پڑا، جو معدودے چند خاندان کسی وجہ سے رہ جا سکے، ان کی حیثیت محکوم رعایا کی سی تھی۔ گویا وہ دن لد گئے تھے، جب بڑے بڑے سرکش ان کا سامنا کرنے سے کتراتے تھے۔

یہود کی تیاریاں مدینے سے جلاوطنی کے بعد بنی نضیر کے بعض باثر افراد خیبر میں رک گئے تھے ان میں حیی بن اخطب بھی تھا، جو علم و فضل اور رسوخ کی وجہ سے مقبول خاص و عام تھا۔ ہر چند گزشتہ چھ سات برس کے عرصے میں یہود نے دیکھ لیا تھا کہ انہیں اسلام کے مقابلے میں ہر میدان میں شکست ہو رہی ہے، لیکن بربنائے تعصب و دونی فطرت وہ مخالفت اور مناقشت سے باز نہیں آسکتے تھے۔ ایک شکست کے بعد دوسری شکست اور ایک ناکامی کے بعد دوسری ناکامی

ان کا مقدر بن چکی تھی۔ لیکن وہ یوں جلدی سے حوصلہ ہارنے والی قوم نہ تھی۔ اب خیبر ان کی آخری پناہ گاہ تھا۔ جہاں اکابر یہود جمع تھے، اور مسلمانوں سے انتقام لینے اور انہیں نیچا دکھانے میں شب و روز کسی نہ کسی ادھیڑ بن میں مصروف رہتے۔ عرب کے بعض قبائل بھی ابھی تک مسلمانوں کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے تھے، چنانچہ ان کی اسلام دشمنی کا یہ عالم تھا، کہ جب بھی کوئی شر پسند انہیں دعوت شرکت دیتا۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے، اور آخری دم تک پورا ساتھ دیتے، بنو غطفان کا با اثر قبیلہ اس باب میں پیش پیش تھا۔

علاوہ ازیں یہود نے بھی عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں کوئی دقیقہ کوشش اٹھا نہیں رکھا تھا جس میں ترغیب و تربیب کے علاوہ رشوت کی ہباٹ بھی شامل تھی۔ ادھر منافقین مدینہ پورے شد و مد سے یہود کے شریک کار تھے۔ چونکہ یہ لوگ بلا روک ٹوک مسلمانوں کے مجمعوں اور مجالس میں آتے جاتے تھے۔ اس لیے دربار رسالت کا ہر راز اور مسلمانوں کے منصوبوں کی تمام جزئیات کا یہود کو بلا توقف علم ہو جاتا اور وہ بروقت اس کا انسداد کر لیتے۔ منافقین کا یہ گروہ یہود کے لیے ازبس باعث تقویت تھا۔ یہ لوگ انہیں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے اکساتے رہتے، اور امداد کا پورا پورا یقین دلاتے، تاکہ ان کے ارادے پست نہ ہونے پائیں۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد کم بتاتے ان کی جنگی تیاریوں کا مضحکہ اڑاتے، اور اقتصادی بدحالی کا ایسا بھیانک نقشہ کھینچتے، گویا وہ ریت کی دیوار ہیں کہ گرنا جس کا مقدر بن چکا ہے۔

محاصرہ کا ارادہ چونکہ یہود اپنی تباہی و بربادی اور وطن مالوف سے جلاوطنی کی وجہ سے ازحد برافروختہ تھے۔ اس لیے ان کی سکیم یہ تھی کہ ایک لشکر جرار لے کر خاموشی سے مدینے پر حملہ آور ہو جائیں اور محاصرے میں اتنی شدت پیدا کریں کہ مسلمان مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ اگرچہ یہ منصوبہ بہ ظاہر قابل عمل معلوم ہوتا

Marfat.com

اور اگر اسے کامیابی سے انجام تک پہنچایا جا سکتا تو بار آور بھی ہوتا لیکن وہ اس سے پہلے ایک محاصرے کا انجام دیکھ چکے تھے۔ اس لیے بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی تھی۔

حضور اکرم کو یہود خیبر کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات بہ تواتر مل رہی تھیں۔ چونکہ گزشتہ کئی برسوں سے کفر کی یلغاروں نے آپ کو دم لینے کی فرصت نہیں دی تھی اور صحابہ کرام بھی تلواریں مارتے مارتے اکتا چکے تھے، اس لیے حضور کی دلی خواہش تھی کہ اگر ان لوگوں سے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر بھیجا گیا تھا۔ لیکن یہود کی اسلام دشمنی اور ناروا بدظنی نے اس تجویز کو کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔

بنو فزارہ اور حضور اکرم

بنو غطفان، جو عرب کا ایک با اثر قبیلہ تھا۔ یہود کا حلیف تھا اور ان سے زیادہ مسلمانوں کا بدخواہ۔ جب بھی یہود انہیں بلاتے، بلا تامل آموجود ہوتے۔ بنو فزارہ انہیں کا ذیلی قبیلہ تھا۔ وہ بلا کے من چلے اور بہادر تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہود خیبر مسلمانوں کے خلاف آمادہ پیکار ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کیں۔ جب حضور اکرم کو بنو فزارہ کی اس حرکت کا علم ہوا، تو کہلا بھیجا، کہ اگر تم یہود کی امداد سے دست کش ہو جاؤ تو بہ صورت فتح خیبر تم مال غنیمت میں برابر کے حصہ دار ہو گے۔ لیکن فزارہ نے گوارا نہ کیا، کہ حلیفوں سے بدعہدی کر کے تمام عرب میں بدنام ہوں۔

لشکرِ اسلام کی روانگی

جب حضور اکرم کو یقین ہو گیا۔ کہ یہود خیبر ضرور حملہ آور ہوں گے، تو آپ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا۔ تین علم تیار کرائے گئے۔ ایک حضرت خباب بن منذر کو، دوسرا سعد بن عبادہ اور تیسرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا۔ اس کا رنگ سیاہ تھا اور حضرت عائشہ کی ایک

چادر کو پھاڑ کر بنایا گیا تھا۔ مدینے کی نیابت حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو عنایت کی۔ جب ہر طرح سے تیاری مکمل ہو چکی تو محرم ۶ ہجری میں سولہ سو جاں نثاروں کے ساتھ، جن میں دو سو گھوڑے سوار بھی شامل تھے۔ مدینے سے کوچ فرمایا۔ خیبر تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر واقع تھا، جو مضبوط قلعوں اور جنگی ساز و سامان کی فراوانی کی وجہ سے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ یہود دفاع کی طرف سے بالکل مطمئن تھے۔ جب اسلامی لشکر روانہ ہوا، تو حضرت عامر بن اکوع جو عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ آپ نے سنا تو تحسین فرمائی اور ان کے لیے دعا کی۔ جب لشکر وادی رجیع میں پہنچا، تو پڑاؤ کا حکم دیا۔ رجیع کا محل وقوع ایسا تھا کہ وہ بنو غطفان کی بستیوں اور خیبر کے درمیان حائل تھا۔ اور مسلمانوں کے وہاں آجانے سے وہ ایک دوسری کی امداد کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بنو غطفان اپنے حلیفوں کی امداد کو نکلے لیکن وادی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اگر وہ خیبر کی طرف بڑھے، تو مسلمان ان کی بستیوں پر ٹوٹ پڑیں گے، اس لیے واپس لوٹ گئے۔

اسلامی لشکر خیبر میں

حضور اکرم کا معمول تھا کہ رات کو حملہ آور نہیں ہوتے تھے، بلکہ طلوع صبح کا انتظار فرماتے اگر وہاں سے صبح کی آذان کی آواز سنی جاتی، تو تعرض نہ کرتے، صبح ہوئی۔ تو آپ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اس غزوے میں چند خواتین بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ جب حضور اکرم کو علم ہوا۔ تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن جب طلبی پر انہوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم سپاہیوں کی دیکھ بھال کرنے، انہیں پانی پلانے، زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیر اٹھا اٹھا کر لانے کو جا رہی ہیں۔" تو آپ نے اجازت دے دی۔ یہ جانباز خواتین اس خاکے میں خلوص اور دردمندی کا رنگ بھر کر جنگ کا پانسہ پلٹ دیتیں اور وہ خدمات سرانجام دیتیں جو موجودہ عہد میں نرسیں اور ایمبولینس کاریں سرانجام

Marfat.com

دے رہی ہیں

جب کسان اور مزدور ہل کندھوں پر رکھے اور پھاوڑے اور کدالیں اٹھائے گھروں سے نکلے، تو اسلامی لشکر کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ یہود کو وہم وگمان بھی نہ تھا، کہ مسلمان بہ این زودی دستک دینےکو آموجود ہوں گے۔ اُلٹے پاؤں بھاگے اور چیختے چلاتے گلیوں اور کوچوں سے گزرتے قلعوں میں جا گھسے، قلعے تعداد میں چھ تھے، جن میں سے قموص مضبوط ترین شمار ہوتا تھا، اور یہیں ان کا سب سے بہادر سردار مرحب سکونت پذیر تھا۔

قلعۂ ناعم کی فتح سب سے پہلے قلعۂ ناعم پر چڑھائی کی گئی جو جلدی ہی فتح ہو گیا حضرت محمود بن سلمہ اسی قلعے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، کہ ایک یہودی نے اوپر سے چکی کا پاٹ ان پر لڑھکا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے، باقی قلعے بھی یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے، لیکن قلعۂ قموص کی پختگی اور پائیداری نے سب کو مخمصے میں ڈال دیا حضور اکرمؐ نے کئی کبار صحابہؓ کو جن میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی شامل تھے، یکے بعد دیگرے فوج کی کمان عطا فرمائی، اور جان بازوں نے بڑھ چڑھ کر حملے کئے لیکن قموص کا کچھ نہ بگاڑ سکے، آخر ایک دن آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "کل فوج کی کمان ایسے شخص کو عطا ہو گی۔ جو اللہ اور رسول کو چاہتا ہے۔ اور اللہ و رسولؐ اسے چاہتے ہیں۔ اور وہ اپنی اس ذمہ داری سے بہ احسن وجوہ عہدہ برآ ہو گا"

علم حضرت علیؓ کو ملا رات بھر صحابہ میں سرگوشیاں ہوتی رہیں، کہ دیکھئے کل کس کی قسمت جاگتی ہے، حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ ہر چند میں اس معاملے میں بڑا قناعت پسند تھا لیکن باقی لوگوں کی طرح رات بھر میں بھی کروٹیں بدلتا رہا۔ اور چپکے چپکے دعا کرتا رہا کہ قرعۂ فال میرے نام پڑے، صبح ہوئی اور لشکر ہتھیار بند ہوا۔ تو ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرمؐ کا علم تھامنے کی سعادت اسے نصیب ہو۔ آپ خیمے سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یاد

فرمایا۔ انہیں کئی روز سے آشوب چشم کی شکایت تھی، اور اس حالت میں کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ اِس مہم کو سر کرنے کے لیے انہیں مامور فرمائیں گے۔ حاضر ہوئے تو آپ نے لعاب دہن اِن کی آنکھوں میں لگایا۔ اور علم تھما دیا۔ انہوں نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! کیا یہود کو قبول اسلام پر مجبور کرنا ہے؟" فرمایا "لڑنے سے یہ عقدہ وا نہیں ہو گا۔ بلکہ نرمی اور ملائمت سے انہیں دعوت اسلام دی جائے۔ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی بہ رضا و رغبت اسلام قبول کرے، تو بخدا سرخ اونٹوں سے یہ کہیں بہتر ہو گا۔"

مرحب میدان میں یہود کو اسلام سے جو عداوت تھی، گزشتہ چند برسوں کے واقعات نے، جن میں انہیں بے پناہ رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اِس میں اور شدت پیدا کر دی تھی، اور پھر ایسے حالات میں جب درمیان میں خون کا دریا حائل ہو چکا ہو، تبلیغ اسلام کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی۔ جب حضرت علی قلعے کے قریب پہنچے، تو مرحب رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّىْ مَرْحَبُ ——— خیبر کو (اچھی طرح) معلوم ہے، کہ میں مرحب
شَاكِى السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ ——— ہوں ہتھیار بند ہوں، دلیر اور تجربہ کار ہوں
اَطْعَنُ اَحْيَانًا وَحِيْنًا اَضْرِبُ ——— کبھی میں نیزے سے حملہ کرتا ہوں اور کبھی تلوار
اِذَا اللُّيُوْثُ اَقْبَلَتْ تَحَزَّبُ ——— سے اور شیر بھی میرے سامنے آجائیں تو بھاگ جاتے ہیں

تعلی اور خود ستائی اسلام کی نظر میں کوئی پسندیدہ مشغلہ نہیں۔ لیکن ایسے مواقع پر حضور معترض نہیں ہوتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ لن ترانیاں سنیں تو خاموش نہ رہ سکے، کہا۔

اَنَا الَّذِىْ سَمَّتْنِىْ اُمِّىْ حَيْدَرَه ——— میں وہ آدمی ہوں کہ میری ماں نے حیدر نام رکھا
اَضْرِبُ بِالسَّيْفِ رُؤُسَ الْكَفَرَه ——— میں کافروں کے سر تلوار سے اڑا دیتا ہوں۔
اَكِيْلُهُمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه ——— میں پورا پورا ماپ تول کر دیتا ہوں۔

Marfat.com

مرحب کا قتل تمام عرب میں مرحب کی بہادری کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ اور وہ ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے بہادر اس کے نام سے خم کھاتے تھے۔ بڑی شان سے سامنے آیا۔ ہتھیار سے لیس تھا۔ اور سر پر زعفرانی مغفر پہنے تھا۔ اور بڑے رعب سے تن کر کھڑا تھا۔ حضرت علی قریب پہنچے، تو تلوار سے سر پر اس زور کا وار کیا، کہ تلوار مغفر اور کھوپری کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور یہود کی عظمت اور بالادستی کا نشان چشم زدن میں خاک کا ڈھیر تھا۔ سپہ سالار کی موت سے ان پر اوس پڑ گئی، لیکن فوراً سنبھالا لیا۔ اور بہ اتفاق اسلامی لشکر پر ہلہ بول دیا ہر چند وہ بڑھ چڑھ کر تلواریں مار رہے تھے، لیکن سر کٹ چکا تھا۔ اور یہود کے سارے جوش و خروش کی حیثیت مرغ بسمل کی تڑپ سے زیادہ نہ تھی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ خالی ہو گیا۔ مخالفین سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے اور جہاں کسی کے سینگ سما سکے، جا گھسے۔ اس غزوے میں ترانوے یہودی کھیت رہے۔ اور پندرہ مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی۔

یہود کی زمینیں بعد از فتح یہود نے دربار رسالت میں عرض کی کہ اگر انہیں زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے۔ تو وہ نصف پیداوار کی شرط پر کاشت کرنے کو تیار ہیں۔ حضور اکرم نے ان کی گذارش کو شرف قبولیت بخشا۔ اور جو نظام کار چلا آرہا تھا۔ اس میں رد و بدل کو غیر ضروری خیال کیا، تاکہ پیداوار متاثر نہ ہو۔

اس کے بعد یہ معمول ہو گیا کہ جب فصل پک کر تیار ہو جاتی تو مدینے سے ایک محصل وصولی پیداوار کے لیے خیبر روانہ کر دیا جاتا۔ پہلے سال حضرت عبداللہ بن رواحہ مامور ہوئے، ان کا طریق کار یہ تھا کہ ہر کھلیان پر جاتے، پیداوار کو مساوی دو حصوں میں تقسیم کر کے کاشتکار سے کہتے کہ جو حصہ چاہو لے لو، اس حسن سلوک سے جو مسلمانوں کا کاروباری اصول تھا۔ یہود از حد خوش ہوتے اور علی الاعلان کہا کرتے کہ

Marfat.com

زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں، یہود کے لیے اس میں اچنبھے کی بات یہ تھی کہ چونکہ وہ خود حد درجہ خبیس اور دنی الطبع لوگ تھے، اسلام کی رواداری اور فیاضی ان کے معاشرے کے پیش نظر ایک نادر الوقوع خوبی معلوم ہوتی۔ چنانچہ وہ کہتے کہ زمین و آسمان ایسے انصاف کی وجہ سے قائم ہیں۔

یہودیہ کا زہر دینا حضور اکرم فتح خیبر کے بعد کچھ عرصے تک وہیں قیام فرما رہے اس اثنا میں ایک دن ایک یہودیہ نے چند صحابہ کے ساتھ آپ کی دعوت کی۔ یہ عورت مرحب کی بھاوج اور سلام بن مشکم کی بیوی تھی حضور کا معمول تھا کہ دعوت کو رد نہیں فرماتے تھے، تشریف لے گئے۔ بدبخت عورت نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا آپ نے صرف ایک لقمہ اٹھایا، اور پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن حضرت بشر بن براء نے پیٹ بھر کر کھایا، چنانچہ وہ زہر کے اثر سے دو تین دن کے بعد فوت ہو گئے آپ نے یہودیہ کو طلب فرمایا، اور حقیقت واقعہ دریافت فرمائی۔ اس نے اعتراف جرم کر لیا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ اس کا مقصد، آپ کی پیغمبری کا امتحان لینا تھا۔ کیونکہ پیغمبر پر زہر اثر نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس کے زہر آلود کھانے کی وجہ سے حضرت بشر فوت ہو گئے تھے اس لیے وہ قصاص میں قتل کر دی گئی۔

محصل کا قتل دھوکا، فریب، جھوٹ اور بددیانتی یہود کے قومی اوصاف ہیں جو طوعاً و کرہاً ان سے ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، ہر چند ان سے حضور اکرم کا سلوک نہایت فیاضانہ تھا۔ لیکن وہ فطرت سے مجبور تھے جب بھی موقع پاتے، اپنی عقربی سرشت کا مظاہرہ کیے بغیر نہ رہ سکتے۔ فتح خیبر کے بعد دوسرے سال آپ نے حضرت عبداللہ بن سہیل کو محصل بنا کر بھیجا۔ یہود نے موقع پا کر انہیں قتل کر دیا اور لاش چھپا دی اور چند دنوں کے بعد بارگاہ رسالت میں آ کر اس واقعہ کی رپورٹ گذارنی جب ان کے بھائی حضرت عبدالرحمان بن سہیل کو اس سانحے کا علم ہوا۔ تو وہ بھی اپنے

دو عمزاد بھائیوں حضرت محیصہ اور حویصہ کو ساتھ لے کر حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبد الرحمٰن عمر میں چھوٹے تھے، انہوں نے کچھ کہنا چاہا، تو آپ نے فرمایا، پہلے بڑوں کو بولنے دو۔ جب وہ واقعہ بیان کر چکے تو آپ نے استفسار فرمایا، "کیا تم قاتل کا نام بتا سکو گے، اور پھر پچاس مرتبہ قسم بھی کھاؤ گے کہ وہ شخص واقعی قاتل ہے" عرض کیا "یا رسول اللہ! جو چیز ہمارے مشاہدے میں آئی ہی نہیں، اس کے بارے میں کیونکر قسم کھا سکتے ہیں"۔ پوچھا اگر یہود پچاس بار قسم کھائیں اور عبد اللہ کے قتل کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کریں تو تم ان کی بات پر یقین کر لو گے، گزارش کی، "یا رسول اللہ! ہم یہود کی قسموں پر کیسے اعتبار کر سکتے ہیں جو قوم کفر پر اصرار کرتی ہے، اس کے لیے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا مشکل نہیں"۔ اس پر آپ نے یہود خیبر کو لکھا، چونکہ ہمارے محصل کی لاش تمہارے گھروں کے پڑوس میں پڑی ملی ہے، اس لیے اس کا خون بہا ادا کرو"۔ یہود کب ماننے والے تھے، صاف انکار کر دیا، مجبوراً حضور اکرم نے اپنی طرف سے دیت ادا کر دی۔

یہود کی جلاوطنی حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں، زبیر، مقداد بن الاسود اور میں کام کاج کے سلسلے میں خیبر گئے، وہاں پہنچے تو اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے میں رات کو سویا ہوا تھا کہ اندھیرے میں کسی نے مجھے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور کہنیوں سے میرے دونو ہاتھ ٹوٹ گئے۔ صبح کے وقت میرے ساتھیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے دریافت کیا، کہ یہ کارستانی کس کی ہے۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، میرا علاج جاری رہا، جب بعد از شفا ہم واپس لوٹے اور امیر المومنین سے میں نے اس حادثہ کا ذکر کیا، تو انہوں نے لوگوں کو صورتحال سے آگاہ کیا کہ یہ حرکت یہود کی ہے کیونکہ ان کے بغیر خیبر میں اور کوئی ہمارا مخالف نہیں، حضور اکرم نے انہیں امان دیتے وقت

Marfat.com

صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے کبھی بھی کوئی ناشائستہ حرکت کی تو لا محالہ جلا وطن ہونا پڑے گا۔ اب اگر تمہارا ان سے کوئی لین دین ہے تو بر وقت تصفیہ کر لو کہ میں انہیں جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ یہود بد عہدی کے پاداش میں خیبر سے نکال دیئے گئے۔ حضرت حجاج بن علاط کا واقعہ: جب خیبر فتح ہو گیا تو حضرت حجاج بن علاط نے دربار رسالت میں عرض کی، "یا رسول اللہ! میری بیوی ام شیبہ اور لڑکا معرض بن حجاج مکے میں ٹھہرے ہوئے ہیں میرا سارا مال و متاع ام شیبہ کی تحویل میں ہے اور معرض نے کافی روپیہ مکے کے تاجروں کو دے رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ مال و متاع بھی نکال لاؤں اور بیٹے کا روپیہ بھی وصول ہو جائے۔ اہل مکہ کو ابھی تک میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں ظاہر ہے کہ یہ گھی سیدھی انگلیوں تو نکل نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ تھوڑی بہت بناوٹ سے کام لینا پڑے گا۔ اگر حضور اجازت دے دیں تو ادھر سے فارغ ہو آؤں؟" آپ نے فرمایا۔ "ہاں اجازت ہے۔"

حضرت حجاج راوی ہیں کہ میں مکے کو چل پڑا، قریب پہنچا تو سر راہ قریش کے کچھ افراد کو کھڑا پایا، انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ حضور اکرم نے خیبر پر چڑھائی کی ہے، نیز وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ خیبر کا دفاع بڑا مضبوط ہے۔ جنگی ساز و سامان اور جانباز بہادروں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ گویا ان کے خیال میں خیبر کی تسخیر بڑی جان جوکھوں کا کام تھا۔ یہ گروہ وہاں اس غرض سے کھڑا تھا کہ آنے جانے والوں سے دریافت کریں کہ مہم کا کیا انجام ہوا، مجھے آتے دیکھا، تو بھاگ کر آئے۔ اور میرے اردگرد کھڑے ہو گئے اور حضور اکرم کی مہم خیبر کے بارے میں دریافت کیا، خوش قسمتی سے ابھی تک انہیں فتح خیبر کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔

حیلہ سازی

میں نے کہا کہ اے قریش! میں تمہارے لیے ایسی خوش کن خبر لایا ہوں کہ سن کر تمہارا جی باغ باغ ہو جائے گا۔ مہم خیبر میں

Marfat.com

مسلمانوں کو عبرتناک شکست ہوئی ہے، محمد کے ساتھیوں میں سے بے شمار لوگ مارے گئے ہیں جو بچ گئے ہیں وہ قیدی بنا لیے گئے ہیں، خود محمد کو گرفتار کر لیا گیا ہے یہود خیبر نے باہم مشورے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ قریش کو محمد کے ہاتھوں بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس لیئے اسے ان کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اسے ان لوگوں کے سامنے قتل کریں جن کے بھائی بند محمد کے خلاف لڑائیوں میں مارے گئے ہیں، رہا مال غنیمت اِس کا کوئی حد و شمار نہیں، میں جلد از جلد فارغ ہو کر واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں، تاکہ اپنے حصّے سے محروم نہ رہ جاؤں، آپ کو معلوم ہے کہ مکے میں میرا کچھ مال و متاع پڑا ہے اور بعض تاجروں کے پاس کچھ رقم قابل وصولی ہے، اگر آپ اِس باب میں میرا ہاتھ بٹائیں تو بڑی نوازش ہو گی"۔

قریش نے جب یہ بہجت انگیز خبر سنی تو فرطِ مسرت میں آپے سے باہر ہو گئے۔ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے، ناچ رہے تھے اچھل کود رہے تھے، یہ وہ خبر تھی کہ وہ خواب میں بھی جس کی توقع نہیں رکھ سکتے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر پاگل ہو گیا تھا، خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آ رہی تھیں۔

حضرت عباس حضور اکرم کی شکست اور گرفتاری کی زہرہ گداز خبر حضرت عباس نے بھی سنی۔ دل مسوس کے رہ گئے کہ اب کیا ہو گا کیونکہ باوجود اختلاف مسلک کے حضور کا وجود گرامی بنو ہاشم کے لیے سرمایہ عزت و افتخار تھا، سوچا اگر یہ خبر درست ہے تو ہم تو کہیں کے نہ رہے، قریش ہمیشہ بدگمان رہے ہیں، کہ ہماری وفاداری اور ہمدردی کا رخ محمد کی طرف مڑ چکا ہے، اگر محمد ہی نہ رہا، تو مکے میں ہمارا جینا دوبھر ہو جائے گا۔

حجاج کی واپسی ادھر کفار کے حلقوں میں عید کا سماں تھا، ہر شخص حجاج کی

Marfat.com

آدھ بھگت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔ روپوں کی وصولی جاری تھی سامان سمیٹا جا رہا تھا۔ دعوتیں اڑائی جا رہی تھیں تاکہ معزز مہمان کے احترام میں کوئی کمی نہ رہ جائے اتنے میں حضرت عباس بھی وہاں آگئے، پوچھا، "حجاج جو کچھ میں سن رہا ہوں کیا وہ درست ہے،،" "عباس! تم ذرا ٹھہر جاؤ، میں فارغ ہو لوں، تمہارے لیے بھی ایک خبر لایا ہوں، لیکن ابھی چپ رہو،" جب سامان لادا جا چکا، روپے کی وصولی مکمل ہوگئی، وہ تمام چھوٹی بڑی مصروفیات سے فراغت پا چکے، دوست احباب کو گلے لگایا، اور چل دیئے حضرت عباس شہر سے ذرا ہٹ کر ایک مقام پر ان کا انتظار کر رہے تھے، حضرت حجاج قریب پہنچے تو کہنے لگے۔ عباس! تمہارے لیے بھی نہایت عمدہ خبر لایا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تین دن تک کسی سے ذکر نہیں کرو گے،، حضرت عباس نے یقین دلایا، تو حضرت حجاج نے تمام واقعہ من وعن کہہ سنایا، فرطِ حیرت سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ سن رہے تھے لیکن کانوں پر اعتبار نہیں آرہا تھا۔ کہنے لگے "تم نے قریش سے تو کچھ اور کہا ہے اب میں کس بات پر اعتبار کروں" کہنے لگے، "بھئی! سوچو تو اگر میں قریش سے سچی بات کہہ دیتا تو کیا وہ مجھے یہ مال ومتاع اور قرض دیا ہوا روپیہ وصول کرنے کی اجازت دیتے میں نے ان نابکاروں کو ایسا اُلّو بنایا ہے کہ یاد ہی تو کریں گے،،"

اصل واقعہ کا انکشاف

تین دن گزر گئے تو حضرت عباس نے کپڑے بدلے، عصا ہاتھ میں لیا۔ اور طواف کعبہ کو چلے، فارغ ہوئے تو وہاں موجود لوگوں نے دریافت کیا "یا ابا الفضل! آج تمہارا یہ اہتمام کس تقریب کی خوشی میں ہے" کہنے لگے، "معلوم ہوا ہے کہ میرے بھتیجے محمد نے خیبر فتح کر لیا ہے اور وہاں کے سردار حیی بن اخطب کی لڑکی صفیہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا ہے اور خیبر کی زمینوں اور باغات پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا ہے،،" "تمہیں یہ عجیب وغریب خبر کس نے سنائی ہے،،"

"کہا" جس نے نہیں سنائی تھی" "اس نے ہم سے یہ غلط بیانی کیوں کی"، کیونکہ اسے اپنا ساز و سامان لے جانا تھا، اور ہزاروں روپے وصول کرنا تھے۔" قریش کو بڑا تاؤ آیا، لیکن تین دن گزر چکے تھے اور حضرت حجاج اتنے دور نکل چکے تھے کہ اب ہوا بھی ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی، دانت پیس کر رہ گئے۔

حضرت جعفر بن ابو طالب کی آمد

جب حضور اکرم مکے سے ہجرت کر کے مدینے آ گئے تھے تو مہاجرین حبشہ کی کثیر تعداد ہجرت کر کے مدینے آ گئی تھی، جو لوگ کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکے تھے، حضرت جعفر بھی ان میں شامل تھے، جعفر حضور کے عمزاد بھائی ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس لیے آپ کو ان سے بڑا لگاؤ تھا، جب رسالت مآب نے حضرت عمرو بن امیۃ الضمری کو شاہ حبشہ کے نام دعوتی رقعہ دے کر روانہ فرمایا، تو وہاں مقیم صحابہ کو بھی کہلوا بھیجا تھا کہ چونکہ حالات بدل چکے ہیں، اس لیے انہیں بھی مدینے آ جانا چاہیے، چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت جعفر سولہ آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بذریعہ کشتی مدینے آ گئے، حضور اکرم ابھی تک بہ مقام خیبر مقیم تھے، حضرت جعفر وہاں جا پہنچے، حضور نے گلے لگایا، اور پیشانی پر بوسہ دیا، فرمایا: "میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر پر زیادہ خوشی ہے، یا جعفر کی واپسی پر"

وادی القریٰ اور فدک

خیبر اور تیما کے درمیان ایک وادی تھی، جسے وادی القریٰ کہتے تھے یہاں یہود کی کئی بستیاں آباد تھیں، یہ لوگ بڑے مالدار اور مرفہ الحال تھے، کھیتی باڑی کرتے، باغات لگاتے اور خوب مزے سے رہتے تھے فتح خیبر کے بعد اگر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو حضور اکرم کی روانگی کے بعد کئی ہنگامے کھڑے کر دیتے، اس لیے آپ نے ادھر کا رخ کیا، اگر یہود پیش دستی نہ کرتے، تو ممکن ہے مصالحت کی کوئی صورت نکل آتی، لیکن وہ تو تیار بیٹھے تھے اسلامی لشکر سامنے آیا، تو انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی، جس سے حضور کے ایک غلام جن کا نام مدعم تھا، شہید ہو گئے

Marfat.com

باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔ تو تھوڑی سی دیر کے بعد ہی یہود نے سپر ڈال دی اور حضورؐ نے پیداوار کی شرط پر زمینیں اور باغات ان کے پاس ہی رہنے دیئے۔ فدک کی بستی بھی انہیں شرائط پر ممالک محروسہ میں شامل ہو گئی، یہ درست ہے کہ یہ فتح تلوار کی ممنون نہیں تھی۔ لیکن تلوار کا خوف، تلوار سے علیحدہ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ بہر حال یہ خوف تلوار کی کاٹ سے زیادہ کارگر ثابت ہوا۔

حضرت صفیہ بنت حیی حرم نبوی میں

جناب صفیہ حرم نبوی میں شامل ہونے سے پہلے کنانہ بن ربیع کی زوجہ تھیں، باپ کا نام حیی بن اخطب تھا۔ جو بنی نضیر کا سربراہ تھا۔ یہ دونوں شخص یہود خیبر میں معزز اور محترم شمار ہوتے تھے، حیی بنو قریظہ کے قبیلے میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اور چونکہ کنانہ بن ربیع نے دیوار قلعہ سے چکی کا پاٹ لڑھکا کر حضرت محمود بن مسلمہ کو شہید کیا تھا۔ اس لیے وہ قصاص میں مارا گیا۔ جب تقسیم غنیمت کا وقت آیا۔ تو حضرت دحیہ کلبی نے گزارش کی۔ "یا رسول اللہ۔ اجازت ہو تو میں اپنے لیے ایک لونڈی پسند کر لوں" آپ نے اجازت دے دی، تو انہوں نے جناب صفیہ کو منتخب کیا۔ اس پر ہیں سے ایک شخص بول پڑا، "یا رسول اللہ! یہ لڑکی تو سردار قوم کی بیٹی اور ایک رئیس کی بیوی ہے۔ اسے تو آپ کی خدمت میں ہونا چاہیئے" حضور نے دحیہ کلبی کو ایک اور لونڈی دے دی اور جناب صفیہ کو آزاد کر کے ان کے معاشرتی درجے کے پیش نظر حرم نبوی میں شامل کر لیا۔ تاکہ اس طرح ان کی تھوڑی بہت اشک شوئی ہو جائے اور وہ محسوس کریں کہ اگر سردار قوم کی رفاقت سے محروم ہو گئی ہوں تو قدرت نے اپنے برگزیدہ پیغمبر کی معیت کا شرف بخش کر اس نقصان کی تلافی کر دی ہے۔

راویوں کی عدم احتیاط

لیکن افسوس ہے کہ اعجوبہ پسند راویوں نے اس سادہ سے واقعہ کو بنیاد بنا کر لغویات اور مفوات کی ایک مہیب عمارت کھڑی کر دی اور ذرا خیال نہ آیا کہ جس ذات مقدس پر یہ بہتان باندھے جا رہے ہیں، قرآن حکیم

Marfat.com

نے اس کے بارے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم کہہ کر ان افسانہ طرازیوں پر ہمیشہ کے لیے خطِ نسخ کھینچ دیا ہے۔

حیف ہے کہ لکھنے اور پڑھنے والوں نے اتنا سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ کہ جو باتیں وہ حضور اکرم سے منسوب کر رہے ہیں وہ خلق عظیم کی کون سی قسم ہے کیا ان کے بیان کردہ افسانے قرآن حکیم کی صریح نقیض نہیں اور کیا ایسی بے سروپا کہانیوں کا انتساب اس پیغمبر کے اخلاقِ فاضلہ پر ایک بدنما دھبہ نہیں، جسے خدا نے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا تھا، یہودی اپنے انبیا میں کیڑے نکالنے اور الزام لگانے میں بڑے بے باک تھے، جو منہ میں آتا کہہ گزرتے۔ وہی یہود جب چولا بدل کر مسلمانوں میں گھس آئے، توان کے "فیض صحبت" سے وہی خوبیاں ہم نے اپنالیں اور جو کام دشمنوں سے نہ بن پڑا تھا، وہ نادان دوستوں نے کر دکھایا، حافظ بہ ادنیٰ تصرف۔

گوئیا باور نمی دارند روزِ داوری کیں ہمہ مکر و دغل در کار پیغمبر کنند

اب ذرا ان راویان کرام کی بوالعجبیاں ملاحظہ فرمایئے، ایک نے لکھا۔ کہ جب حضور اکرم نے جناب صفیہ کے حسن و جمال کا شہرہ سنا، تو آپ نے دحیہ کلبی کو بلا کر جناب صفیہ کو واپس لے لیا اور بدلے میں ان کی دو عمزاد بہنیں انہیں دے دیں، دوسرے نے جو ذرا زیادہ من چلا تھا، لکھ مارا کہ حضور اکرم نے جناب صفیہ کے بدلے میں سات لونڈیاں دی تھیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسی طرح کے غیر محتاط راویوں نے حیات طیبہ کے اس پہلو کو اتنے بھیانک رنگ میں پیش کیا ہے۔ کہ پڑھ کر خون کھولنے لگتا ہے ظاہر ہے کہ جب خود مسلمان، حضور اکرم کے بارے میں اتنے غیر محتاط ہو جائیں تو معاندین کو کیوں کر الزام دیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ان گزارشات سے محدثین کی مساعی کا استخفاف منظور نہیں حاشا و کلا! کیونکہ ان بزرگان دین نے احادیث کے نقد و جرح کے سلسلے میں جو ان تھک محنت کی وہ قابل صد ہزار داد ہے۔ لیکن جہاں کہیں کوئی جھول رہ گیا ہے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی انسان تھے، یہ لوگ روایت کو پرکھنے سے پہلے راوی کو پرکھتے اور جب اس کے بارے میں اطمینان ہو جاتا، تو حدیث کو درست مان لیتے حالانکہ عبداللہ بن سبا نے جس مہم کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس کی اہمیت کا تقاضا ہی یہ تھا کہ راویوں کے دل کا کھوٹ ظاہر نہ ہونے پائے۔

اسباب شکست یہود خیبر

خیبر کے بارے میں عام خیال یہی تھا کہ وہ قلعہ جات کی مضبوطی، ساز و سامان جنگ کی فراوانی اور افواج کی کثرت کی بنا پر ناقابل تسخیر ہے، ہم لکھ آئے ہیں کہ یہود نے اپنے دفاع کے لیے بیس ہزار سپاہ تیار کر رکھی تھی، جو ہر وقت ان قلعوں میں موجود رہتی۔ اسلامی لشکر کی کل تعداد سولہ سو تھی اور جنگی اوزار کی کیفیت بھی پہلی جنگوں سے چنداں مختلف نہ تھی یعنی تلوار ہے۔ تو کمان نہیں اور کمان ہے، تو ڈھال نہیں، اس لیے قابل توجہ یہ امر ہے کہ اس قدر ساز و سامان کے باوجود، یہود خیبر مسلمانوں کی بے سر و سامانی سے کیوں شکست کھا گئے!

(۱) یہ درست ہے، کہ بظاہر اسباب ظاہر مسلمانوں کی فتح کی گنجائش بہت کم تھی لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جب مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو۔ تو پہاڑوں سے بھی ٹکر لینے سے نہیں ہچکچاتا، حضور اکرم کی رہنمائی میں مسلمانوں کا یہی حال تھا۔ وہ خدا و رسول کی رضا کے لیے وہ کچھ کر گزرتے۔ جس کا عام حالات میں وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا! ان کی مثال! ابلتے لاوے اور بھڑکتے الاؤ کی سی تھی کہ جو سامنے آتا، جلا کر بھسم کر دیتے، گویا ایسی بے نیام تلوار تھے جس کی کاٹ سے بچنے کے لیے کوئی سپر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

۲۔ پیشتر ازیں یہود کے تین قبائل، مسلمانوں سے ٹکرلے کر یکے بعد دیگرے سب کچھ گنوا بیٹھے تھے۔ چنانچہ ان شکستوں سے یہود خیبر بھی نفسیاتی طور پر اپنی کم مائگی اور مسلمانوں کی بالادستی کا تاثر قبول کر چکے تھے۔ بلاشبہ وہ لوگ بڑے بہادر اور جانباز شمار ہوتے اور قبائل عرب نے ان سے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں لیکن ان کے دل میں مسلمانوں کے ناقابل تسخیر ہونے کا جو چور چھپا بیٹھا تھا اسے کون نکالتا۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے ہیں اور لاؤ لشکر دھرے کا دھرارہ جاتا ہے۔

۳۔ یہود کو اپنی قوت بازو کے علاوہ حلیفوں کی امداد اور اعانت پر بڑا بھروسہ تھا۔ ان میں بنو غطفان اور بنو فزارہ پیش پیش تھے اور یہود کو یقین تھا کہ اگر لشکر کشی کی نوبت آگئی تو مسلمانوں کی ایسی پٹائی کی جائے گی کہ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کریں گے لیکن جب یہ لوگ نزاکت حالات کے پیش نظر ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے تو منصوبہ ادھورا رہ گیا اور اعتماد علی الغیر کی وجہ سے ان کی تیاری میں جو کمی رہ گئی تھی اس کی تلافی نہ ہو سکی اور یہود کا منصوبہ تلپٹ ہو گیا

۴۔ منافقین مدینہ کے پیہم غلط پروپیگنڈے سے یہود خیبر نے مسلمانوں کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں بڑا غلط اندازہ لگایا تھا اور وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ مسلمانوں کی پیشرفت اور کامیابی ان کی ذاتی صلاحیت اور جنگی مہارت کی ممنون نہیں بلکہ بخت و اتفاق کی کارگزاری اور دشمن کی ناقص تیاری کا لازمی نتیجہ تھی۔ اس لئے وہ غفلت اور سہل انگاری کا شکار ہو گئے لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکاروں سے

Marfat.com

سابقہ پڑا۔ اور ٹھوس حقائق کے کھردرے خدوخال نے مُنہ چڑایا تو اس وقت حافظ کا قول یاد آیا لیکن چھپانے سے حوادث کے طوفانوں کا رُخ نہیں موڑا جا سکتا۔

۵۔ یہود ان دقتوں کا صحیح اندازہ لگانے میں ناکام رہے جو طویل محاصرے کے دوران میں پیش آسکتی تھیں کھانے پینے کی اشیاء کا ذخیرہ ناکافی ثابت ہُوا۔ اور محصورین ناقابلِ برداشت مصائب کا شکار ہو گئے۔ جوان اور عمر رسیدہ لوگ شاید ایک آدھ دن صبر کر بھی لیں لیکن بچوں سے تو ایسی توقع نہیں کی جا سکتی، ہر گھر میں کہرام مچا تھا چیخ پکار تھی۔ رونا دھونا تھا۔ بچے بلک رہے تھے۔ مائیں تڑپ رہی تھیں جوان نڈھال تھے اور بوڑھے لب مرگ۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ ہار ماننے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا تھا۔

۶۔ اہلِ خیبر کے لئے مرحب کا وجود بہت بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث تھا۔ یہ شخص عرب کے چیدہ بہادروں میں شمار ہوتا تھا اور اس بے جگری سے لڑتا کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ ہر چند قموص کے بغیر تمام قلعے مفتوح ہو چکے تھے لیکن مرحب کے بارے میں حسنِ ظن کی وجہ سے ڈھارس بندھی ہوئی تھی اور پر اعتماد تھے کہ اس کی وجہ سے کھویا ہُوا وقار بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ جب مرحب مارا گیا تو آخری آس بھی ٹوٹ گئی اور وہ وقت آگیا جس سے بچنے کے لئے یہ سارے پاپڑ بیلے گئے تھے۔

۷۔ شوقِ شہادت نے مسلمانوں کے رگ و پے میں بجلیاں بھر دی تھیں چنانچہ ہر معرکے میں ایک کثیر تعداد شہادت طلبوں کی شریک ہوتی

Marfat.com

یہ لوگ میدانِ کارزار میں اس بے جگری سے لڑتے کہ صفوں کی صفیں اُلٹ دیتے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے شیر کا جگر چاہیئے تھا اور چیتے کا حوصلہ۔ ظاہر ہے کہ ہر سپاہی ان صفات سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ یہ ان کی جگہ داری کا ہی صدقہ تھا کہ مسلمانوں کی ہیبت سے رستم و اسفندیار کے کلیجے دہل جاتے تھے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

عمرۂ قضا

صُلح حدیبیہ میں یہ طے پایا تھا کہ مسلمان امسال ادائے عمرہ پر اصرار نہ کریں اب واپس چلے جائیں سال آئندہ وہ آ سکتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں تین دن مکے میں قیام کرنے کی اجازت ہو گی۔ سال گزر گیا اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام صحابہ کو جنہیں سال گزشتہ آپ کی رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی تھی تیاری کا حکم دیا۔ کعبۃ اللہ الحرام کی وجہ سے مکہ ہر مسلمان کی آنکھ کا تارا تھا۔ لیکن مہاجرین کا معاملہ دوسروں سے کافی مختلف تھا۔ یہ مقدس شہر انکا مولد تھا جس کے گلی کوچوں میں وہ کھیل کود کر جوان ہوئے تھے اسی طرح کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جنہوں نے جوانی کا طوفانی دور اسی فضا میں گھوم پھر کر بسر کیا تھا۔ اس عہد سے ان کی کئی ایسی داستانیں وابستہ ہوں گی جن کی گونج اب بھی سنی جا سکتی ہو گی۔ جب ان لوگوں نے سنا ہو گا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیارتِ مکہ کی تیاری فرما رہے ہیں تو ان کے سینے میں جذبات کا طوفان اُمڈ آیا ہو گا اور گزشتہ زندگی کا سارا نقشہ چشمِ زدن میں آنکھوں کے سامنے گھوم گیا ہو گا۔

Marfat.com

روانگی بہر حال آپ کے جانثاروں کا یہ قافلہ ذوالقعد ۷ھ میں مدینے سے روانہ ہوا۔ سالِ گذشتہ بھی حضور اسی مہینے حدیبیہ تک تشریف لائے تھے اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ مشرکین مکہ کو آپ کی روانگی کا علم ہو چکا تھا اس لئے ان میں اکثر ایسے لوگ جنہیں مسلمان ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ شہر چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے گئے تھے جو لوگ بہ وجوہ نہ جا سکے تھے۔ وہ دارالندوہ میں اکٹھے ہو گئے تھے تاکہ خدا پرستوں کے اس گروہ کی آمد کا نظارہ کر سکیں بلاشبہ یہ لوگ ایک ہی شہر کے باشندے تھے اور ایک ہی دادا کی اولاد۔ لیکن عقیدے کے اختلاف نے ان کے درمیان مغایرت کی ایسی دیوار کھڑی کردی تھی کہ بیٹا باپ کو نہیں پہچانتا تھا اور بھائی بھائی سے کٹ گیا تھا۔

ادائے عمرہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان مسلح ہو کر نہیں آئینگے۔ اس لئے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے آٹھ میل کے فاصلے پر پہنچے۔ تو تلوار کے بغیر تمام ہتھیار ایک مقام پر رکھ دیئے اور دو سو سواروں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے مامور فرما دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدودِ حرم میں داخل ہوئے تو اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مہار پکڑ رکھی تھی اور ذیل کا رجز پڑھتے جاتے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؛ اے کافرو! اس رسولِ اکرم کے راستے سے ہٹ جاؤ۔
خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِيْ رَسُوْلِهٖ ؛ آگے سے ہٹ جاؤ، کہ خدا کے رسول میں ہر خوبی پائی جاتی ہے۔
يَا رَبِّ اِنِّيْ مُؤْمِنٌ بِقِيْلِهٖ ؛ اے خدا میں اس رسولِ اکرم کے کہنے پہ ایمان لایا ہوں۔

حضور حرم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدودِ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ

نے چادر کو ڈھیلا کر کے دایاں بازو باہر نکالا اور کعبے کا طواف کیا۔ بعد میں صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ خدا اس پر رحم کرے جو آج قریش کے سامنے اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کر سکے، چنانچہ صحابہ نے طواف کے تین پھیرے خوب اکڑ کر لگائے۔ عربی میں اسے رمل کہتے ہیں۔ اس طرزِ عمل کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی تھی کہ مسلمانوں کے بارے میں کفار کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مدینے کی مرطوب آب و ہوا نے ان کے قوا کو کمزور کر دیا ہے۔ اس غلط تاثر کا ازالہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ کفر و اسلام کی آخری ٹکر کا وقت قریب آ رہا تھا۔

نکاح میمونہ سے قیامِ مکہ کے دوران میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت میمونہ بنتِ حارث ہلالی سے جو حضرت عباس کی سالی تھیں نکاح کیا اور چار سو درہم مہر مقرر فرمایا۔ جب تین دن گزر گئے تو قریش نے حویطب بن عبد العزیٰ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ حسبِ وعدہ آپ مکہ خالی کر دیں آپ نے فرمایا۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے میں تو آپ لوگوں کو دعوتِ ولیمہ کھلانے کا انتظام کر رہا ہوں۔ حویطب کہنے لگا۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر ایک صحابی بول پڑے، یہ زمین تمہاری ہے نہ تمہاری ماں کی۔ حضور نے انہیں چپ کرا دیا کہ بات نہ بڑھنے پائے۔

واپسی چونکہ قریش مُصر تھے اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کے مکے سے نکل کر بہ مقام سرف اُتر پڑے، اور چند دن وہیں قیام فرما رہے۔ مدینے واپس پہنچے تو حج کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔[1]

---

[1] ابن ہشام - دوم - ۲۵۶ - ۲۵۴ - سیرۃ - اول - ۵۰۴ - ۵۰۳

ابنِ سعد - دوم - ۳۶۵ - ۳۶۲ -

غزوۂ موتہ

زید بن حارثہ کی کمان یہ غزوہ جمادی الاول ۸ھ میں پیش آیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ بصریٰ (قیصرِ روم) کو ایک دعوتی مکتوب حضرت حارث بن عمیر کی معرفت روانہ فرمایا۔ انہوں نے یہ خط شرجیل بن عمرو کو پیش کیا۔ جو قیصر کی طرف سے بلقاء کا رئیس تھا۔ اس نے خط پڑھا چونکہ اُس میں قیصرِ روم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ شرجیل مضمونِ مکتوب اور طرزِ خطاب سے ازحد برافروختہ ہُوا اور حکم دیا کہ قاصد کو قتل کر دیا جائے۔ سفیروں کا قتل اس زمانے میں بھی ازحد معیوب سمجھا جاتا تھا۔ حضور کو رئیس بلقار کی دست درازی کا علم ہُوا تو ازحد رنج ہُوا۔ اور بہ غرضِ قصاص تین ہزار جاں نثاروں کا ایک لشکر جس میں بعض کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ حضرت زید بن حارثہ کی کمان میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابو طالب کمان سنبھال لیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ،

نسلی غرور ہر چند زید بن حارثہ السابقون الاولون میں سے تھے اور علاوہ ازیں انہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرزندی کا امتیاز بھی حاصل تھا لیکن چونکہ وہ بچپن میں بطورِ غلام فروخت ہو چکے تھے اس لئے کئی اصحاب نے اس انتخاب پر ناک بھوں چڑھائی کہ ایک غلام کو شرفائے عرب کا امیر بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ حضور کو اس بات کا علم ہُوا تو آپ نے فرمایا کہ اسلامی معاشرے میں شرافت اور برتری کا دار و مدار غلامی و آقائی یا نسل و زبان پر نہیں ہے اور نیز ایسے مناصب عطا کرتے وقت زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کی پابندی نہیں کی جا سکتی بلکہ اولاً ہر آدمی کی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور پھر ذمہ داری کا

Marfat.com

بوجھ اس کے کندھوں پر ڈالا جاتا ہے اس لئے اگر زید میں اس خوبی کا فقدان ہوتا تو اُسے تمہارے سروں پر ہرگز مسلط نہ کیا جاتا۔

نسلی اور لسانی غرور عرب کا عظیم ترین سرمایہ افتخار تھا اور ہر چند اسلام نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کہہ کر اس زعم باطل کی تردید فرما دی تھی لیکن اس خیال کو جو صدیوں سے ان کے رگ وپے میں جاری وساری چلا آرہا تھا یوں آسانی سے نہیں مٹایا جاسکتا تھا چنانچہ جب بھی اسے موقعہ ملتا رونمائی سے دریغ نہ کرتا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بار اس سانپ کا سر کچلنا پڑتا۔

نسلی غرور انسان کو میراث میں ملا ہے

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ نسلی تفاخر کا نامبارک جذبہ انسانیت کی میراث ہے اور اتنا ہی قدیم العہد ہے جتنا کہ خود انسان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جذبے کو ہوا دینے والے وہ لوگ تھے جو اس دنیائے کسب وعمل میں کم کوشی اور سہل انگاری کی وجہ سے ابنائے زمانہ کے حریف نہیں ہوسکتے تھے۔ یہ سہل نسخہ ان کا تجویز کردہ ہے چنانچہ یہ غلط رجحان طبائع میں اس قدر راسخ ہوچکا ہے کہ اس نے ایک معاشرتی قدر کا روپ دھار لیا ہے اور اب اس کا مٹانا۔ گوشت کو ناخن سے جدا کرنے کے مترادف ہے۔

اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دور تک مشایعت فرمائی۔ اور حکم دیا کہ جنگ سے پیشتر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر اس پر رضامند ہو جائیں تو مزید تعرض نہ کرنا۔ علاوہ ازیں اپنے شہید بھائی کی قبر پر فاتحہ پڑھنا اور نذرانہ عقیدت پیش کرنا۔ حضور واپس لوٹے تو صحابہ نے بہ آواز بلند اپنے غازی بھائیوں کی کامیابی اور سلامتی کی دعا کی۔

مشاورت اور کمانڈروں کا قتل

شرجیل مسلمانوں کی یلغاروں کی محیر العقول داستانیں سن چکا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقتول بھائی کا خون رائیگاں نہیں

Marfat.com

جانے دیں گے اور ضرور حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اس کے کان اور آنکھیں ادھر ہی لگی ہوئی تھیں۔ جب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اسلامی لشکر اس کی سرکوبی کے لئے مدینے سے روانہ ہو پڑا ہے تو اس نے بھی ایک جرار لشکر جس کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ جمع کر لیا۔ خود قیصر بھی اتنی ہی فوج لئے مآب کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ جب حضرت زید بن حارثہ کو عیسائیوں کے اس جم غفیر کا علم ہوا۔ تو اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب کیا کیا جائے۔ کیونکہ تین ہزار سپاہیوں سے اس جم غفیر کا مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف تھا۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ واقعات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لکھ کر ہدایات گرامی کا انتظار کیا جائے۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ نے اس تجویز سے اختلاف کیا کہنے لگے۔ ہمیں حضور اکرم نے اپنے ایک بے گناہ بھائی کے انتقام کے لئے روانہ کیا ہے۔ اگر ہم فتحیاب ہو گئے فہوالمراد۔ اور اگر شہید ہو گئے تو درجۂ شہادت فتح و ظفر کے فوائد کے مقابلے میں کہیں زیادہ وقیع ہے چونکہ مسلمان شوق شہادت میں سروں سے کفن باندھ کر گھروں سے نکلا کرتے تھے۔ اس لئے سب نے ان سے اتفاق کیا اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔

مسلم کمانداروں کی شہادت اور خالد بن ولید

ایسی غیر متوازی جنگ کے نتیجے سے متعلق پیشگوئی کرنے کے لئے علمِ نجوم میں مہارت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ایک طرف صرف تین ہزار جانباز تھے جنہیں شوقِ شہادت وطن سے اتنی دور کھینچ لایا تھا دوسری طرف مسلمانوں کے خون کا پیاسا ایک بڑی دل تھا جو اس ارادے سے آیا تھا کہ ان مجاہدوں سے کوئی بچ کر نہ جانے پائے۔ لڑائی چھڑی تو تھوڑی سی دیر کے بعد ہی حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے۔ اب جعفر آگے بڑھے۔ چنانچہ لڑتے لڑتے وہ بھی اللہ کی راہ میں قربان ہو گئے۔ ان کے جسم پہ ستر زخم آئے تھے

حضرت عبداللہ بن رواحہ تو آئے ہی بغرض شہادت تھے۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ بھی اپنی دلی خواہش کے پا لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اب فوج کا کوئی کماندار نہ تھا چنانچہ ثابت بن اقرم نے بڑھ کر علم کو تھام لیا اور مسلمانوں سے کہا وہ جلد از جلد امیر کا انتخاب کر لیں۔ لوگوں نے انہیں ہی یہ ذمہ داری برداشت کرنے کو کہا لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ آخر حضرت خالد بن ولید کو بہ اتفاق رائے امیر چنا گیا۔ حضرت خالد کی جنگی مہارت کا ایک زمانہ معترف تھا لیکن مقابلہ ایک لاکھ سے تھا۔ تاہم اس بے جگری سے لڑے کہ لڑائی کے دوران میں آٹھ تلواریں ٹوٹ کر ان کے ہاتھ سے گر پڑیں۔ ان حالات میں فتح کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ اس وقت اہم کام یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے اسلامی فوج کو مکمل تباہی سے بچا لیا جائے چنانچہ وہ لڑتے بھڑتے اپنے آدمیوں کو بچا لانے میں کامیاب ہو گئے۔

افسوس ہے کہ اس بات کی کہیں تفصیل نہیں ملتی کہ اگر تین ہزار کے مقابلے میں ایک لاکھ صف آرا تھے تو مقتولین کی تعداد بہ قول ابن ہشام صرف بارہ کیوں رہی کیونکہ اتنے بڑے لشکر کے لئے تین ہزار آدمیوں کو نیست و نابود کر دینا کوئی مشکل کام نہ تھا اور اگر مسلمان میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے تو ان کے تعاقب کرنے میں دشمن کو کیا دقت درپیش تھی اور پھر یہ روایت بھی محل نظر ہے کہ حضرت جعفر کے جسم پر ستر زخم تھے کیونکہ بھاگنے والے لشکر کو ایسی باتوں کا موقعہ کیسے مل سکتا ہے کہ وہ مقتولوں کے زخم گننے لگ جائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بڑے لشکر کے کسی بڑے دستے کی روئیداد ہے جسے غیر محتاط راویوں نے یہ رنگ دے کر بات کا تبنگڑ بنا دیا۔

واپسی اور اہل مدینہ کا سلوک

بہر حال جب یہ لوگ واپسی میں مدینے کے قریب پہنچے۔ تو اہل مدینہ

Marfat.com

نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ ہر طرف سے "بھگوڑے نے بھگوڑے" کی سمع خراش آوازیں آنے لگیں۔ کنکر پھینکے گئے، دھول اڑائی گئی، طعن و تشنیع اور طنز و تعریض کی وہ بوچھاڑ ہوئی۔ کہ الامان۔ اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہاں موجود نہ ہوتے تو خدا جانے یہ استقبال کیا رنگ اختیار کرتا۔ جب لوگ انہیں اَلْفِرَّارُوْن (بھگوڑے) کہہ کر منہ چڑاتے تو رحمتِ عالم الکرّارُوْن (حملہ آور) کہہ کر دلداری فرماتے تھے۔

عوام کی ناپسندیدگی کا یہ عالم تھا۔ کہ ان لوگوں کے لئے گھروں سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ میں نے سلمہ بن ہشام بن العاص کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے میاں نماز باجماعت میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ کہا اُمّ المومنین! بچارا کیا کرے۔ جب بھی گھر سے باہر نکلتا ہے اور لوگ دیکھ پاتے ہیں۔ "بھگوڑا" "بھگوڑا" کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب وہ مارے شرم کے خانہ نشین ہو گیا ہے۔" سب لوگوں کو تقریبًا ایسے ہی حالات کا سامنا تھا۔ (۱)

لہ ابنِ ہشام ، دوم - ۲۵۳ - ۲۵۶

سیرۃ ، اوّل - ۵۰۸ - ۵۰۵

ابنِ سعد ، دوم - ۲۷۲ - ۲۶۹

ممدائیٹ مدینہ - ۵۵ - ۵۲

Marfat.com

فتح مکہ

بنو خزاعہ اور بنو بکر میں قدیم الایام سے عداوت چلی آرہی تھی جس کا اظہار وقتاً فوقتاً قتل و غارت کی صورت میں ہوتا رہتا تھا جب مسلمانوں نے بعد از ہجرت پر پرزے نکالنا شروع کئے تو تمام قبائل عرب کو اپنی بقا کی فکر پڑ گئی، چنانچہ وہ اپنی تمام پشتینی عداوتوں کو وقتی طور پر بھول گئے۔ اور متحد ہو کر مسلمانوں کو مٹانے پر آمادہ ہو گئے۔ ہر چند کفار نے اس نصب العین کے حصول کے لئے اپنی سی ہر کوشش کر دیکھی لیکن مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کفار کو مجبور ہو کر مسلمانوں کے قومی تشخص اور سیاسی حیثیت کا اقرار کرنا پڑا اور معاہدہ حدیبیہ وقوع پذیر ہوا جو گذشتہ چھ برس کے زبردست تناؤ اور خونریزی کا فطری ردِ عمل تھا۔ یہ بڑا کڑوا گھونٹ تھا۔ لیکن بادلِ نخواستہ قریش کو پینا پڑا۔

بنو خزاعہ پر حملہ اور قریش کی شرکت

عرب قبائل صدیوں سے جس فضا میں سانس لیتے چلے آرہے تھے۔ اس میں صلح و آشتی کی کوئی گنجائش نہ تھی اور انہیں اپنی بقا کے لئے ہر وقت سر بکف رہنا پڑتا تھا۔ دشمنوں کو بے دریغ قتل کرنا، ان کے اہل و عیال کو غلام بنانا، مال و متاع کو لوٹنا اور بستیوں کو جلانا ان کے معمولاتِ زندگی میں داخل تھا جب تک اسلام سے برسرِ پیکار رہے۔ ان ظالمانہ مشاغل کو بھولے رہے۔ جونہی معاہدہ ہوا اور مسلمانوں کی مخالفت کا بھوت سر سے اترا تو پرانی عداوتوں کی بھولی بسری یاد ستانے لگی۔ چنانچہ بنو بکر نے قریش سے خفیہ مشورہ

Marfat.com

کیا اور ان کی اشیر باد سے، بنو خزاعہ پر جو حضور اکرم کے حلیف تھے۔ رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا جس میں بنو خزاعہ کا ایک آدمی مارا گیا۔ چونکہ حملہ غیر متوقع تھا اور بنو خزاعہ قطعاً تیار نہ تھے اس لئے اس عالم بے چارگی میں انہوں نے بچاؤ کے لئے حرم میں پناہ لی لیکن بنو بکر کے سردار نوفل بن معاویہ نے انہیں اکسایا۔ کہ حرم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کا صفایا کر دو، چنانچہ اس حملے میں بنو خزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے۔ اس خونریزی میں قریش کے چند آدمیوں نے بھی بھیس بدل کر شرکت کی تھی۔

قریش کی شرکت اور حضورؐ سے طلب امداد

بنو بکر کے مشورے میں شرکت اور بنو خزاعہ پر حملے میں اعانت، قریش کی بدترین بدعہدی تھی ان کی طرف سے جو لوگ شریک ہوئے تھے وہ عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو تھے، یہ سہیل وہی شخص ہے جس کی مساعی سے صلحنامۂ حدیبیہ پر دستخط ہوئے تھے۔ ایسے نازک حالات میں، بنو خزاعہ کے لئے بغیر اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوں۔ چنانچہ عمرو بن سالم ایک وفد لے کر مدینے روانہ ہوا۔ حضورؐ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ باہر سے آواز آئی۔

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا	اے خدا، میں رسول کریم کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں۔
حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا	جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان میں طے پایا ہے۔
فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَعْتَدَا	آپ از راہ کرم ہماری پوری پوری امداد فرمائیں۔
وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَاْتُوْا مَدَدَا	اور خدا کے بندوں کو ہماری امداد کے لئے بلائیے۔
اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا	قریش نے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے۔
وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا	اور پکے وعدے کو توڑ دیا ہے۔
وَجَعَلُوْا لِیْ فِیْ كَدَاءٍ رَصَدَا	وہ بمقام کداء گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔
وَزَعَمُوْا اَنْ لَسْتُ اَدْعُوْ اَحَدَا	ان کا خیال تھا کہ میں امداد کیلئے کسی کو نہیں بلاؤں گا۔

وَهُمْ اَذَلُّ وَاَقَلُّ عَدَدَا — نیز وہ یہ سمجھے کہ ہم کمزور ہیں اور ہماری تعداد تھوڑی ہے۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا — انہوں نے بمقام وتیر جب ہم سوئے ہوئے تھے حملہ کیا۔

وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدًا — اور ہمیں قتل کیا جب بعض لوگ رکوع اور سجود میں تھے۔

معلوم ہوا کہ بنو خزاعہ کے عمرو بن سالم قریش کے خلاف فریاد لے کر آئے ہیں۔ جب حضورؐ کو قریش کی بدعہدی اور بنو بکر کی دراز دستی کا علم ہوا تو رنج اور دکھ سے تلملا اٹھے۔ اسی اثنا میں بدیل بن ورقا جو بنو خزاعہ کا سردار تھا ایک اور وفد لے کر دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ اور تمام واقعات گوش گزار کر کے اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر واپس مکے چل دیا۔

حضورؐ کا قاصد ہر چند قریش کی صریح بدعہدی کے بعد گفت و شنید کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی لیکن آپؐ نے اتمامِ حجت کے لئے انہیں کہلا بھیجا کہ تم نے بنو بکر کے ساتھ مل کر ہمارے حلیفوں سے جو ناروا سلوک کیا ہے مجھے اس کی تفصیلات کا علم ہو چکا ہے۔ اب تمہیں مندرجہ تین صورتوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔

۱:۔ مقتولوں کا خون بہا ادا کرو۔

۲:۔ بنو بکر کی اعانت سے دست کش ہو جاؤ۔ تاکہ ہم ان سے براہ راست نمٹ لیں۔

۳:۔ معاہدہ حدیبیہ کے خاتمے کا اعلان کر دو۔

قریش کا انکار جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کفار قریش کو پہنچایا گیا۔ تو قرط بن عمرو نے بغیر سوچے سمجھے قریش کی طرف سے کہہ دیا کہ ہمیں صرف تیسری صورت سے اتفاق ہو سکتا ہے۔ قاصد واپس آیا تو حضورؐ قریش کے مافی الضمیر کو بھانپ گئے۔ صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا تاکہ کفارِ قریش سے ان کی بدعہدی کا حساب کتاب چکا لیا جائے

کہنے کو تو کفار قریش نے کہہ دیا کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کے خاتمے کا اعلان کرتے ہیں، لیکن

Marfat.com

جب اوسان بحال ہوئے اور نتائج و عواقب پر غور کیا تو جلد بازی پر ندامت ہوئی چنانچہ طے پایا کہ ابوسفیان کو مدینے بھیج کر معاہدے کی مدت میں توسیع کی کوشش کی جائے۔ جب وہ عسفان کے مقام پر پہنچا تو بدیل بن ورقا سے جو حضور اکرمؐ سے ملاقات کرکے واپس جا رہا تھا ملاقات ہو گئی، پوچھا "بدیل کہاں سے آرہے ہو" کہا "میں ساحل سمندر کی طرف کسی کام سے گیا تھا ادھر سے آرہا ہوں"۔ "محمدؐ سے تو نہیں ملے" کہا "نہیں" جب بدیل ذرا آگے نکل گیا تو ابوسفیان ساتھیوں سے کہنے لگا اگر بدیل مدینے گیا ہے تو ضرور ہے کہ اس نے اونٹنی کو چارے کے طور پر کھجوریں کھلائی ہوں گی۔ چنانچہ اس نے اونٹنی کی لید میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھ لیں جس سے اس کے شبہے کی تصدیق ہو گئی اور ابوسفیان کے مشن کی کامیابی مخدوش ہو گئی

ابوسفیان مدینے میں

ابوسفیان مدینے پہنچا تو سب سے پہلے ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے جو اس کی بیٹی تھیں ملنے گیا۔ جب وہ حضورؐ کی چارپائی پر بیٹھنے لگا تو ام المومنین نے منع کیا۔ پوچھا "بیٹی! کیا معاملہ ہے" کہا "ابا جان! حضور اکرمؐ اس بستر پر آرام فرماتے ہیں۔ آپ سوئے اتفاق سے ابھی تک مشرک ہیں اس لئے میں آپ کو اجازت نہیں دے سکتی" ابوسفیان جگر تھام کر رہ گیا۔ کہنے لگا "ایسا معلوم ہوتا ہے مجھ سے علیحدہ ہو کر تجھ میں بہت کچھ بگاڑ پیدا ہو گیا ہے" ابوسفیان کتنا بھی گیا گزرا کیوں نہ ہو، قریش کا سردار اور بیٹی کا باپ تھا۔ اس طرز پذیرائی سے جل بھن گیا لیکن کیا کر سکتا تھا۔

جدوجہد برائے صلح

وہاں سے بادل شکستہ حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ بہت زور مارا کہ کسی طرح آپ معاہدے کی توسیع پر رضامند ہو جائیں لیکن آپؐ نے کان نہ دھرا۔ اور ابوسفیان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا کہ وہ حضورؐ کو توسیع معاہدہ پر آمادہ کرنے میں اس کی امداد کریں۔ لیکن انہوں نے صاف کہہ دیا "کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا" یہ حضرت عمرؓ کے پاس

Marfat.com

آیا۔ انہوں نے کہا "کیا تم مجھ سے طلب امداد کے لئے آئے ہو، خُدا کی قسم اگر میرا بس چلے تو ابھی تمہارے خلاف جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوں" وہاں سے مایوس ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ حضرت فاطمہؓ قریب بیٹھی تھیں اور حضرت حسنؓ پہلو میں کھیل رہے تھے۔ ابوسفیان نے اس سفر کی غرض وغایت بیان کی تو حضرت علیؓ نے کہا" ابوسفیان! افسوس ہے کہ تم ایسے وقت آئے ہو کہ میں تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رسولِ اکرمؐ نے اس معاملے میں اپنے لائحہ عمل کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جس کے متعلق میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا" اُس کے بعد حضرت فاطمہؓ سے طالب امداد ہو کر کہنے لگا " اے دخترِ محمدؐ! اگر آپ اس معصوم بچے کی زبان سے کہلوا دیں کہ اُس نے ہمیں پناہ دی ہے تو عرب کی سیادت کا تاج قیامت تک کے لئے اس بچے کے سر پر رکھ دیا جائے گا" حضرت فاطمہؓ نے فرمایا " اول تو یہ بچہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا کہ کسی کو پناہ میں لے سکے، اور پھر حضورؐ کی مرضی کے خلاف کسی کو ایسی ذمہ داری اپنے سر لینے کی جراءت کیسے ہو سکتی ہے"

ابوسفیان سخت مخمصے میں تھا۔ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ حضرت علیؓ سے کہنے لگا۔ " بخدا مجھے اس الجھن سے نکالئے" کہنے لگے " خود میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہاری کیا راہنمائی کروں ہاں ایک بات ہو سکتی ہے چونکہ تم قریش کے نمائندے بن کر آئے ہو اس لئے لوگوں میں کھڑے ہو کر کہہ دو " کہ میں اس معاہدے کی توسیع کرتا ہوں" " کیا اس سے کچھ فائدہ ہو گا" ابوسفیان نے پوچھا" فائدہ تو کچھ نہیں ہو گا لیکن تم اور کر ہی کیا سکتے ہو"

یکطرفہ فیصلہ ابوسفیان کی حالت قابلِ رحم تھی، مشن ناکام ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونے والا تھا، مدینے کی گھمبیر خاموشی اس کی غمازی کر رہی تھی، اب کیا ہو کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا، بادلِ نخواستہ بھاری بھاری قدم اٹھاتا مسجد کو چلا، حضور اکرمؐ صحابہ کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، کہنے لگا" اے لوگو! گواہ رہنا میں نے معاہدہ حدیبیہ میں توسیع کر دی ہے"

Marfat.com

ابوسفیان جانتا تھا کہ اس یک طرفہ فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ اس کے بس میں اتنا کچھ ہی تھا، واپس آیا تو قریش اس کی جان کو آ گئے کہ وہ اس مہمل کارروائی کو صلح سمجھیں یا حالت جنگ سے تعبیر کریں۔ کیونکہ توسیع معاہدہ یکطرفہ کارروائی تھی اور حضورؐ نے اس کے بارے میں کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

تیّاری کا حکم

صحابہ کرامؓ کو جنگ کی تیاری کا حکم مل چکا تھا لیکن ہدف کے بارے میں کسی کو بھی کوئی یقینی بات معلوم نہیں تھی، حضور اکرمؐ کا معمول تھا کہ ایسے مواقع پر مختلف اطراف میں دیکھ بھال کرنے والی جماعتیں بھیج دیا کرتے تھے۔ اب کے بھی ایسی کئی جماعتیں دریافتِ حالات کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ اب کوئی کیا سمجھے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ سے ملنے گئے تو وہ حضور اکرمؐ کی چھوٹی موٹی چیزیں اکٹھی کر رہی تھیں، پوچھا "کیا حضورؐ نے تیاری کا حکم دیا ہے" حضرت عائشہؓ نے جواب اثبات میں دیا۔ تو پوچھا "کہ کدھر کا ارادہ ہے" کہا "مجھے اس کا قطعاً کوئی اندازہ نہیں"۔ اس ایک مثال سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضورؐ اس باب میں کتنے محتاط تھے۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو بتا دیا کہ اس تیاری کا مقصد مکے پر حملہ کرنا ہے اس کے بعد دعا فرمائی کہ "اے خدا! ہماری اس تیاری کو قریش کے کانوں اور آنکھوں سے مخفی رکھ"

صحابی کا واقعہ اور رقعہ

اسی اثناء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک مہاجر صحابی نے جن کا نام حاطب بن ابی بلتعہ تھا کے اہل و عیال مکے میں تھے بنو خزاعہ کی ایک عورت کو اچھے خاصے معاوضے کا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان کا ایک خط قریش کو پہنچا دے۔ مضمونِ خط یہ تھا کہ "حضور اکرمؐ مکے پر عنقریب چڑھائی کرنے والے ہیں اس لئے تم لوگ محتاط ہو جاؤ" عورت نے خط مینڈھیوں میں چھپا لیا اور روانہ ہو پڑی تھوڑی دور ہی گئی ہو گی کہ آپ کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور زبیر بن العوام

Marfat.com

کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا کہ پر لگا کر اڑو تاکہ خط کفار قریش تک نہ پہنچنے پائے۔ دونوں حضرات نے اسے راستے میں جا لیا۔ لیکن باوجود تلاش بسیار کے خط نہ ملا۔ اس پر حضرت علی نے کہا "دیکھو بی بی! حضور اکرمؐ کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی اور نہ ہم ہی غلط بیانی کر رہے ہیں خط ہمارے حوالے کر دو، ورنہ ہمیں احترام نسوانیت کو نظر انداز کر کے تمہاری تلاشی لینا پڑے گی" مجبور ہو کر عورت نے وہ رقعہ ان کے حوالے کر دیا۔ جب حضورؐ کو اس کے مضمون کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے حضرت حاطب کو طلب کر کے ان کی جواب طلبی کی۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں صدق دل سے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور بحمداللہ میں اب بھی اس عقیدے پر سختی سے قائم ہوں، میرے اہل و عیال مکے میں ہیں جہاں میرا کوئی عزیز ہے نہ رشتہ دار جو بوقت ضرورت ان کو پناہ دے سکے۔ میں نے سوچا مکے پر حملہ ہوا تو عجب نہیں کہ کفار قریش مہاجرین کے اہل و عیال کو ستانے پر اتر آئیں۔ اطلاع تو انہیں ایک دو روز تاخیر سے یوں بھی مل جائے گی۔ کیوں نہ خط لکھ کر انہیں ممنون کر لوں۔ ممکن ہے اس طرح میرے اہل و عیال ان کے شر سے بچ جائیں" حضرت عمرؓ بھی اس محفل میں موجود تھے، عرض کی "یا رسول اللہ! یہ منافق ہو گیا ہے، اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں" آپؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ منافق ہو گیا ہے۔ حاطب بدری ہے۔ اور کیا خدا نے اہل بدر کو یہ رعایت نہیں دی کہ تم جو چاہو کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا" چونکہ حضرت حاطب نے تمام واقعہ من و عن صاف صاف بتا دیا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے مزید تعرض کی ضرورت نہ سمجھی۔

کوچ حملے کی تیاری ہر لحاظ سے مکمل ہو چکی تھی تو نیابت مدینہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے سپرد کر کے ۱۰ رمضان کو بعد عصر کے دن آپؐ نے کوچ فرمایا۔ چونکہ قرب و جوار کے عرب قبائل کو بھی دعوت شرکت دی گئی تھی۔ اس لئے بنو اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور سلیم کے جانباز آ کر شامل ہو گئے جب اسلامی لشکر روانہ ہوا تو تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی، حضورؐ اور صحابہ کرام روزے سے تھے۔ الکدید پہنچے تو افطار کیا۔ اور منادی کرا دی

Marfat.com

کہ دورانِ سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

ابوسفیان اور تحقیقِ حال

اسلامی لشکر مرالظہران پہنچ گیا، ہرچند قریش کے کان اور آنکھیں ادھر ہی لگی ہوئی تھیں۔ لیکن چونکہ اخفا کی تاکید فرما دی گئی تھی۔ اس لئے زبانیں بند تھیں، مرالظہران ایسا مقام تھا جہاں سے ایک راستہ طائف کو بھی جاتا تھا۔ دس ہزار سپاہی پڑاؤ کئے خاموش پڑے تھے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کدھر کا رُخ کریں گے اس بے خبری اور ابہام نے قریش کے اضطراب و پریشانی میں کئی گنا اضافہ کر دیا تھا۔ اسلامی لشکر کے آنے کی خبر اڑی تو ابوسفیان بن حرب دو ساتھیوں کے ساتھ ایک رات کو تحقیقِ حال کے لئے نکلا۔ جب پڑاؤ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میلوں تک آگ کے الاؤ جل رہے ہیں (حضور اکرمؐ نے حکم دیا تھا کہ ہر آدمی اپنے خیمے کے سامنے آگ جلا رکھے) اور جنگل میں منگل کا سماں ہے۔ ابوسفیان کا ایک ساتھی کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنوخزاعہ کا لشکر ہے جو مقتولوں کا انتقام لینے آیا ہے"۔ ابوسفیان کہنے لگا "نہیں، تمہارا اندازہ درست نہیں کیونکہ بنوخزاعہ اتنا بڑا لشکر کہاں سے لا سکتے ہیں"۔

حضرت عباسؓ اور ابوسفیان

حضرت عباسؓ کو حضور اکرمؐ کے پروگرام کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ مع اہل و عیال چپ چپا کر مدینے کو چلے جا رہے تھے کہ راستے میں حضورؐ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ وہ راوی ہیں کہ جب میں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ اگر قریش نے ازراہِ حماقت مزاحمت کی اور فوجی کارروائی کی نوبت آگئی تو یہ لشکر اُن کا تیا پانچا کر کے رکھ دے گا۔ اور وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں حضورؐ کے سفید خچر پر سوار ہوا۔ اور ٹیکے کو چل دیا تاکہ ان ناعاقبت اندیشوں کو سمجھاؤں بجھاؤں یا کسی آنے جانے والے کی معرفت پیغام بھیج دوں جب میں اُس مقام کے قریب پہنچا جہاں ابوسفیان اور اس کے ساتھی کھڑے باتیں کر رہے تھے تو میں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا اور آواز دی "ابوحنظلہ!" ابوسفیان بھی میری آواز کو پہچان گیا۔ بولا "ہاں ابوالفضل! میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں، یہ کیسا

لشکر ہے۔" کہا " ابوسفیان ! کس خیال میں مگن ہو، یہ رسول کریم کے جانباز ہیں۔ اب قریش کے بچاؤ کی قطعاً کوئی صورت نہیں رہی " ابوسفیان کو گھبراہٹ سے پسینہ آگیا کہنے لگا " ابوالفضل! کوئی سبیل تو سوچو۔" میں نے کہا " اگر تم حضورؐ کے ہتھے چڑھ گئے تو تمہاری گردن ماردی جائے گی۔" اب بہتر یہی ہے کہ خچر پر میرے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں رسول اکرمؐ کے پاس لے چلتا ہوں، ممکن ہے تمہارے بچاؤ کی کوئی صورت نکل آئے۔"

ابوسفیان دربارِ رسالتؐ میں

صورت حال اتنی نازک تھی کہ ڈر کے مارے ابوسفیان کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ اور اُسے یوں محسوس ہوا گویا موت اس کے سامنے ناچ رہی ہے۔ ابوسفیان کے دونوں ساتھی جن میں ایک حکیم بن حزام تھا۔ لوٹ گئے تاکہ قریش کو آنے والے خطرے سے آگاہ کریں۔ حضرت عباسؓ، ابوسفیان کو اپنے ساتھ خچر پر بٹھائے حضورِ اکرم کے خیمے کی طرف رواں دواں تھے جس خیمے کے پاس سے گزرتے، لشکری کہتے یہ حضورؐ کے چچا ہیں۔ جب حضرت عمرؓ کے خیمے کے سامنے سے گزرے، انہوں نے ابوسفیان کو دیکھتے ہی نعرہ مارا، " یہ دیکھو اللہ کا دشمن ابوسفیان! آج تو قابو آگیا ہے، خدا کا شکر کہ ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔ جو تجھے بچا سکے" حضرت عمرؓ حضورِ اکرمؐ کے خیمے کی طرف بغرض اجازت دوڑے، میں نے بھی خچر کو ایڑ لگائی تاکہ عمرؓ پہلے نہ پہنچ جائیں، میں بمشکل خیمے میں داخل ہوا ہی تھا کہ عمرؓ بھی ہانپتے کانپتے پہنچ گئے کہا " یارسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے، حسنِ اتفاق سے ہمارے درمیان کوئی معاہدہ بھی نہیں۔ اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں" اس اثنا میں حضرت عباسؓ بول پڑے " یارسول اللہ! میں نے اسے پناہ دی ہے" اس پر میں حضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی " یارسول اللہ! آپ حکم دیں کہ آج کی رات میرے بغیر اور کوئی آدمی ابوسفیان کے قریب نہ پھٹکے" لیکن حضرت عمرؓ کا اصرار بڑھتا جارہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں حضورِ اکرمؐ اجازت دے ہی نہ دیں، میں نے کہا " عمر! تم اس لئے

Marfat.com

اصرار کر رہے ہو کہ ابوسفیان کا تعلق عبد مناف سے ہے اگر وہ تمہارے قبیلے سے ہوتا تو اتنا اصرار نہ کرتے۔"

ابوسفیان کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ نے کہا "عباسؓ! یہ بات نہ کہو، جب تم ایمان لائے تھے تو بخدا مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرا باپ ایمان لے آتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی یہ اس لئے کہ حضور اکرمؐ کو تمہارے مسلمان ہونے سے بے حد خوشی ہوئی تھی" حضرت عباسؓ کی تعریف سے موضوع گفتگو بدلا تو ابوسفیان کے بچاؤ کا موقعہ نکل آیا، حضورؐ نے فرمایا "اچھا! ابھی اسے لے جاؤ۔ کل صبح پھر پیش کرنا" جب دوسری صبح کو ابوسفیان دربار رسالتؐ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "ابوسفیان! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو" کہا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اگر کوئی اور خدا ہوتا تو آج ضرور میری امداد کرتا" "کیا میں نبی برحق نہیں ہوں" حضورؐ نے فرمایا "کہا اس بارے میں ابھی تک پوری طرح مطمئن نہیں ہوں" حضرت عباسؓ فوراً بول اٹھے "ابوسفیان! کیا بک رہے ہو، ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں" اس پر ابوسفیان نے کلمہ شہادت پڑھا اور متاع حیات کو بچا لے گیا۔

غزوہ بدر کے نتیجے میں ابوسفیان کو قبائل قریش کا سربراہ مان لیا گیا تھا۔ سال آئندہ جب اُحد کی جنگ ہوئی تو مسلمانوں کی شکست، ابوسفیان کی کارگزاری سمجھی گئی جس سے تمام عرب میں اس کی حربی مہارت کی دھاک بندھ گئی۔ اسی لئے جب غزوہ خندق کے موقعہ پر اس نے عرب قبائل کو مدینے پر حملہ آور ہونے کو بلایا۔ تو اکثر قبائل نے اسکی دعوت پر لبیک کہی گویا یہ اس کی قائدانہ صلاحیتوں کا عملی اعتراف تھا اگرچہ یہ مہم ناکام رہی۔ لیکن ابوسفیان کی حیثیت اس سے متاثر نہ ہوئی۔

بعد میں جب معاہدہ حدیبیہ پر دستخط ہو گئے اور اس کی دفعات پہ عمل درآمد شروع ہوا۔ تو قریش پر عیاں ہو گیا کہ اب ان کی چودھراہٹ چند دنوں کی مہمان ہے جس شخص پر اسکی

Marfat.com

سب سے زیادہ زد پڑی وہ تھو ابوسفیان تھا۔ ہر چند اُس نے قریش کے وقار کی ڈوبتی ناؤ کو بچانے کی مقدور بھر کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

ابوسُفیان اور ابوجہل میں فرق

جس آدمی نے دربارِ رسالت میں بادلِ نخواستہ ابھی ابھی کلمۂ شہادت پڑھا ہے۔ یہ ابوسفیان ہی ہے، جس نے اپنی قیادت کا ہر لمحہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے اور اسلام کی پیش رفت کو روکنے کے لئے وقف کئے رکھا۔ یہ آدمی اسلام دشمنی اور کینہ توزی میں ابوجہل ثانی تھا۔ ہاں ان میں باہم اتنا فرق ضرور تھا کہ ابوجہل نے مرتے دم تک اپنی آن بان میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ میدانِ بدر میں جب آخری دموں پر تھا۔ نخوت اور غرور کا عالم وہی تھا۔ فرشِ خاک پر پڑا زخموں سے چور تھا۔ لیکن اپنی عظمت اور کبریائی کے نشے سے اسی طرح سرشار تھا گویا تاریخ نے اُسے جس بے مثال خطاب سے نوازا تھا۔ ابوجہل کے انجام نے اس کی توثیق کر دی۔ لیکن ابوسُفیان نے جب حالات کا رُخ بدلتے دیکھا تو چوکڑی بھول گیا۔ اور جان بچانے کے لئے لگا پچھوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے۔

نخوت

حضورؐ کے سامنے اس کا یہ کہنا کہ "ابھی تک مجھے آپکی نبوّت کے بارے میں کامل اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ صریح غلط بیانی تھی بلکہ ابوجہل کی طرح ابوسُفیان کو آپ کے مُرسل من اللہ ہونے کا یقین بہت پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی مثال اس کھسیانی بلّی کی سی تھی جو اپنی جھلاہٹ اور ناکامی کے احساس کو مٹانے کے لئے کھمبا نوچنے لگ جاتی ہے۔ اس کی سیادت اور قیادت کے تمام خواب پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔ اور جس سوسائٹی میں وہ اب داخل ہو رہا تھا۔ وہاں اسے آخری صف میں بھی مشکل جگہ مل سکے گی، وہ جاہ پرستی کا لاعلاج مریض تھا اور آپ کو اس کی ذہنی اُلجھن کا صحیح اندازہ تھا۔ اسی لئے تو آپؐ نے حضرت عباسؓ کی سفارش پر اس کی دلداری کیلئے یہ کہہ کر تھوڑا سا امتیاز بخش دیا۔ کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اُسے

Marfat.com

بھی اُمان حاصل ہوگی۔ وہ ترکِ کفر سے ازاں سو راندہ تو ہو گیا تھا۔ مگر آپ نے اُسے ازیں سو درماندہ ہونے سے بچا لیا۔

اُدھر سے فراغت ہوئی۔ تو حضورِ اکرمؐ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا کہ جب اسلامی لشکر یہاں سے روانہ ہو تو تم ابوسفیان کو وادی ملوئی کے اگلے موڑ پر جا کھڑا کرنا تا کہ خدائی جیش کی شان و شوکت کا نظارہ دیکھے۔ جب قبائل کے لشکر، اپنے سرداروں کی سرکردگی میں گزرنا شروع ہوئے اور ابوسُفیان کو ان کا اتہ پتہ معلوم ہوا تو سٹی بھول گیا۔ جب حضورِ اکرمؐ کا دستہ جو سر سے پاؤں تک فولادی زرہوں میں ملبوس تھا گزرا تو ابوسُفیان کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے کہنے لگا "عباس! بخدا تمہارے بھتیجے نے شاہی جاہ و جلال حاصل کر لیا ہے"۔ "شاہ نہ کہو نبی کہو" کہنے لگا "ٹھیک کہتے ہو"۔

ابوسفیان کا اعلان

اُس کے بعد حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا۔ "تم نے اسلامی لشکر کی سج دھج تو دیکھ لی۔ اب تمہیں چاہیئے کہ قریش کو مکمل تباہی سے بچانے کا کوئی راستہ تلاش کرو" ابوسفیان گرتا پڑتا مکے جا پہنچا اور حرم میں کھڑے ہو کر باآوازِ بلند کہا، "اے قریش! کان کھول کر سُن لو کہ محمد (ﷺ) ایک ایسا جرار لشکر لئے آ رہے ہیں کہ تم مقابلہ کی تاب نہیں لاسکو گے۔ ہاں البتہ جو میرے مکان میں پناہ لے لیگا۔ اُسے امان حاصل ہوگی" قریش، حکیم بن حزام اور اُس کے ساتھی کے زبانی تمام واقعات سُن چکے تھے۔ وہ پہلے ہی بدحواس ہو رہے تھے۔ ابوسُفیان کی گفتگو سے رہی سہی کسر نکل گئی۔ بیک زبان بول اٹھے "تم نے اپنے بچاؤ کا سامان تو کر لیا ہے۔ ہم کہاں جائیں گے، سارا شہر تو تمہاری چھت کے نیچے نہیں سما سکتا" کہنے لگا "ہاں جو لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیں گے، انہیں بھی کچھ نہیں کہا جائیگا"۔

ابوسُفیان کی بیوی کا احتجاج

ہندہ بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) نے یہ گفتگو سُنی تو کہنے لگی "کوئی ہے! جو اس مخبوط الحواس بزدل

Marfat.com

کا کام تمام کر دے۔ اس نے ہمارے حوصلوں کو پست کرنے کے لئے کیا سوانگ بھرا ہے"۔ ابو سفیان نے اپنی بات کو پھر دہرایا اور ڈرایا کہ "اس احمق عورت کی باتوں میں نہ آنا، ورنہ پچھتاؤ گے"۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگے اور کواڑ بند کر لئے۔

ابو قحافہ

جب حضور اکرمؐ وادی طوٰی میں پہنچے تو ابو قحافہ اپنی پوتی کو کندھے پر اٹھائے، مجمع میں موجود تھا۔ جب لوگ گھروں کو چل دیئے تو ابو قحافہ جو نابینا ہو گیا تھا، کہنے لگا "بیٹی! آؤ ابو قبیس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے ہیں"۔ "ذرا دیکھو دور سڑک پہ کوئی چیز دکھائی دیتی ہے"۔ "ہاں بابا سامنے افق پر سیاہی نظر آ رہی ہے"۔ "بیٹی! یہ رسالہ ہے"۔ "بابا! اس سیاہی سے ذرا فاصلے پر ایک آدمی ہے جو کبھی آگے آتا ہے اور کبھی پیچھے جاتا ہے"۔ "بیٹی! یہ رسالے کا افسر ہے، جو انتظام قائم رکھنے کے لئے پیش پیش ہے"۔ "بابا! اب وہ سیاہی بکھر گئی ہے"۔ "بیٹی! وہ مختلف دستوں میں بٹ گئے ہیں۔ چلو اب گھر چلیں"۔ ابو قحافہ نیچے اتر آیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سوار پہنچ گئے۔ لیکن کسی نے اس سے تعرض نہ کیا۔

اسلامی لشکر کی روانگی

وادی طوٰی میں حضور کریمؐ نے میمنہ (دائیں بازو) پر حضرت سعد بن عبادہ کو اور میسرہ (دائیں بازو) پر حضرت زبیر بن العوام کو کمان عطا فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید زیریں حصے سے اور خود حضورؐ بالائی حصے سے بڑھے۔ جب قریب پہنچے تو حضرت عمرؓ نے سنا کہ حضرت سعد بن عبادہ کہہ رہے تھے "کہ آج لڑائی کا دن ہے، کئی حرام اور ناجائز کام آج حلال اور مباح سمجھے جائیں گے"۔ حضرت عمرؓ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی۔ "یا رسول اللہ! سعد کو قریش پر رعب گانٹھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناگوار صورت پیدا ہو جائے"۔ چونکہ حضورؐ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور تطہیر کعبہ تھا۔ جس میں بلا وجہ خونریزی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے حضرت سعد کو معزول فرما کر میمنہ کی کمان حضرت علیؓ کے سپرد

Marfat.com

کر دی۔ جب آپؐ حرم کعبہ میں پہنچے تو سواری سے اُتر پڑے اور خیمے میں قیام فرمایا۔ جس راستے سے حضرت خالدؓ داخل ہوئے۔ کفار کے ایک لشکر نے جو اس ناکے پر متعین تھا، مزاحمت کی۔ جس میں دو مسلمان اور تیرہ کافر مارے گئے۔ چونکہ حضورؐ نے خونریزی سے بتاکید منع فرمادیا تھا۔ آپ کو اس چپقلش کا علم ہوا تو حضرت خالدؓ کی جواب طلبی ہوئی۔ جب انہوں نے اصل حقیقت بیان کی تو آپ یہ کہہ کر خاموش ہوگئے "کہ خدا کو بھی منظور ہوگا"

واجب القتل افراد حضورِ اکرمؐ نے مکے پر چڑھائی سے پہلے صحابہ کرامؓ کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ جب تک کفارِ قریش حملے کی ابتداء نہ کریں مسلمانوں کی طرف سے پیش دستی نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن چند آدمی ایسے تھے جن کے بارے میں بالتصریح فرمادیا کہ فلاں فلاں واجب القتل ہیں۔ خواہ انہوں نے غلافِ کعبہ ہی میں پناہ لے رکھی ہو۔ مولانا شبلیؒ نے ایسے اشتہاری ملزموں کی تعداد مع ایک مغنیہ کے جو کفار کی محفلوں میں حضورؐ کی ہجو گایا کرتی تھی۔ گیارہ لکھی ہے۔ لیکن فی الواقع ان میں سے صرف چار قتل ہوئے، باقی معاف کر دیئے گئے۔ ان میں سے ایک کا نام عبداللہ بن سعد تھا یہ شخص اسلام لایا تو حضورؐ نے اُسے کاتبِ وحی مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد مرتد ہوگیا اور قریش سے جا ملا۔ جب اسے حضورؐ کے فیصلے کا علم ہوا تو حضرت عثمانؓ کے یہاں جو اس کے رضاعی بھائی تھے، جا پناہ لی، دو چار دن روپوش رہا۔ جب افراتفری ختم ہوئی تو حضرت عثمانؓ اسے دربارِ رسالتؐ میں لائے عرض کیا "یارسول اللہ! میں نے عبداللہ بن سعد کو پناہ دی ہے۔ آپ اسکی خطا معاف فرمادیں" آپ کافی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا "اچھا"۔ عبداللہ بن سعد پھر مسلمان ہوگئے اور آخر تک ثابت قدم رہے۔ جب حضرت عثمانؓ اٹھ کر چلے گئے تو فرمایا "میں اس لئے چپ ہوگیا تھا۔ تاکہ تم میں سے کوئی شخص اٹھے اور اسے قتل کر دے" ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ نے مجھے اشارہ کر دیا ہوتا" فرمایا،

Marfat.com

" یہ نبی کی شان کے خلاف ہے۔"

دوسرے واجب القتل آدمی کا نام عبداللہ بن خطل تھا، یہ شخص بھی اسلام لا کر مرتد ہو گیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ حضور اکرمؐ نے عبداللہ کو ایک انصاری کی رفاقت میں صدقات جمع کرنے کو بھیجا۔ ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ ایک دن عبداللہ نے اسے کھانا پکانے کو کہا۔ اور خود سو گیا۔ جاگا تو غلام نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تھا۔ عبداللہ نے طیش میں آ کر اسے قتل کر دیا اور جا کر قریش سے مل گیا۔ اس بدبخت کے پاس دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو اُس کے کہنے پر کفار کی محفلوں میں حضورؐ کی ہجو گایا کرتیں۔

تیسرے واجب القتل آدمی کا نام حُویرث بن نُقَیذ تھا۔ یہ شخص بھی اسلام لا کر مُرتد ہو گیا تھا۔ سوئے اتفاق سے اس کا بھائی ایک انصاری کے ہاتھوں غلطی سے مارا گیا۔ چونکہ یہ جُرم قتل خطا کی ذیل میں آتا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے اس کا خون بہا ادا کر دیا۔ لیکن یہ کینہ توز موقعہ کی تلاش میں رہا۔ آخر ایک دن انصاری کو قتل کر کے فرار ہو گیا اور پھر قریش سے جا ملا۔

یہ امکان بعید از قیاس نہیں کہ بعض مجرم قصاص میں ضرور قتل کئے گئے ہوں گے۔ لیکن راویوں کے بیان ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہیں کہ قاری فیصلہ ہی نہیں کر سکتا کہ کس کی بات مانے اور کس کی نہ مانے۔

حضورؐ اکرم کی عمزاد بہن حضرت امّ ہانی سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو بنو مخزوم کے دو آدمی بھاگ کر میری پناہ میں آ گئے۔ حضرت علیؓ ان کے تعاقب میں تھے۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ بھی پہنچ گئے۔ اور پناہ گزینوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ چونکہ میں انہیں بچانا چاہتی تھی۔ اس لئے صاف انکار کر دیا۔ اور منظوری کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہاں پہنچی، دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ نے چادر سے پردہ کر رکھا ہے۔ اور آپ اوٹ میں غسل فرما رہے ہیں۔ نہا چکے تو کپڑے پہن کر اشراق کی نماز ادا فرمائی۔ پھر میری

Marfat.com

طرف متوجہ ہو کر بکمالِ کشادہ پیشانی خوش آمدید کہا اور آنے کی وجہ دریافت فرمائی جب میں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا " جسے میری عم زاد بہن نے امان دی اُسے میری طرف سے بھی امان ہے "

خطبہ

جب مکے میں مکمل امن وامان ہو گیا تو حضور اکرمؐ نے اونٹنی پر سوار ہو کر کعبے کا طواف کیا۔ پھر کلید بردار عثمان بن طلحہ کو بلا کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔ لکڑی کی ایک کبوتری رکھی تھی۔ اسے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر کعبے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر مجمعے سے جو صحن مسجد میں جمع ہو گیا تھا مخاطب ہو کر فرمایا۔

" اے لوگو! سن لو کہ خدا کے بغیر اور کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اپنے بندے کو فتح عطا کی اور دشمنوں کو شکست نصیب ہوئی۔ کان کھول کر سنو! کہ جاہلیت کے تمام خون بہا، قصاص اور جاہلی رسوم میرے قدموں کے نیچے ہیں یعنی آج سے منسوخ العمل ہیں، ہاں کعبے کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اس حکم سے مستثنٰی ہے۔ اے قریش! خدا نے تمہارے گھمنڈ اور نسلی غرور کا خاتمہ کر دیا ہے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور آدم کو خدا نے مٹی سے بنایا تھا اس کے بعد قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت پڑھی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا۔ تاکہ پہچانے جا سکو۔ بلاشبہ تم میں وہی شخص محترم ترین ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً خدا دانا اور واقف کار ہے۔

Marfat.com

بیم و رجاء

کعبے کی کرسی زمین سے کافی اونچی ہے۔ حضور اکرمؐ دہلیز پر کھڑے ہیں۔ صحن مسجد میں لوگوں کا ہجوم ہے۔ چھوٹے بڑے، امیر غریب سب سر جھکائے اور آنکھیں نیچے کیے حکم کے منتظر ہیں، کلیجہ دھک دھک کر رہا ہے۔ اور دل و دماغ میں خوف و رجاء کی کشمکش جاری ہے۔ اپنے کرتوتوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو کانپ اٹھتے ہیں کہ نوبت انتقام تک جا پہنچی تو ہمارا برا حشر ہوگا۔ لیکن حضورؐ کی شانِ رحمۃ اللعالمینی کا خیال آتا ہے۔ تو ڈھارس بندھ جاتی ہے کہ بچاؤ کی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئیگی۔ قریش کے یہ وہی بر خود غلط اور مغرور سردار ہیں جن کی اکڑی ہوئی گردنیں کبھی نہیں جھکی تھیں، جن کی آنکھیں دہکتے انگارے اور جن کے سینے کینے اور عداوت کے بھڑکتے تنور تھے۔ آج وہی جابر اور خونخوار سردار بھیگی بلی بنے کھڑے ہیں۔ سامنے وہ ذات قدسی صفات ہے جس نے بعثت کے بعد ہجرت تک ان ظالموں کے ہاتھوں ہر دکھ سہا۔ اس ہجوم میں وہ لوگ موجود ہیں جو حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے وہ بدبخت ہاتھ ابھی شل نہیں ہوا جس نے حالتِ سجدہ میں اونٹ کا اوجھ آپ کی گردن پر ڈال دیا تھا۔ وہ عورت بھی ابھی زندہ ہے جو روزانہ گھر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے گلی سے گزرتے وقت آپ پر ڈال دیا کرتی تھی۔ وہ سنگدل آدمی یہیں کھڑا ہے جس نے غزوۂ احد میں آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا، وہ نادان بچے اب جوان ہو چکے ہیں جو کفار قریش کے اکسانے پر حضور اکرمؐ کو بہ بہانۂ دیوانگی پتھر مارا کرتے تھے غرضیکہ اس بستی میں شاید ہی کوئی ایسا متنفس مل سکے گا۔ جس نے آپ کی دل آزاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہوگا۔

درگذر

فرمایا "اے قریش! کیا تمہیں اندازہ ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں"۔ سب بیک آواز بول اٹھے "ہمیں آپ سے بھلائی اور حسنِ سلوک کی توقع ہے کیونکہ آپ نیک دل بھائی ہیں اور نیک دِل بھائی کے بیٹے ہیں" فرمایا "جاؤ تم آزاد ہو اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا"۔

Marfat.com

سُبحَانَ اللہ! چشمِ فلک نے جرم بخشی اور عدو نوازی کا ایسا رقت انگیز منظر کاہے کو دیکھا ہوگا، یہ وہ شر پسند ہیں جنہوں نے مسلمانوں پر جینا حرام کر دیا تھا اور جن کی شیطنت سے بچنے کے لئے آپ نے عزت کو وطن پر ترجیح دی تھی، جن کے ڈر سے سینکڑوں مسلمان وطن سے بے وطن ہوگئے تھے اور جن کے گھر بار لوٹ کر ان کے اہل و عیال کو یرغمال بنایا تھا۔ بدر و احد کے ہیبت ناک نقشے آنکھوں کے سامنے تھے۔ اور جنگِ خندق کی ہولناک یاد ابھی تازہ تھی۔ بایں ہمہ حضور اکرمؐ نے دنیائے جنگ و جدل میں درگزر کی ایسی مثال پیش کی۔ جس پر زمانہ ہمیشہ حیرت سے سر دھنتا رہے گا۔

کَلیدِ کعبہ اس کے بعد حضور اکرمؐ صحن مسجد میں بیٹھ گئے، کلیدِ کعبہ حضرت علی کے ہاتھ میں تھی، عرض کی "یا رسول اللہ! سقایہ کا منصب تو بنو ہاشم کے پاس ہے ہی۔ کلید برادری (تولیت) کی عزت بھی انہیں عطا فرما دی جائے"! حضور نے فرمایا "عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟" وہ سامنے آیا تو کہا "علی! کعبے کی کنجی اسے واپس دے دو۔ آج کا دن بھلائی اور نیکی کرنے کا دن ہے کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔" عثمان بن طلحہ بھی اسی شہر کا باشندہ ہے۔ جہاں سے مسلمانوں کو دیس نکالا ملا تھا ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئی تھیں۔ ان کے اہل و عیال کو روک لیا گیا تھا لیکن حضورؐ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ بعد کو آنیوالا مورخ یہ لکھ سکے کہ پیغمبر اسلام نے فتح مکہ کے موقع پر کلیدِ کعبہ عثمان بن طلحہ سے لیکر بنو ہاشم کے حوالے کر دی تھی۔

تطہیرِ کعبہ کعبے کی دیواروں پر کفار نے فرشتوں اور انبیاء کی تصاویر نقش کی ہوئی تھیں۔ ایک تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی تھی، ہاتھ میں ازلام (تیر جن سے فال نکالتے تھے) تھے فرمایا "قریش نے ہمارے اس بزرگ کو بھی معاف نہیں کیا ورنہ ابراہیم کا اس مشرکانہ رسم سے کیا واسطہ تھا۔ وہ تو خدا کے فرمانبردار بندے تھے" تصاویر مٹا دی گئیں اور بت توڑ کر باہر پھینک دیئے گئے۔

Marfat.com

کعبے کے چاروں طرف صحن حرم میں بھی سینکڑوں بت نصب تھے۔ حضور اکرم سوار ہو کر نکلے، ہاتھ میں چھڑی تھی جس بت کے پاس سے گزرتے اسے ٹھوکا دیتے وہ منہ یا پیٹھ کے بل گر پڑتا۔ اس طرح حرم کعبہ کا صحن شرک کی نجاست سے پاک کر دیا گیا اور بدیں طریق کئی صدیوں کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی یادگار پھر سے خدائے قدوس کی تسبیح و تہلیل کے لئے مختص کر دی گئی۔

اذان اور تاثر

ابن ہشام راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ حرم میں داخل ہوئے تو حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ ابو سفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حرث بن ہشام صحن مسجد میں بیٹھے تھے، عتاب کہنے لگا "خدا کا شکر کہ میرا باپ مر گیا ہے ورنہ یہ آواز سن کر نہ معلوم اس کے دل پر کیا گزرتی" حرث بن ہشام بولا کہ "اگر مجھے اطمینان ہو جاتا کہ محمد خدا کے نبی ہیں تو میں بھی مسلمان ہو جاتا۔ ابو سفیان نے کہا " میرے لئے خاموش رہنا ہی بہتر ہے ورنہ یہ کنکر بھی میرے خلاف بولنے لگ جائینگے"۔

حرم میں خونریزی

سعید بن ابی سندر سے روایت ہے کہ ہمارے ساتھ احمر نامی ایک شخص بڑا نڈر اور دلیر تھا جب وہ کسی قبیلے پر حملہ آور ہوتا تو شیر کی طرح دھاڑتا اور لوگ ڈر کے مارے گھروں میں چھپ جاتے۔ آخر بنو ہذیل کے کچھ لوگ اس کے قبیلے پر حملے کے ارادے سے آئے، بستی کے قریب پہنچے تو ابن الاثوع الہذلی کہنے لگا، "تم لوگ یہاں ٹھہر جاؤ۔ میں معلوم کر آؤں آیا احمر بستی میں موجود ہے یا نہ" کیونکہ اس کے خراٹوں کی آواز دور سے سنی جا سکتی ہے۔ اگر وہ موجود ہوا تو حملہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ قریب پہنچا تو خراٹوں کی آواز سنائی دی۔ دبے پاؤں گیا اور احمر کو سوتے ہیں قتل کر دیا۔ مکہ فتح ہوا تو ابن الاثوع دریافت حال کے لئے حرم میں آیا۔ بنو خزاعہ کے کسی آدمی نے دیکھ لیا۔ بات پھیل گئی اور بنو خزاعہ نے اسے گھیر لیا۔ اتنے

Marfat.com

میں خراش بن اُمیّہ تلوار لے کر آ گیا اور مذاق میں تلوار اُس کے پیٹ میں گھونپ دی اور ابن الاثوع مر گیا۔ جب حضورؐ اکرم کو حدودِ حرم میں بنو خزاعہ کی اس دست درازی کا علم ہوا تو بُرا مانا۔ فرمایا "اے بنو خزاعہ! کیا خونریزی سے تمہارا پیٹ نہیں بھرا؟ - تم نے جس جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے اس کا خون بہا ادا کرنا پڑے گا" اس کے بعد فرمایا "خدا نے ازل سے بیت الحرام کی حُدود میں خونریزی کو حرام قرار دیا ہے۔ جو شخص بھی خُدا اور رسول کو مانتا ہے اسے اِس فعل سے اجتناب کرنا چاہیئے اور جو لوگ میری یہ بات سُن رہے ہیں ▪▪ اُسے اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں"

عورتوں سے بیعت اور ہندہ

جب حضور اکرمؐ مردوں سے بیعت لے چکے تو عورتوں سے بیعت لینے کے لئے صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ جب ابو سفیان کی بیوی ہندہ کی باری آئی اُس نے نقاب اوڑھ رکھی تھی، حضرت عمر بھی حضورؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ بیعت کے فقرات دُہراتے جاتے اور خواتین حسبِ موقعہ ہاں یا نہ کہہ دیتیں۔ ہندہ اور حضورؐ کے درمیان حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔

حضور اکرمؐ:- اقرار کرو کہ خُدا کے بغیر اور کوئی معبود برحق نہیں۔

ہندہ:- اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور ہماری امداد کرتا۔

حضور اکرمؐ:- چوری نہیں کرو گی۔

ہندہ:- کوئی شریف عورت کیسے چوری کر سکتی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے۔ چونکہ ابو سُفیان کنجوس آدمی ہے اس لئے میں اپنی لبعض ضرورتوں اور بیٹے کی ضرورتوں کے لئے چھوٹی موٹی رقم کبھی کبھی اڑا لیتی ہوں۔

حضور اکرمؐ:- بقدر کفاف لینے میں کوئی حرج نہیں فرمایا "کیا تم ہندہ ہو؟"

ہندہ:- ہاں! یا رسول اللہ! آپ کا اندازہ درست ہے۔ خدا کا فضل و کرم آپ کے شاملِ حال ہو، میرے قصور معاف فرما دیجئے۔

Marfat.com

حضور اکرمؐ:- اقرار کرو کہ زنا نہیں کرو گی۔

ہندہ:- کوئی شریف عورت ایسا کام نہیں کر سکتی۔

حضور اکرمؐ:- مجھ سے ہر اچھے کام میں تعاون کرو گی۔

ہندہ:- یا رسول اللہ! ماشاء اللہ! آپ کتنے کریم النفس ہیں۔ اور آپ کا رشن کتنا مبارک ہے۔

حضور اکرمؐ:- اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔

ہندہ:- ہم کیوں قتل کریں گے۔ ہم نے انہیں پالا پوسا، لیکن آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے بدر کے میدان میں انہیں قتل کیا۔

(حضرت عمرؓ ہندہ کی برجستہ گفتگو سے بڑے محظوظ ہوئے)

قارئین نے ہندہ کی گفتگو سے اندازہ لگایا ہوگا کہ کس کینڈے کی عورت ہے زبان ماشاء اللہ ہاتھ بھر منہ سے باہر ہے، موت کی تلوار سر پہ لٹک رہی ہے۔ لیکن انداز ایسا ہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ وہی عورت ہے جس نے شہیدان اُحد کے کان اور ناک کاٹ کر گلے میں ڈال لئے تھے اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا کر تھوک دیا تھا۔ میاں وہ تھے، بیوی یہ ہے۔ گویا دونوں باون باون گز کے ہیں۔ ادھر رحمۃ اللعالمین ہیں۔ کہ جن کے ماتھے پر شکن نہیں پڑی، جفا و وفا کا ایسا اجتماع کس نے دیکھا ہوگا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں خاندانِ نبوت کو مصائب کے جن طوفانوں سے سابقہ پڑا، کیا وہ حضورؐ کی ان وفاؤں کا صلہ تھا۔

یا وفا خود نبود در عالم :. یا مگر کس دراین زمانہ نکرد

کس نیاموخت علم تیر از من :. کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

عُمیر اور صفوان

جو لوگ اس موقعہ پر مکے سے بھاگ گئے تھے ان میں عکرمہ بن ابو جہل اور صفوان بن اُمیہ بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ صفوان خودکشی کے ارادے سے ساحل سمندر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ عمیر بن وہب نے دربارِ رسالتؐ میں

حاضر ہو کر عرض کی۔ " یارسول اللہ! صفوان سرداران قریش سے ہے اگر آپ اسے معاف فرمادیں تو اس کی جان بچ سکتی ہے" حضورؐ نے معاف فرمادیا۔ حضرت عمیرؓ اس کی تلاش میں نکلے اور چونکہ انہیں خطرہ تھا کہ وہ ان کی بات پر اعتبار نہیں کرے گا۔ اس لئے حضورؐ نے اپنی پگڑی دے دی، عمیرؓ پہنچے تو صفوان کشتی میں سوار ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا "صفوان! کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہو، یہ دیکھو حضورؐ کی پگڑی آپ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔" "میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اور اس موضوع پر کوئی بات نہ کرو" حضرت عمیرؓ نے کہا "صفوان! بخدا رسول کریمؐ اکرم الناس، احلم الناس، اشرف الناس اور خیر الناس ہیں" حضور تمہارے ابن عم ہیں، ان کی عزت تمہاری عزت، ان کا شرف تمہارا شرف اور ان کا ملک تمہارا ملک ہے۔" "لیکن مجھے ان سے خطرہ ہے۔" "صفوان! وہ تمہارے اندازے سے زیادہ حلیم اور زیادہ کریم ہیں۔" صفوان لوٹا، حضور کے سامنے آیا تو کہنے لگا۔ "مجھے عمیر نے بتایا کہ آپؐ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔" "تمہاری اطلاع درست ہے۔" "مجھے سوچنے کو دو مہینے کی مہلت چاہیئے۔" "میں تمہیں چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں۔"

عکرمہ کی معافی

عکرمہ بھاگ کر یمن چلا گیا تھا۔ اس کی بیوی اُمِ حکیم اسلام لے آئی تھیں۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! عکرمہ مارے ڈر کے بھاگ گیا ہے اگر آپؐ اسے امان دے دیں تو میں اُسے بہلا پھسلا کر واپس لے آؤں۔" جب اُمِ حکیم عکرمہ کو یمن سے واپس لائیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ اس تپاک سے اس کی طرف بڑھے کہ کندھے سے چادر ڈھلک کر نیچے گر پڑی۔ عکرمہ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ فتح مکہ کے دو چار دن بعد جب حضور اکرمؐ کو فراغت ملی تو وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لائے تاکہ سعادتِ ایمان سے بہرہ ور ہوں۔ چونکہ آخری عمر میں ابو قحافہ اندھے ہو گئے تھے

آپ نے اُن کی معذوری کو دیکھ کر فرمایا "ابوبکر! تم نے اس معذور بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ مجھے وہاں بے جاتے" بوڑھے میاں نے کلمۂ شہادت پڑھ کر عاقبت سنوار لی۔

فتح مکہ کی اہمیت

کعبے کی وجہ سے مکے کو عرب میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، جب تک قریش کا قبضہ رہا۔ باوجود ایک آدھ شکست کے ان کی حیثیت متاثر نہ ہوئی تھی۔ اور قبائل میں ان کے وقار پر کوئی زد نہیں پڑی تھی۔ فتح مکہ نے سیادت کا تاج حضورؐ کے سر پر رکھ دیا۔ اور قریش کی حیثیت ثانوی ہو گئی۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا تو اسلام کے قدم نہ جم سکتے۔ اس سے اس فتح کی اہمیت کا جس میں نگاہ کی تیغ بازی کا حصہ زیادہ تھا۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ [۱]

بُت کدوں کی بربادی

ہر چند کعبے کی تطہیر ہو چکی تھی، کفار کا سب سے بڑا بُت ہبل توڑ دیا گیا تھا۔ اور مسجدِ حرام کی چھت پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ لیکن چونکہ سارا عرب ایک وسیع و عریض بت خانے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ اس لئے ملک کے طول و عرض میں ابھی کئی تیرتھ موجود تھے۔ جن کا انہدام ضروری تھا۔ یہ وہ بُت کدے تھے جن میں لاتؔ، مناتؔ اور عزّیٰ رکھے ہوئے تھے، عزّیٰ قریش کا اور لاتؔ اہل طائف کا بُت تھا۔ عزّیٰ مکّے سے ایک منزل کے فاصلے پر بہ مقام نخلہ نصب تھا۔ مناتؔ کا مندر مشلّل میں تھا۔ جو مدینے سے سات میل ادھر قدید کے قریب واقع تھا۔ قبیلۂ ہذیل کے بت کا نام سواع تھا۔

جب حضور اکرمؐ مکے کے نظم و نسق سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے حضرت خالد بن ولید

---

[۱] ابن سعد جلد دوم ۸۴، ۸۳، ۷۴، ابن ہشام جلد دوم ۲۷۶، ۲۶۳ سیرت جلد اول ۵۲۸، ۵۰۹ محمد ایٹ مدینہ ۷۰، ۶۵

کو تیس سوار دے کر بمقام نخلہ روانہ کیا۔ تاکہ عزیٰ کا مندر گرا دیں۔ حضرت عمرو بن عاص بنو ہذیل کا بُت خانہ گرانے پر مامور ہوئے۔ حضرت سعد بن زید الاشہلی کو مشلل روانہ فرمایا تا کہ منات کے مندر کو مسمار کر دیں۔ اُن کے ساتھ بیس سوار تھے۔ ہر سہ حضرات اپنے مشن کی تکمیل کر کے واپس آ گئے۔ اور کسی کو مزاحمت کا حوصلہ نہ پڑا۔ لہ

حضرت خالد بن ولید اور بنو جذیمہ

خدشہ جب فتح مکہ کی مہم بہ خیر و عافیت سرانجام پا گئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تطہیر کعبہ کے فرض سے سبکدوش ہو چکے تو اس دوران میں آپ کو تبلیغ اسلام کا خیال آیا۔ جو عرب قبائل ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے ان میں بنو جذیمہ بھی تھے۔ چنانچہ شوال کے مہینے میں آپ نے حضرت خالد بن ولید کو ساڑھے تین سو سپاہیوں کا ایک دستہ دے کر تبلیغ دین کے لئے روانہ فرمایا۔ جب بنو جذیمہ نے لشکر کو آتے دیکھا تو احتیاطاً مسلح ہو گئے جب حضرت خالد کو معلوم ہوا کہ بعد از فتح مکہ بنو جذیمہ مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں تو حضرت خالد نے انہیں ہتھیار رکھ دینے کو کہا۔ جب اہل قبیلہ مشورے کو جمع ہوئے تو جحدم نامی ایک شخص نے غیر مسلح ہونے کی سخت مخالفت کی۔ کہا " تم جانتے ہو کہ خالد تمہارے مقابلے میں ہے اگر تم نے ہتھیار اتار دیئے تو اُس کے رحم و کرم پر ہو گے وہ تمہیں باندھ دے گا۔ اور پھر قتل کر دے گا۔ بہر حال میں کسی حالت میں بھی غیر مسلح نہیں ہوں گا۔" لیکن جب اہل قبیلہ نے اسے سخت مجبور کیا۔ تو بادلِ نخواستہ ان کی بات مان لی۔ اور ہتھیار اتار دیئے۔

حضرت خالدؓ کی دست درازی سوئے اتفاق سے جحدم کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ غیر مسلح ہونے کی دیر تھی کہ حضرت خالد کے سپاہیوں نے انہیں جکڑ لیا۔ اس وقت جحدم نے اہل قبیلہ کو زود اعتمادی پر پھر سے لعن طعن کی لیکن

Marfat.com

اب کیا ہو سکتا تھا۔ حضرت خالد نے انہیں اپنے سپاہیوں میں بانٹ دیا۔ تاکہ ٹھکانے لگا دیں۔ بنو سلیم اور بنو مدلج کے سپاہیوں نے تو اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا لیکن مہاجر اور انصار نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا۔

حضور کی رنجش، حضرت خالد اور عبدالرحمٰن میں جھگڑا

جب لشکر واپس مدینے پہنچا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خالد کی درازدستی کا علم ہوا تو آپؐ کو سخت رنج ہوا۔ شدتِ افسوس سے ہاتھ اوپر اٹھا کر تین دفعہ اس فقرے کو دہرایا " اے خدا! جو کچھ خالد نے کیا ہے۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں"۔ اسی معاملے میں حضرت خالد اور حضرت عبدالرحمان بن عوف میں تو تو، میں میں بھی ہو گئی، حضرت عبدالرحمان نے کہا " خالد! مسلمان ہو کر تم نے کافرانہ حرکت کا ارتکاب کیا ہے"۔ حضرت خالد نے جواب میں کہا: "میں نے تمہارے باپ کا انتقام لیا ہے"۔ "تم غلط کہتے ہو خالد! تم نے میرے باپ کے قاتل کو قتل کر کے اپنے چچا الفاکہ بن مغیرہ کا قصاص لیا ہے"۔ بات بڑھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ رنجیدہ خاطر تو تھے ہی۔ فرمایا " خالد! میرے اصحاب کو ان معاملات میں نہ الجھاؤ۔ بخدا اگر تمہارے پاس اُحد پہاڑ کے ہم وزن سونا ہو اور تم اُسے راہِ خدا میں صرف کر ڈالو جب بھی میرے اصحاب کے ایک وقت کے کھانے کا ہم پلہ نہیں ہو سکے گا"۔

تلافی

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو تلافی مافات کے لئے بنو جذیمہ کے یہاں روانہ فرمایا۔ تاکہ ان کے زخموں پر مرہم رکھ سکیں نیز حکم دیا کہ ان کے نقصان کا پورا پورا معاوضہ ادا کیا جائے اور چونکہ ان لوگوں سے سخت ناانصافی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو تاکید کر دی تھی کہ ان سے فیاضانہ اور کریمانہ سلوک کیا جائے۔ جناب امیرؑ نے ان کے ہر مطالبے کو پذیرائی بخشی۔ یہاں تک کہ اگر اس دار و گیر میں کسی کا کتا بھی مارا گیا تھا تو اس کا معاوضہ بھی ادا کر دیا۔ اور چونکہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کافی رقم دے کر گئے تھے۔ اس لئے بعد از ادائے معاوضہ بھی ان کے پاس بہت کچھ بچ رہا۔ چنانچہ ان کی دلداری کے پیش نظر وہ رقم بھی انہیں ہی دے دی حضور اکرمؐ کو معلوم ہوا تو تحسین فرمائی۔ [1]

حضرت خالد کا عمل

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی بناء پر حضرت خالد نے مسلمانوں کی ایک بے گناہ جماعت کو حوالہ تیغ کر دیا۔ آیا کسی غلط فہمی کی گنجائش ہے اور اگر نہیں تو یہ قتل عمد ہے جس کا قصاص لیا جانا چاہیئے تھا۔

اس باب میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر راوی نے اس واقعہ کے بیان کرنے میں کسی کڑی کو حذف نہیں کیا۔ تو بلاشبہ حضرت خالد کی یہ دراز دستی قتل عمد کے ذیل میں آتی ہے۔ لیکن چونکہ بنو جذیمہ نے قصاص کا دعویٰ نہیں کیا اور خون بہا لینے پر رضامند ہو گئے۔ اس لئے ان کے بچاؤ کی شرعی صورت نکل آئی۔

علاوہ ازیں بحیثیت شارع کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی اختیارات سے اس خونریزی سے درگزر فرمایا۔ بعد ازاں جب حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں حضرت خالد نے پھر اس غلطی کا اعادہ کیا۔ تو چونکہ حضور اکرمؐ چشم پوشی فرما چکے تھے اس لئے خلیفۂ رسول کا تعزیری ہاتھ بھی نہ اٹھ سکا۔

حضرت خالد کی زندگی میں ایک اور ایسے واقعے کی نشاندہی بھی کی جا سکتی ہے جس میں انہوں نے حلم اور بردباری کی بجائے درشتی اور سختی کا مظاہرہ کیا حالانکہ جس پایئے کے وہ جرنیل تھے اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ متانت اور سنجیدگی سے کام لیتے۔ لیکن معلوم

---

[1] ابن ہشام، جلد دوم، ص ۲۸۶، ۲۸۴
ابن سعد 〃 〃 ۲۸۸، ۲۸۹

Marfat.com

پھرتا ہے کہ بعض حالات میں انہیں طبیعت پر قابو نہ رہتا اور احساس "بے بسی" کے عالم میں یہ عمل ان سے سرزد ہو جاتا تھا۔

یہ دوسرا واقعہ حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں پیش آیا۔ مالک بن نویرہ نامی ایک شخص مُرتد ہو گیا۔ جب حضرت خالد فوج لے کر پہنچے تو جس طرح ڈر کے مارے باقی لوگ تائب ہو گئے، مالک بھی تائب ہو گیا لیکن وہ حضرت خالد کے ہتھے چڑھ گیا۔ اور اگرچہ دو آدمیوں نے اُس کی توبہ کی شہادت بھی دی مگر حضرت خالد نہ مانے اور اُسے قتل کر کے اُس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جب مقدمہ حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش ہوا۔ تو اگرچہ حضرت عمر نے اصرار کیا کہ حضرت خالد سے قصاص لیا جائے لیکن خلیفہ نہ مانے۔ بعدہٗ حضرت عمر کے عہد میں ان کی معزولی کی وجوہ میں سے حضرت خالد کا یہ فعل بھی ایک زبردست وجہ تھی۔

وادیٔ نخلہ

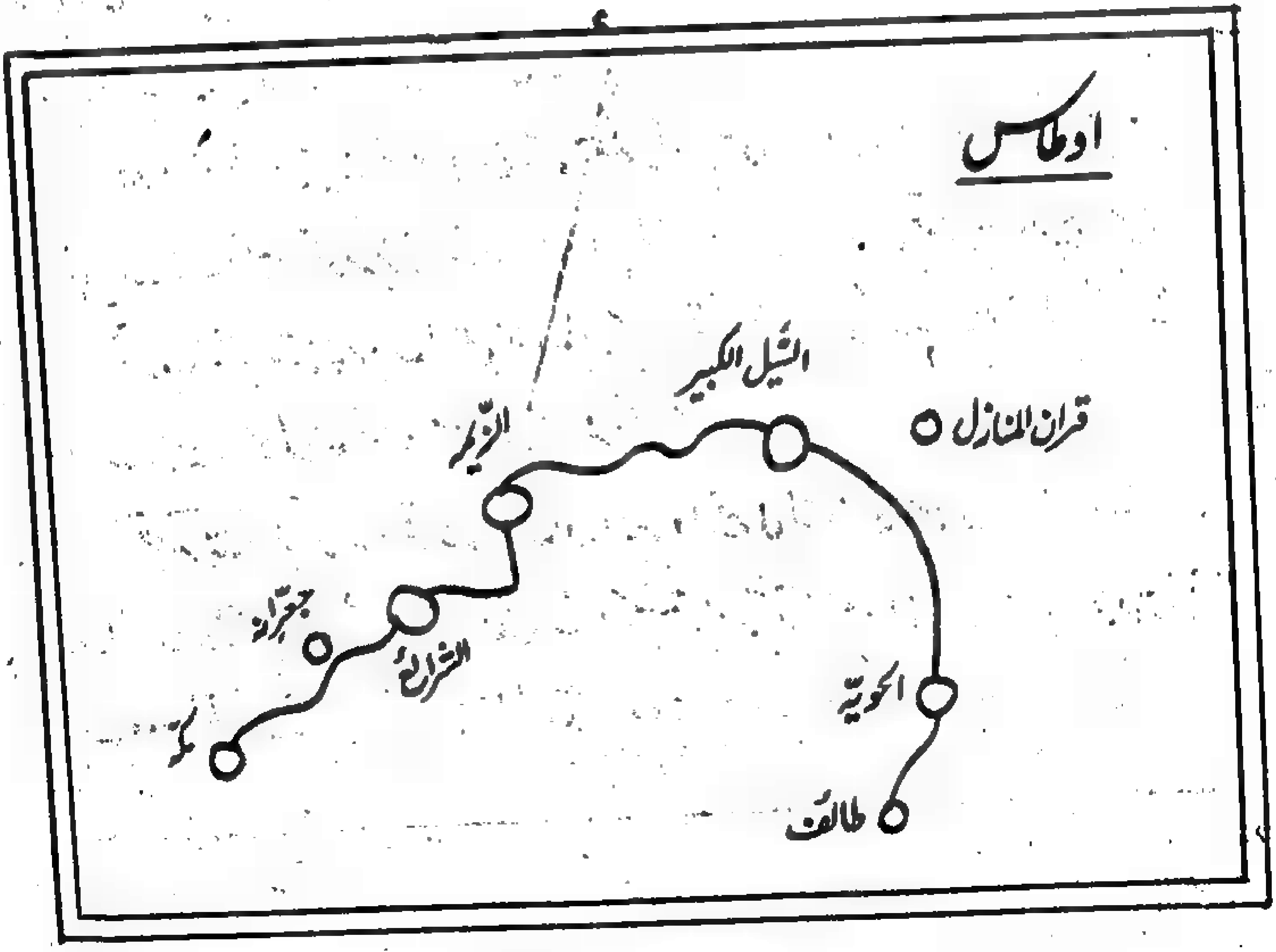

۶۸۰

بشکریہ "تفہیم القرآن"

غزوۂ حُنین

قریش اور بنو ہوازن کے درمیان قدیم ایام سے رقابت چلی آرہی تھی، جب مکہ فتح ہُوا۔ تو بنو ہوازن اور ان کے حلیفوں کو اس خیال سے بڑی مسرت ہوئی کہ قریش کا کانٹا ان کے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹ گیا ہے، سوچا کہ مسلمانوں سے نمٹنے کا یہی موزوں ترین موقعہ ہے، ورنہ بعد میں ان کے پاؤں جم گئے، تو مقابلہ مشکل ہو جائے گا، چنانچہ مالک بن عوف نے قرب وجوار کے حلیف قبائل کو مشورے کے لئے بلایا۔ اس پر بنو ثقیف، بنو جشم اور بنو ہلال کے کچھ لوگوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہی، بنو جشم میں درید بن الصمہ نامی ایک بوڑھا جس کی عمر سو اسو سال کے لگ بھگ تھی، اپنی کاردانی اور تجربہ کاری کی وجہ سے مقبول خاص وعام تھا۔ اور ایسے مواقع پر اس کے مشورے سے ضرور فائدہ اٹھایا جاتا، جب قبائل اپنے اہل وعیال اور مال مویشی لے کر آگئے تو درید کو بھی ایک ہودج میں ڈال کر لے آئے

درید اور مالک

جب وہ اسے ساتھ لئے وادیٔ اوطاس میں اُترے تو درید نے پُوچھا، یہ کون سی وادی ہے؟ انھوں نے کہا، وادی اوطاس، کہنے لگا، ہاں اس میں گھوڑوں کے بھاگنے دوڑنے کی اچھی خاصی گنجائش ہے، اور نیز یہاں کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ بہت نرم، اچھا یہ تو بتاؤ۔ کہ اونٹوں، گھوڑوں، بکریوں اور بچوں کی آوازیں کیوں آرہی ہیں؟

! مالک بن عوف نے قبائل کو کہلا دیا تھا، کہ سب لوگ اپنے اہل وعیال اور مال مویشی ساتھ لائیں، تاکہ

بے جگری سے لڑ سکیں ؛" اُس آدمی نے جواب دیا ؛

درید | مالک کو بلاؤ، جب مالک آیا، تو درید نے اس سے مخاطب ہو کر کہا، "مالک! تم نے قوم کی سرداری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لیا ہے، آج تمہیں ثابت کرنا ہوگا، کہ واقعی تم اس کے اہل ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہئیے، کہ جب کوئی شخص میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے، تو اُسے کوئی چیز واپس نہیں لا سکتی ؛ بلکہ اہل وعیال کی موجودگی مزید رسوائی کا باعث ہوتی ہے، اور اگر پانسا تمہارے حق میں پڑا تو لڑنے والے کو تلوار چاہیئے اور نیزہ، آیا بنو کعب اور بنو کلاب اس مہم میں شریک ہیں ؟

کعب، | نہیں ان میں سے کوئی نہیں آیا ؛

درید، | گویا تلوار کے دھنی اور قومی وقار پر جانیں قربان کرنے والے آئے ہی نہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جہاں بھی عزت اور بڑائی کا سوال ہو، یہ ہرگز پیچھے نہیں ہٹتے ۔ کاش تم بھی اس پھڈے میں پاؤں نہ اڑاتے

درید: | کیا اُن میں سے کوئی بھی نہیں آیا

کعب: | صرف عمرو بن عامر اور عوف بن عامر آئے ہیں

درید: | یہ عامر کے وہ بیٹے ہیں، جن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، مالک! بنو ہوازن کی خوبرو عورتوں کو یہاں گھوڑوں کے سینوں کے سامنے لاکر تم نے اچھا اقدام نہیں کیا، تمہیں چاہیئے تھا، کہ انہیں اپنے محفوظ شہروں میں رہنے دیتے۔ تاکہ اگر جنگ کا نتیجہ تمہارے حق میں نکلتا، تو یہ لوگ تمہارے پاس پہنچ جاتے اور اگر تمہارے خلاف ہوتا، تو اس سے اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا۔ کہ ان کے اہل وعیال کو کوئی گزند نہ پہنچتی

کعب | ؛ "درید! تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو چکی ہے، اس لئے میں تمہاری کسی بات پر عمل نہیں کرونگا

اس کے بعد اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، تم میری بات مانو گے، یا میں تلوار سے خودکشی کرلوں ہرچند بنو ہوازن اور ان کے حلیف درید کی گفتگو سے کافی بددل ہو چکے تھے، لیکن سردارِ قوم کی بات ماننے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ تھا، چنانچہ ہاں کہتے ہی بنی ؛

دریافتِ حال | جب حضورِ اکرمؐ کو بنو ہوازن کے ارادے کا علم ہوا، تو آپ نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی

کو بطورِ جاسوس دریافتِ حال کے لئے روانہ فرمایا؛ وہ ان میں گھل مل گئے، اور چند دن ٹھہرنے کے بعد لوٹ آئے، اور حالات حضورؐ کے گوش گذار کئے، آپ نے حضرت عمرؓ کو حالات سے مطلع فرمایا، تو انہوں نے حضرت عبداللہ کی تکذیب کی، انھوں نے کہا "اے عمرؓ! تم اس سے پہلے بارہا سچ کو جھٹلا چکے ہو؛ اور تم نے مجھ سے بہتر شخص کو بھی جھٹلایا تھا"؛ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ نے عبداللہ کی گفتگو سنی" حضورؐ نے فرمایا "سچ ہی تو کہہ رہا ہے، تم پہلے گمراہ تھے پھر اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی"؛

مالک بن عوف نے اپنے لشکر کو بہ تاکید ہدایت کی، کہ جب تم مسلمانوں کو دیکھو تو اپنی نیام توڑ دو، اور تلواریں سونت کر اس شدّت سے حملہ کرو، کہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلیں؛

زرہیں اور ہتھیار عاریۃً

اسی اثناء میں حضور اکرمؐ کو معلوم ہوا، کہ صفوان بن امیہ کے پاس کافی زرہیں اور ہتھیار ہیں، آپ نے اسے طلب فرمایا، اور پوچھا "اے صفوان! مجھے معلوم ہوا ہے، کہ تمہارے پاس کافی ہتھیار اور زرہیں ہیں، آیا تم ہمیں عاریۃً دے سکو گے"؛ ہر چند صفوان ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا، لیکن چونکہ اس کی رگِ جاں حضور اکرمؐ کے پنجے میں تھی، انکار کیسے کرتا، چنانچہ اس نے سو زرہیں اور کچھ ہتھیار عاریۃً دے دیئے؛

حضورؐ کی روانگی

تیاری مکمل ہو چکی تھی تو آپ نے بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ جن میں دو ہزار اہلِ مکہ تھے اور کچھ وہ لوگ بھی تھے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، حنین کی طرف کوچ فرمایا؛

حضرت حارث بن مالک سے روایت ہے کہ میں ابھی ایمان نہ لایا تھا۔ اثنائے سفر میں ہم ایک بڑے گھنے سایہ دار بیر کے درخت کے پاس سے گذرے، اس کا نام ذات الانواط (کھونٹیوں والا) تھا، یہاں ہر سال میلہ لگتا، قرب و جوار کے لوگ آتے، ہتھیار اتار کر کھونٹیوں سے لٹکا دیتے چڑھاوے چڑھاتے، اور ایک دن گذار کر واپس چلے جاتے، جب ہم درخت کے پاس سے گذرا تو عرض کی۔ "یارسول اللہ! اگر ہمارے لئے بھی ایک آدھ ذات الانواط کا بندوبست ہو جائے، تو کیا خوب ہو"؛ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اللہ اکبر! تم نے وہی بات کہی، جو بنی اسرائیل نے بت پرستوں

Marfat.com

کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی، یہ بیہودہ رسم قدیم عہد سے چلی آ رہی ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ میری امّت بھی کچھ عرصے کے بعد ان لغو رسوم کو اپنا لیگی"۔

بنو ہوازن گھات میں مسلمانوں کے آنے سے پہلے ہی مالک بن عوف لاؤلشکر لیے وہاں پہنچ چکا تھا، اس نے سپاہ کو چاروں طرف دروں، غاروں اور چھوٹی موٹی گھاٹیوں میں ایسے ماہرانہ طریقے سے چھپا دیا تھا، کہ جب اسلامی لشکر وادیٔ اوطاس میں داخل ہوا۔ تو وہاں ہو کا عالم تھا۔ نہ آدم نہ آدم زاد، بے کھٹکے چلے آ رہے تھے، کہ یکایک حملہ ہو گیا، آگے آگے بنو سلیم تھے، انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں فوج گھات میں دُبکی بیٹھی ہے، جب زمین نے آدمی اگلنا شروع کیے۔ تو دیکھتے دیکھتے بیس ہزار سوار اور پیادوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا، تو اُن کے اوسان ایسے خطا ہوئے، کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے، انہیں بھاگتا دیکھ کر باقی لوگ بھی حوصلہ ہار بیٹھے اور آناً فاناً میدان خالی ہو گیا، حضور اکرمؐ سفید خچر پر سوار تھے، مطلع صاف ہوا۔ تو آپ کے پاس گنتی کے جان نثار کھڑے دیکھے گئے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، ابوسفیانؓ بن حارث اور حضرت عباسؓ کے لڑکے فضلؓ بن عباس، ربیعہ بن حارث، اُسامہ بن زیدؓ اور ایمن بن اُم ایمن کل دس آدمی تھے، حضورؐ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ زور سے مہاجرین اور انصار کو آواز دو حضور اکرمؐ خود بھی خچر سے اتر پڑے، اور پکار پکار کر کہنے لگے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

حضرت عباسؓ کی آواز یا مَعْشَرَ الْاَنْصَار، یا اَصْحَابَ الشَّجَرَة کان میں پڑنے کی دیر تھی۔ کہ دوڑتے قدم تھم گئے اور ہر طرف سے لبیک لبیک کی آوازیں آنے لگیں، سانڈنی اونٹ اور گھوڑے سرپٹ بھاگے جا رہے تھے، سواروں نے روکنے کی کوشش کی، بس نہ چلا۔ تو زرہیں پہن لیں، تلوار اور ڈھال ہاتھ میں تھام لی سواری سے چھلانگ لگائی، اور جدھر سے آواز آ رہی تھی، اُدھر کو بھاگے، اور حضور اکرمؐ کے پاس آ کر دم لیا، جب تعداد سو کے لگ بھگ ہو گئی۔ تو بے تحاشا دشمن پر دھاوا بول دیا، جب آپؐ نے تلواریں چلتی دیکھیں۔ تو فرمایا: "لڑائی کی آگ اب بھڑکی ہے"۔

Marfat.com

ابوسفیان وغیرہ کا تاثر جب اسلامی لشکر بدحواسی میں بھاگا جا رہا تھا، تو اہل مکہ میں سے بعض لوگ جو مجبوراً دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، پھولے نہ سماتے تھے، ابوسفیان نے یہ غیر متوقع صورت حال دیکھی، تو کہنے لگا، "مسلمان اب ساحل سمندر سے ادھر دم نہیں لیں گے"۔ جبلہ بن الحنبل کہنے لگا، کہ اب محمد صلعم کا جادو (نعوذ باللہ) ختم ہو گیا" صفوان بن امیہ نے سُنا، تو جھٹ بول اٹھا، "اے ابن الحنبل تجھ پر خدا کی مار، مجھے ہوازن کی غلامی سے قریش کے کسی آدمی کی غلامی بدرجہا بہتر ہے"

قبول اسلام شیبہ بن عثمان راوی ہیں، کہ میرا باپ بھی ان لوگوں میں شامل تھا، جو احد میں مارے گئے تھے، جب غزوہ حنین میں مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے، اور حضور اکرم کے ساتھ صرف چند جاں نثار رہ گئے، تو میں نے دل میں کہا، کہ محمد سے انتقام لینے کا سنہری موقعہ نکل آیا ہے، مگر جب میں اس ارادے سے ادھر کو بڑھا، تو ہیبت سے غش کھا کر گر پڑا، اور مجھے یقین ہو گیا، کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، چنانچہ میں مسلمان ہو گیا،

شتر سوار حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حنین کی جنگ میں ہم نے بنو ہوازن کے ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا، جو بے دھڑک لڑ رہا تھا، حضرت علی اور ایک انصاری نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا، چنانچہ حضرت علی نے پیچھے سے اور انصاری نے سامنے سے حملہ کیا، چونکہ اس کی توجہ بٹ گئی تھی، اس لئے حضرت علی نے موقعہ پا کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، وہ پچھلی ٹانگوں کے بل گری، تو انصاری نے تلوار کے وار سے اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی، اور یوں اس کے شر کا خاتمہ ہو گیا؛

ام سلیم حضور اکرم نے ام سلیم بنت ملحان کو میدان جنگ میں دیکھا، کہ انہوں نے ایک چادر سے کمر کو اچھی طرح کس کر باندھ رکھا تھا، کیونکہ وہ حاملہ تھیں، نیز ایک ہاتھ میں اپنے شوہر ابوطلحہ کے اونٹ کی نکیل مضبوطی سے تھام رکھی تھی، تا کہ شرارت نہ کرنے پائے، حضور نے فرمایا: "ام سلیم ہو؟" عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کا اندازہ درست ہے، عرض کیا یا رسول اللہ

کیا بھاگ جانے والوں کے خلاف اسی طرح جہاد نہ کیا جائے، جس طرح کہ ہم مشرکین کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ فرمایا۔ "ام سلیم! کیا خدا کو یہ بات بھا سکتی ہے۔" ام سلیم کے پاس ایک خنجر تھا، میاں نے پوچھا "بی بی! کیوں لئے پھرتی ہو" کہنے لگیں، اس لئے کہ اگر کوئی مشرک قریب آیا تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی،" ابوطلحہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ نے ام سلیم کی بات سنی، کتنی نڈر ہے"

حضرت ابو قتادہؓ حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے، کہ غزوہ حنین میں، میں نے ایک مسلمان اور مشرک کو لڑتے دیکھا، اتنے میں ایک اور مشرک جب اس کی امداد کو آگے بڑھا تو میں نے تلوار کا وار کر کے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا، اس نے دوسرے ہاتھ سے اتنے زور سے میرا گلا دبایا کہ میں سمجھا، کہ اب کوئی دم کا مہمان ہوں۔ لیکن چونکہ خون بہ جانے سے وہ کمزور ہو گیا تھا، اس لئے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، اور میں بچ گیا۔ بعد از تکمیل مہم حضور اکرمؐ نے اعلان فرمایا۔ کہ مقتول کے ہتھیار اس شخص کو ملیں گے۔ جس کے ہاتھوں وہ مارا گیا ہو، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ، میں نے ایک شخص کو قتل کیا تھا، لیکن چونکہ میں لڑائی میں مصروف رہا، اس لئے کوئی شخص اس کے ہتھیار اتار کر لے گیا ہے، پاس ہی سے ایک آدمی بول اٹھا، "یارسول اللہ یہ سچ کہتا ہے، وہ ہتھیار میں نے اتارے ہیں، لیکن آپ انہیں حکم دیں۔ کہ مجھ سے نہ لیں" حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، اور تم درمیان میں آ ٹپکتے ہو۔ کہ ہتھیار تمہیں دے دے" حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "ابوبکر درست کہہ رہے ہیں، بالآخر اس آدمی نے ہتھیار لوٹا دیئے"

بنو ہوازن کا علم حضرت انس بن مالک راوی ہیں، کہ ابوطلحہ نے اس دن بیس آدمیوں کے ہتھیار اتارے، جب بنو ہوازن کو شکست ہوئی، اور ان کے قبیلے بنو مالک کے ستر آدمی مارے گئے ان کا جھنڈا ذوالخمار نامی ایک شخص کے پاس تھا، جب وہ مارا گیا تو جھنڈا عثمان بن عبداللہ نے تھام لیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی مارا گیا، جب حضور اکرمؐ کو اس کی موت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا۔ "خدا اسے دفع کرے، قریش سے اسے سخت عداوت تھی"

درید کا قتل جب مالک بن عوف کے لشکر کو شکست ہوئی، تو ان میں سے کچھ لوگ بھاگ کر

طائف چلے گئے، مالک بن عوف ان میں شامل تھا، کچھ اوطاس کو اور کچھ نخلہ کو چلے گئے، اسی دوران میں حضرت ربیع بن رفیع نے ایک شتر سوار کو دیکھا، وہ اسے عورت سمجھے، جب انہوں نے اونٹ کی مہار کو پکڑا تو اندر سے ایک مرد کے چیخنے کی آواز آئی یہ درید تھا، پوچھا: "کیا چاہتے ہو؟" کہا تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں، اچھا شوق پورا کرلو انہوں نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا، لیکن اسے کچھ نہ ہوا کہنے لگا: "تمہاری ماں نے تمہیں ہتھیار چلانے کا صحیح طریقہ نہیں بتایا، اونٹ کے پالان میں میری تلوار رکھی ہے، وہ نکال لاؤ اور ہڈیوں کو بچا کر گردن پر وار کرو، کیونکہ میں لوگوں کو اسی طریقے سے قتل کیا کرتا تھا۔ اور جب گھر لوٹو، تو ماں کو بتانا کہ تم نے درید بن صمہ کو قتل کیا ہے، بخدا میں نے بارہا تمہاری عورتوں کو دشمنوں سے بچایا" جب حضرت ربیعہ نے ماں سے اس واقعہ کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا: "بلاشبہ درید نے تمہاری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا"

جو لوگ وادی اوطاس کو بھاگ گئے تھے، حضور اکرمؐ نے ان کے تعاقب میں ابو عامر اشعری کو روانہ فرمایا، ہزیمت خوردہ فوج کی کمان سلمہ بن درید کے ہاتھ میں تھی، حضرت ابو عامر اس کے ہاتھوں مارے گئے، تو حضرت موسیٰ اشعری نے کمان سنبھال لی۔ اور مشرکین کو بھاگتے ہی بنی

مالک بن عوف

مالک بن عوف فوج کے ایک دستے کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک گھاٹی کے سر پر آکر رک گیا۔ اور ساتھیوں سے کہا، کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، انہیں آلینے دو، ان میں کئی کمزور اور بیمار ہوں گے، اس لئے ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہئے، کہ انہیں دقت نہ ہو، یہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ دور افق پر سواروں کا ایک دستہ آتا دکھائی دیا، پوچھا، وہ لوگ کیسے دکھائی دے رہے ہیں، لوگوں نے کہا، انہوں نے لمبے لمبے نیزے اپنے گھوڑوں کے کانوں کے درمیان رکھے ہوئے ہیں، "یہ بنی سلیم ہیں"، ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور دستہ نمودار ہوا، جنہوں نے اپنے نیزے تانے ہوئے تھے، مالک بن عوف کہنے لگا یہ قبیلہ اوس اور خزرج کے آدمی ہیں۔ ان سے بھی کوئی خطرہ نہیں، چنانچہ جب وہ بھی قریب پہنچے، تو ان سے تعرض کیے بغیر بنو سلیم کی طرح وادی میں اتر گئے، اتنے میں ایک سوار آتا دکھائی دیا، جو گھوڑے پر اکڑ کر بیٹھا تھا،

Marfat.com

نیزہ کندھے پر تھا، اور سر پر سُرخ پٹی بندھی تھی، مالک کہنے لگا، یہ زبیر بن العوام ہے، مجھے لات کی قسم، یہ شخص ضرور ہم سے الجھے گا، جب حضرت زبیر وہاں پہنچے، اور ان لوگوں کو وہاں کھڑا پایا، تو تیر اندازی شروع کر دی، چنانچہ ان لوگوں کو وہاں سے ہٹنا پڑا۔

ابن اسحاق راوی ہیں، کہ حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں اس غزوے میں ایک عورت ماری گئی، حضور اکرم کا گذر ہوا، لوگ جمع تھے، پوچھا کیا بات ہے؟ یا رسول اللہ! خالد بن ولید نے اس عورت کو قتل کر دیا ہے، فرمایا "کہاں ہے خالد، اسے جا کر کہو کیا میں نے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع نہیں کیا تھا"

بنو سعد اور حضورؐ کی رضاعی بہن

حضور اکرم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ کا تعلق قبیلۂ بنو سعد بن بکر سے تھا۔ یہ لوگ بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف صف آرا تھے، حضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا، کہ اگر اس قبیلے کا کوئی آدمی ہتھے چڑھ جائے، تو اُسے جانے نہ دینا، کیونکہ ان کا یہ اقدام حد درجہ ناشائستہ اور غیر مناسب ہے۔ اتفاقاً ایک آدمی مل گیا، جسے وہ گھیر گھار کر حضور اکرمؐ کے پاس لے آئے ساتھ ہی حضور کی رضاعی بہن شیما بھی تھیں، چونکہ اس کھینچا تانی میں ان سے کچھ سختی برتی گئی تھی، بُرا مانا۔ اور کہا، کہ میں تمہارے پیغمبرؐ کی رضاعی بہن ہوں، آخر کچھ تو لحاظ کرو، کون کان دھرتا، حضور کے سامنے آئیں، تو وہی بات دہرائی، پوچھا، تمہارے پاس کیا ثبوت ہے عرض کی، "بچپن میں ایک دفعہ آپ نے مجھے دانتوں سے کاٹا تھا" نشان دیکھ لیجئے، حضور اکرم کو بچپن کا زمانہ یاد آ گیا، ماں، باپ اور بہن سامنے آ کھڑے ہوئے، آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے، اُٹھے، اور چادر بچھا کر بہن کو بٹھایا، اور حد درجہ شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا، نیز انہیں اجازت دے دی، کہ اگر جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا، اور اگر میرے پاس ٹھہرنا چاہو، تو تمہارے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا، چونکہ وہ واپس جانا چاہتی تھیں اس لئے آپ نے ایک غلام، ایک کنیز اور کچھ بھیڑ بکریاں دے کر بہن کو رخصت کر دیا۔

Marfat.com

حضرت ابو عامرؓ کی شہادت حضورِ اکرمؐ نے ایک دستۂ فوج کی کمان دے کر حضرت ابو عامرؓ کو ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ جو بھاگ کر اوطاس چلے گئے تھے، وہاں ان کا مقابلہ دس بھائیوں سے ٹھن گیا جن میں سے نو یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھوں سے مارے گئے، ابو عامرؓ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب بھی حملہ آور ہوتے، تو مقابل کو پہلے اسلام کی دعوت دیتے، اور کہتے کہ اے خدا! گواہ رہیو، کہ میں نے اسے دعوتِ اسلام دی ہے، جب دسواں مقابلے میں آیا۔ اور انہوں نے وہی فقرہ دُہرایا، تو اس نے کہا، اے خدا، گواہ نہ رہیو، یہ سُن کر وہ ذرا رُک گئے، اور وہ شخص بھاگ گیا، اور بچ گیا، بعد میں وہ مسلمان ہو گیا، چنانچہ جب بھی حضورِ اکرمؐ کے سامنے آتا، آپ فرماتے "یہ ابو عامرؓ کا بھگوڑا ہے"

حضورِ اکرمؐ غزوۂ حنین کے لئے ۶ شوال ۸ھ کو (مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء) روانہ ہو کر تین دن بعد مقام حنین پہنچے تھے۔ ①

وجوہِ ناکامی: اسلامی لشکر کو آغازِ کار میں جو ناکامی ہوئی، مؤرخین نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں، ایک صاحب کی رائے ہے، کہ چونکہ مسلمانوں کے دلوں میں گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا کہ اتنے بڑے لشکر کو شکست دینا ناممکن ہے اس لئے وہ غیر محتاط ہو گئے تھے، ان کی شکست نے اس آفاقی حقیقت کی تصدیق کر دی، کہ غرور کا سر نیچا، یعنی ہر چند حصولِ مقصد کے لئے جدوجہد کرنا اولین شرط ہے، لیکن حسبِ خواہش نتیجہ کا برآمد ہونا قدرت کی دَین ہے، چنانچہ قرآنِ حکیم نے بھی مسلمانوں کے عُجب و غرور کو ناپسند فرمایا،

---

① ابن ہشام: دوم ۲۸۷-۲۹۴ ، ابن سعد۔ دوم ۲۹۶ - ۲۸۸
سیرۃ اول ۵۴۰-۵۳۰ محمد اینڈ مدینہ ۷۳ — ۷۰

Marfat.com

وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ، ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ

اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تم اپنی کثرتِ تعداد پر پھولے نہ سماتے تھے لیکن تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اتنی وسیع زمین تم پر تنگ ہو گئی، اور تم بھاگ کھڑے ہوئے

(۲) اس مہم میں منافقینِ مکہ کی معتد بہ تعداد شاملِ لشکر تھی، چونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے، اور ان کی روز افزوں ترقی سے حسد کی آگ میں جل رہے تھے، اس لئے انہیں کیا پڑی تھی، کہ دوسروں کے لئے جان جوکھوں میں ڈالتے، بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ وہ اسی غرض سے لشکر کے ساتھ ہولئے تھے، کہ جونہی دشمن کا سامنا ہوا، بھاگ کھڑے ہوں گے، اور یوں مسلمانوں کی جگ ہنسائی کا ایک موقعہ نکل آئے گا

(۳) محدثین کا خیال ہے، کہ اسلامی لشکر کی شکست کی وجہ یہ تھی، کہ وہ لڑائی چھوڑ کر مالِ غنیمت پر پل پڑے، اور جب چاروں طرف سے تلواریں برسنا شروع ہوئیں، تو پاؤں اکھڑ گئے،

اِن تمام وجوہ میں تھوڑا بہت وزن ضرور ہے لیکن ان سے بالاتر ایک اور وجہ بھی ہے جسے حربی اصطلاح میں SURPRISE کہتے ہیں، چنانچہ یہ اسی کا کرشمہ تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جاپانی فضائیہ نے پرل ہاربر پر حملہ کر کے اتحادیوں کو اتنا بدحواس کر دیا تھا، کہ چرچل نے اس دن کو برطانوی قوم کی تاریخ کا سیاہ ترین دن قرار دیا تھا، مسلمانوں کو بھی ایسی ہی صورتِ حال سے پالا پڑا، جب وادی میں انہوں نے قدم رکھا، تو ہر طرف مکمل سناٹا تھا اور کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی، کہ ان گھاٹیوں میں بیس ہزار سپاہ گھات لگائے بیٹھی ہے، بے کھٹکے چلے جا رہے تھے، کہ دشمن نے بجلی کی سی سرعت سے حملہ کر دیا، اور یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا، کہ ہر آدمی سنٹ پٹا گیا، اور جب منافقین سوچی سمجھی سازش کے تحت بھاگے، تو مسلمانوں کے قدم بھی اکھڑ گئے

اس عہد کی جنگوں کی نوعیت بھی عجیب تھی، صرف چند دن پیشتر تیاری کا اعلان کیا جاتا تا،

Marfat.com

اور مقررہ دن کو جان بازی ضرورت کے مطابق ہتھیار باندھتے، اور زادِ سفر لے کر ساتھ ہو لیتے لڑائی چھڑتی، تو دو چار گھنٹوں میں ملکوں کی قسمت کا فیصلہ ہو جاتا، برصغیر میں بھی مسلمانوں کے آنے سے لے کر انگریز کے رخصت ہونے تک یہی صورت حال رہی، چنانچہ شمالی ہند میں سلطان محمود کے حملوں سے لے کر احمد شاہ ابدالی کے معرکوں تک سب لڑائیاں اسی طرح لڑی گئیں، جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں، غزوۂ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں بیس ہزار مشرک تھے اور دونوں طرف کے بہادر جانیں ہتھیلی پر رکھ کر گھروں سے نکلے تھے، لیکن مقام تعجب ہے، کہ یہ ساری کشمکش، جس میں مسلمانوں کی ہزیمت، واپسی اور کفار کی شکست شامل ہے، چند گھنٹوں میں ختم ہو گئی، بیس ہزار مشرکین سے بمشکل ستر پچھتر[۱] آدمی مرے، اور مسلمان شہداء کی تعداد بارہ تھی، حالانکہ اتنی بڑی تعداد میں سے دو چار ہزار آدمیوں کی قربانی کے بعد فتح و شکست کا فیصلہ ہونا چاہیے تھا، لڑنا جھگڑنا ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس لئے جو لوگ گھروں سے مرنے مارنے کا فیصلہ کر کے نکلتے تھے، ان کا یوں بدحواس ہو کر بھاگنا بہت عجیب معلوم ہوتا ہے، اس لئے یہی فرض کرنا پڑے گا کہ جنگ شروع ہوتے ہی جنگ بازوں کی ذہنیت میں فوری تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، اور مرنے مارنے کی بجائے اپنے بچاؤ کی پڑ جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ بھاگ نکلنا، سلامتی کا قریب ترین راستہ ہے،

محاصرۂ طائف

جدید آلاتِ حرب غزوۂ حنین کے بھگوڑوں کی ایک جماعت نے طائف میں جا پناہ لی تھی، اور چونکہ انہیں یقین تھا کہ مسلمان پیچھا کریں گے اس لئے آتے ہی فصیلِ شہر

Marfat.com

سکو اچھی طرح مرمّت کرکے خوراک اور باقی ضروریاتِ زندگی کا کافی ذخیرہ جمع کیا، اور شہر بند ہو گئے، طائف کے لوگ بڑے بہادر اور دلیر تھے، اور اگرچہ اس سے پہلے مسلمانوں سے مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی، لیکن وہ جانتے تھے، کہ مقابلہ ہوگا، اور سخت ہوگا، اس لئے کچھ آدمی اردمیوں کے علاقے میں بھیج کر منجنیقیں، دبابے اور اس عہد کے کچھ اور جدید آلاتِ حرب جمع کر رکھے تھے، روایت ہے، کہ اہل طائف کے خلاف مسلمانوں نے بھی یہ ہتھیار استعمال کیے تھے، کہاں سے حاصل کئے، اس کا ذکر نہیں ملتا،

محاصرہ میں ناکامی

اسلامی لشکر نے طائف کا محاصرہ کیا، تو اہل طائف نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی، جس سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے، جب مسلمانوں نے دبابوں کی مدد سے فصیل شہر تک پہنچنے کی کوشش کی تاکہ نقب لگا کر محاصرہ کو غیر موثر بنا دیں، تو مشرکین نے فصیل کے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں پھینک کر حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دیا جس سے کئی آدمی زخمی ہو گئے، ایک جگہ دیوار شہر میں سوراخ پڑ گیا، جس سے کچھ مسلمان اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، لیکن جلدی ہی انہیں باہر دھکیل دیا گیا، سوراخ بند کر دیا گیا، اور کوشش بار آور نہ ہو سکی، یہ محاصرہ سترہ یا اکیس دن جاری رہا،

جب محاصرے نے طول پکڑا، تو اہل طائف کو زچ کرنے کے لئے حضور اکرم نے حکم دیا، کہ طائف کے آس پاس کے باغات کو اجاڑ دو، جب اہل طائف کو علم ہوا، تو حضور سے درخواست کی کہ برائے خدا یہ حکم واپس لے لیجیے، کہ ایسا عمدہ انگور شاید ہی اور کہیں ملے، اور اگر آپ یہ باغ ہمارے لئے نہیں رہنے دیتے، تو اپنے لئے ہی محفوظ کر لیں، حضور نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا، اور حکم واپس لے لیا،

خویلہ کی درخواست

اس محاصرے کے ایام میں ایک دن خویلہ نے جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی گذارش کی "یا رسول اللہ اگر آپ فتح طائف میں کامیاب ہو جائیں، تو بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل کے زیور مجھے

Marfat.com

عنایت فرمائیں. کہ عرب بھر میں ان کی بڑی شہرت ہے" فرمایا "خویلہ! اگر طائف پر حملے کی اجازت ہی نہ ملی ہو تو پھر" خویلہ حضور کے مطلب کو پا گئیں، کہ آپ محاصرہ اٹھا لینا چاہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو حضور کے ارادے کا علم ہوا، تو بہ اجازت رسولِ اکرمؐ کوچ کی منادی کرادی، اس پر عیینہ بن حصن نے جو مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوا تھا مسلمانوں کی ناکامی سے بڑا خوش ہوا، اور نعرہ مارا. کہ عزت اور بزرگی کا سزاوار خدا ہی ہے" پاس ہی ایک مسلمان کھڑا تھا، بول اٹھا. کہ کیا تم مسلمانوں کی ناکامی پر خوش ہو رہے ہو، حالانکہ تم اسلامی لشکر میں مشرکینِ طائف کے خلاف لڑنے کو شریک ہوئے تھے، کہنے لگا "میں بنو ثقیف سے لڑنے تھوڑا آیا تھا، بلکہ میرا مقصد یہ تھا، کہ اگر محمد صلعم فتح طائف میں کامیاب ہو گئے تو میں ان سے ایک کنیز مانگوں گا. تاکہ اس سے میرا ایک آدھ لڑکا ہو جائے، کیونکہ یہ بلا کے بہادر اور جنگجو لوگ ہیں"؛

حضورؐ کا اعلان

اسی اثناء میں آپؐ نے اعلان فرما دیا، کہ اہل طائف کا جو غلام بھاگ کر ہم سے مل جائے گا، ہم اُسے آزاد کر دیں گے، چنانچہ لہ غلام اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے، اہل طائف کو علم ہوا تو بہت جز بز ہوئے، بعد میں جب اہل طائف مسلمان ہو گئے، تو غلاموں کی واپسی کی درخواست کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا

مروان بن قیس الدوسی کے اہل و عیال بنو ثقیف کے پاس تھے جب وہ اسلامی لشکر میں شامل ہو کر اہل طائف کے خلاف شریکِ جنگ ہوئے، تو اہل طائف نے مروان کے اہل و عیال کو روک لیا، کیونکہ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے، کہ یہ ساری کارستانی مروان کی ہے، جب حضور اکرمؐ کو علم ہوا، تو فرمایا، کہ بنو ثقیف کا جو آدمی بھی تمہارے ہتھے چڑھ جائے، اسے قابو کر لو، چنانچہ صحابہ نے ابی ابن کعب کو پکڑ لیا، اس پر اہل طائف مجبور ہو گئے" اور مروان بن قیس کے اہل و عیال کو چھوڑ دیا!

Marfat.com

ہم لکھ آئے ہیں، کہ مسلمان شہداء کی تعداد بارہ تھی، جن میں سات مہاجر، چار انصار اور ایک صاحب بنو لیث سے تھے، مہاجرین شہدا میں حضرت ابوبکر کے ایک صاحبزادے بھی شامل تھے، جن کا نام عبداللہ تھا۔

تقسیم غنائم

بنو ہوازن کے قیدیوں کی رہائی

جب حضور اکرم حنین سے بہ ارادہ طائف روانہ ہوئے تھے، تو صرف جنگی قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کا تو کوئی حد شمار نہ تھا، اسی اثناء میں ہوازن کے ایک وفد نے جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! ہمیں جو ابتلاء پیش آیا ہے، وہ آپ سے مخفی نہیں، آپ ہم پر احسان فرمائیں، خدا آپ کو اس بھلائی کا نیک اجر دے گا" انہوں نے اپنی بات ختم ہی کی تھی، کہ بنو سعد بن بکر سے زہیر نامی ایک شخص اٹھا، کہنے لگا، ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں، پھوپھیاں اور وہ خواتین بھی شامل ہیں جو آپ کی پرورش میں شریک رہی ہیں، اگر ہم نے حارث بن شمر یا منذر بن نعمان کی پرورش کی ہوتی، تو ان سے بھی ہم بھلائی کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہوتے، آپ تو کہیں زیادہ اقربا نواز اور خویش پرور ہیں، حضور نے پوچھا کہ تمہیں مال متاع اور بال بچوں میں سے عزیز ترین کون سی چیز ہے عرض کیا، "یارسول اللہ اہل وعیال"! فرمایا "ان میں جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تو تمہارا ہو گیا، اب ایسا کرو، کہ جب ہم نماز ظہر پڑھ چکیں، تو تم اٹھ کر کہنا، کہ ہم رسول اللہ کو مسلمانوں کا اور مسلمانوں کو رسول اللہ کا واسطہ دیتے ہیں، کہ ہمارے قیدی آزاد کر دیئے

Marfat.com

جائیں"۔ چنانچہ بعد از نماز ظہر بنو ہوازن نے اپنی درخواست پیش کی، آپؐ نے فرمایا: "میں اپنا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ واگزار کرتا ہوں" حضورؐ کے تتبع میں مہاجرین اور انصار بھی اپنے اپنے حصے سے دست بردار ہو گئے، لیکن بنو تمیم اور بنو فزارہ نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا، حضرت عباس بن مرداس نے کہا، ہم اور بنو سلیم بھی اس سے متفق نہیں ہیں" بنو سلیم کے نمائندے نے کہا نہیں، ہم تو حضور اکرمؐ کی تجویز سے متفق ہیں، عباس بن مرداس کہنے لگے، تم نے میری توہین کی ہے، آپ نے فرمایا۔ جو لوگ اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوئے، میں ان سے وعدہ کرتا ہوں، کہ جونہی موقعہ ملا انہیں ایک ایک قیدی کے بدلے میں چھ چھ غلام دیئے جائیں گے، اس لئے تمام جنگی قیدی چھوڑ دو، گویا اس طرح بنو ہوازن کی درخواست کے جواب میں چھ ہزار قیدیوں کو رہائی ملی

مالکؓ بن عوف

بنو ہوازن کے وفد سے حضور اکرمؐ نے مالک بن عوف کے بارے میں دریافت کیا، تو معلوم ہوا، کہ وہ ابھی تک طائف میں بنو ثقیف کے پاس ٹھہرا ہوا ہے، آپ نے فرمایا۔ اسے میرا پیغام پہنچا دو، کہ اگر وہ اسلام لے آئے، تو اسے اس کے اہل و عیال اور مال مویشی کے علاوہ سو اونٹ بطور عطیہ دیئے جائیں گے، مالک نے سنا تو ٹھہرنا مشکل ہو گیا، لیکن ڈرا، کہ اگر بنو ثقیف کے کانوں میں بھنک پڑ گئی۔ تو یہاں سے بھاگ نکلنا مشکل ہو جائیگا چنانچہ رات کے اندھیرے میں بچ بچا کر نکلا، اور سیدھا دربارِ رسالت میں جا پہنچا حضورؐ نے مناسب پذیرائی فرمائی، اور اسے اپنے قبیلے کا ناظم مقرر کر دیا، اس موقعہ پر مالکؓ نے جذبۂ شکر گزاری سے مجبور ہو کر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ	نہ میں نے دیکھا اور نہ کبھی سنا
فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٖ	تمام لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی آدمی
اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتُدِیْ	جب سخاوت کرنے پر آئیں تو آپ سے زیادہ سخی

Marfat.com

وَمَتٰی تَشَاءُ یُخۡبِرۡکَ عَمَّا فِیۡ غَدٍ
وَ اِذَا الۡکَتِیۡبَةُ عَرَّدَتۡ اَنۡیَابُهَا
بِالسَّمۡهَرِیِّ وَ ضَرۡبِ کُلِّ مُهَنَّدٍ
فَکَاَنَّهٗ لَیۡثٌ عَلٰی اَشۡبَالِهٖ
وَسۡطَ الۡهَبَاءَةِ خَادِرٌ فِیۡ مَرۡصَدٍ

کوئی نہیں اور اگر تم چاہو۔ تو مستقبل کے بارے میں بتا سکتے ہیں اور جب لشکر لڑنے کیلئے اپنے دانت نکال لیں یعنی نیزے تان لیں، اور تلواریں سونت لیں اس وقت آپ کی مثال بپھرے ہوئے شیر کی ہوتی ہے اور جب جنگ کا غبار اڑ رہا ہوتا ہے، تو آپ کمین گاہ میں دشمن پر تاک لگائے بیٹھے ہوتے ہیں،

اصرار تقسیم غنیمت پر جب بنو ہوازن کے اہل وعیال واپس کر دیئے گئے تو لوگوں کے دلوں میں ڈر پیدا ہو گیا۔ کہ اگر بنو ہوازن نے مال مویشی کی واپسی کی درخواست کر دی۔ تو بہت ممکن ہے۔ کہ حضور یہ اشیاء بھی انہیں لوٹا دیں، اس لئے بعض لوگوں نے تقسیم غنائم کے لئے اتنا اصرار کیا، کہ حضور اکرم کی چادر آپ کے کندھے سے گر پڑی، فرمایا، اے لوگو! میری چادر لوٹا دو، بخدا، اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں جتنا مال و متاع ہوتا، جب بھی میں اسے تم میں تقسیم کر دیتا، تم اچھی طرح جانتے ہو، کہ میں کنجوس ہوں نہ جھوٹا، اور نہ بزدل، اس کے بعد آپ ایک اونٹ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے، اس کے کوہان سے چند بال اکھاڑ کر فرمایا، "اے لوگو! میں تمہارے مال سے بغیر از خمس جو خدائی حکم کے ماتحت وصول کیا جاتا ہے، ان بالوں کا روادار بھی نہیں ہوں، اور پھر یہ خمس بھی تھوڑا تھوڑا کر کے تمہیں ہی لوٹا دیتا ہوں" پھر فرمایا، کہ مال غنیمت سے اگر کسی نے کوئی چیز اٹھائی ہو تو وہ بلا توقف واپس کر دے خواہ سوئی اور دھاگا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ خائن کو قیامت کے دن عار، رسوائی اور جہنم کی آگ کے بغیر اور کچھ نہیں ملے گا،

Marfat.com

انصاری اور اُون

ایک انصاری نے مال غنیمت میں سے اُونٹ کی تھوڑی سی اون پالان کی مرمّت کے لئے بغیر اجازت لے لی تھی، عرض کی، یا رسول اللہ! اس اون کے بارے میں کیا ارشاد ہے"۔ فرمایا، اس میں میرا حصہ تمہیں حلال ہے، بولا "حضور! اگر صورت حال یہ ہے، تو میں لیتا ہی نہیں"۔ چنانچہ انہوں نے اون رکھدی، حضور کے چچازاد بھائی عقیل بن ابو طالب نے ایک سوئی اٹھائی تھی۔ حضور کا اعلان سنا، تو سوئی واپس لے آئے؛

تقسیم غنیمت اور مؤلفۃ القلوب

غنیمت کا سارا مال جعرانہ میں روک لیا گیا تھا، محاصرہ اٹھا۔ تو حضور واپس تشریف لائے۔ جنگی قیدی تو آزاد کر دیئے گئے، اونٹ چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار اور چاندی چار ہزار اوقیہ تھی، بیس ہزار آدمی مالک بن عوف کے کہنے پر اپنا سارا اثاثہ اٹھا لائے تھے، اس میں جو اور اشیاء شامل تھیں، روایت اس کے بارے میں خاموش ہے، ظاہر ہے، کہ اس کا اندازہ ہر آدمی اپنے فہم کے مطابق ہی لگائے گا، اس تقسیم میں حضور اکرم نے اپنے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کو تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی برائے تالیف قلب عطا فرمائی، تاکہ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (سجدہ، ۳۵) کا تقاضہ پورا ہو سکے، یہ وہی شخص ہے، کہ جب تک بن پڑا، اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہا، جب سب حیلے حوالے ناکام ہو گئے تو باول نخواستہ بیعت کر لی، اور جب غنیمت کا حلوہ تقسیم ہونے لگا، تو جس کے کشکول میں سب سے بڑی بھیک ڈالی گئی، وہ جناب ابوسفیان تھے، لیکن جب ناہنجار زمانے نے عنانِ اختیار اس خاندان کے ہاتھ میں دے دی، تو خاندان نبوت پر جو کچھ بیتی، اس نے جذبہ "شکر گزاری" کے سارے اگلے پچھلے ریکارڈ مات کر دیئے؛

Marfat.com

حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ عطا فرمائے، یہ صاحب زمانہ جاہلیت میں حضور اکرم کے مخلص دوستوں میں سے تھے، اور ہرچند انہیں فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے کی توفیق ارزانی نہ ہوئی، لیکن دوستی کا رشتہ ٹوٹنے نہ پایا تھا بلکہ وہ ایک آدھ دفعہ حضور سے ملنے مدینے بھی آ گئے تھے، مندرجہ ذیل نومسلموں کو سو سو اونٹ ملے النفیر بن حرث، صفوان بن امیہ، قیس بن عدی، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن

مندرجہ ذیل فہرست میں جو لوگ شامل ہیں، ان میں سے بعض کو پچاس پچاس اور بعض کو عام لوگوں سے کچھ زیادہ حصہ ملا، یہ لوگ بھی فتح مکہ کے بعد بہ مجبوریٔ حالات مسلمان ہوگئے تھے، مخرمہ بن نوفل زہری، عمیر بن وہب، ہشام بن عمرو اور سعید بن یربوع عباس بن مرداس کو بھی آپ نے عام لوگوں سے کچھ زیادہ ہی دیا، لیکن دل نہ بھرا، اپنی شکایت کو نظم کیا، اور دربار رسالت میں گزارش، خلاصہ یہ تھا، کہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو مجھ پر کیوں ترجیح دی گئی ہے، حضور نے صحابہ کو اس کی زبان بندی کی ہدایت فرمائی، تو انہوں نے اسے کچھ دے دلا کر چپ کرا دیا، اسی طرح ایک شخص نے خدمت اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ، آپ نے اقرع اور عیینہ کو سو سو اونٹ دیئے ہیں، لیکن جعیل بن سراقہ کو کچھ نہیں دیا، فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کہ جعیل مجھے ان دونوں سے ہزار گنا عزیز تر ہے، مگر مجھے ان کی تالیف قلب منظور تھی، اسلئے انہیں اونٹوں سے نوازا۔ اور جعیل کو اس کے اسلام کے سپرد کر دیا،

فوج کا حصہ، عام فوج کے حصے میں فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں، یہ پیدل فوج کے بارے میں ہے، سوار فوج کو اس کا تگنا حصہ ملا، جب حضور اکرم اس تقسیم سے فارغ ہوئے، تو ذوالخویصرہ نامی ایک تمیمی نے حضور اکرم سے مخاطب ہو کر کہا۔ محمد رسول اللہ میں آپ کی تقسیم سے مطمئن نہیں ہوں، آپ نے انصاف نہیں کیا۔" فرمایا: "اگر میں انصاف

نہیں کرسکتا، تو تمہیں انصاف کہاں سے ملے گا، حضرت عمرؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! کیوں نہ اس کا کام تمام کردوں؛ فرمایا، نہیں، عنقریب اس کے گرد ایسے لوگ جمع ہوجائیں گے، جو دین میں غلو کریں گے اور پھر اس کی پابندیوں سے یوں نکل جائینگے جیسے کمان سے تیر۔

انصارؓ کی شکایت حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، کہ جب حضورِ اکرمؐ نے قریش کو مالِ غنیمت سے بے تحاشا نوازا، اور انصار کو بالکل کچھ نہ ملا، تو انہیں بہ تقاضائے بشریت اس محرومی کا بہت دکھ ہوا، باہم چہ میگوئیاں ہوئیں جتنے منہ اتنی باتیں، کسی نے کہا، حضور نے آخرکار اپنی ہی قوم کو نوازا، کوئی بولا، ہماری تلواروں سے آج بھی قریش کا خون ٹپک رہا ہے، یہ تو وہ بات ہوئی، دکھ جھیلیں بی فاختہ، کوے انڈے کھائیں، جب بات بہت بڑھ گئی، تو حضرت سعد بن عبادہ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ، انصار کو آپ کے طرزِ عمل سے سخت شکایت پیدا ہوگئی ہے کہ آپ نے قریش کو بڑے بڑے عطیات دیئے اور وہ دیکھتے رہ گئے، فرمایا، اچھا تمہاری کیا رائے ہے، عرض کی، حضور! میں ان سے علیحدہ تو نہیں ہوسکتا؛ اچھا، تو جاؤ، اور انہیں فلاں احاطے میں جمع کرو، حضور تشریف لے گئے، بعد از حمد و ثنا فرمایا:

حضور کا خطبہ اے گروہِ انصار! تمہارے دل میں میری بابت جو ناراضامندی کے خیالات پیدا ہوئے ہیں، مجھے ان کا علم ہوچکا ہے کیا یہ درست نہیں، کہ جب میں آیا تم گمراہ تھے، خدا نے تمہیں ہدایت عطا کی، نادار تھے، اس نے تمہیں دولت بخشی تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی ہے،

Marfat.com

(انصار نے کہا بلا شبہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے، پھر فرمایا، کیا تم اس کے جواب میں کچھ نہیں کہو گے؟ یا رسول اللہ! ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ ہم تو اللہ اور اس کے رسول کے ممنونِ احسان ہیں، فرمایا، اگر تم چاہو، تو کہہ سکتے ہو، جب قریش نے آپ کی تکذیب کی، ہم نے تصدیق کی، جب انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا، ہم آپ کی امداد کو آگے بڑھے جب آپ کو دیس نکالا ملا، ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ خستہ حال تھے؛ ہم نے آپ سے ہمدردی کی: اے گروہِ انصار! کیا تم دنیا کے اُس مال و متاع کی خاطر بگڑ گئے ہو، جس سے میں نے اہل مکہ کی دلداری کی، تاکہ وہ اسلام لے آئیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا؛ اے گروہِ انصار کیا تمہیں یہ منظور نہیں، کہ جب قریش اونٹ اور بکریاں لے کر گھروں کو لوٹیں تو تمہارے ساتھ خدا کا رسول ہو، خدا کی قسم، اگر ہجرت کا خوشنہ درمیان میں نہ ہوتا، تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اب اگر ساری دنیا ایک طرف کو ہو لے اور انصار کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں؛ تو میں انصار کا ساتھ دوں گا، اے خدا! تو انصار پر رحم کر: ان کے بیٹوں پر رحم کر: ان کے پوتوں پر رحم کر۔"

حضور اکرم کے ان ارشادات سے انصار پر رقت طاری ہو گئی: اور اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں بھیگ گئیں، اور بہ یک زبان پکار اُٹھے: کہ ہم رسول کریم کی تقسیم پر بہ دل و جان رضا مند ہیں۔ اور ہمیں قطعاً کوئی شکایت نہیں۔

عمرہ: جعرانہ سے حضور اکرم نے بہ ارادہ عمرہ مکہ کا ارادہ فرمایا، اور حکم دیا کہ غنیمت کا بقایا مال مرالظہران پہنچا دیا جائے، بعد از فراغت مدینہ کو کوچ کیا، اور ذوالقعدہ کے آخری عشرے میں واپس مدینہ پہنچ گئے؛

غزوہ حنین میں دو امر وضاحت طلب ہیں، تقسیم مالِ غنیمت اور شکایت

وضاحت انصار، ہر شخص کو معلوم ہے، کہ حضور اکرم کی بعثت کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور تکمیل مکارم اخلاق تھا۔ فتح ہوتی، تو حضور مالِ غنیمت کو شرکائے جنگ میں تقسیم فرما دیتے اس جنگ میں خلاف معمول آپ نے بڑے بڑے عطیات ان لوگوں کو دے دیئے، جو اصولاً مستحق نہ تھے، لیکن چونکہ آپ کے مشن کی تکمیل کی ایک صورت یہ بھی تھی، اس لئے ان لوگوں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنے کی غرض سے ہزار ڈیڑھ ہزار اونٹوں کی قربانی کوئی بہت بڑی قیمت نہ تھی، آپ نے اس نسخے کو آزمایا، اور مفید نتائج مرتب ہوئے۔

انصار کی شکایت بے محل نہ تھی، انہیں حصہ ملنا چاہئے تھا، لیکن قریش کی تالیف قلوب کے علاوہ آپ مالِ غنیمت کی قدر و قیمت کو گھٹانا چاہتے تھے، اور چونکہ انصار مقابلتہً مرفہ الحال تھے، اور نیز قابل اعتماد تھے اس لئے انہیں ابتلاء میں ڈالا گیا، لیکن جس انداز سے ان کی شکایت کا ازالہ فرمایا ہے آپ شاہکار کہنا چاہئے؛

غزوۂ تبوک

ملکی حالات حضور اکرم حنین سے واپس آئے، تو ذی الحجہ ۸ھ سے لیکر رجب ۹ھ تک مدینے میں قیام پذیر رہے، یہ وہ زمانہ تھا، کہ مدینے پر غسانیوں کے حملے کا سخت خطرہ تھا، افواہیں پھیلتیں اور اہل شہر کے سکون کو تہ و بالا کر جاتیں، خطرے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اکثر صحابہ راتوں کو ہتھیار باندھ کر سوتے، علاوہ ازیں یہ زمانہ بڑی عسرت اور تنگی کا تھا، نیز سموم چلنا شروع ہو گئی تھی اور موسم اتنا گرم تھا، کہ چیل انڈا چھوڑتی تھی، اس کے علاوہ ہر طرف وبا پھیلی ہوئی تھی، اور لوگ دھڑا دھڑ مر رہے تھے؛

Marfat.com

سبز باغاتِ مدینہ میں پھل پکنا شروع ہو گئے تھے؛ چنانچہ لوگوں کی شدید خواہش تھی کہ ایسے ناخوشگوار موسم اور ناسازگار حالات میں آرام سے گھروں میں رہیں؛ اور کہیں آئیں نہ جائیں، ہرچند ایسی ناموافق صورتِ حال کے پیشِ نظر فوج کشی کی کوئی گنجائش نہ تھی، لیکن حضور نے اس دغدغے کو ختم کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا؛ ایسے مواقع پر آپ کا معمول یہ تھا کہ جدھر کو جانا ہوتا؛ اخفائے راز کی خاطر اس جگہ کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ اور مقامات کے بارے میں دریافت کرتے؛ تاکہ منافقینِ مدینہ کوئی فائدہ نہ اٹھاسکیں، لیکن اس موقعہ پر آپ نے صاف صاف بتا دیا؛ کہ یہ مہم حکومتِ روم کے خلاف ہے؛

منافقین کی شرارت

منافقینِ مدینہ بھی عبداللہ بن ابی کی سرکردگی میں جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے؛ حضور اکرم کو معلوم ہوا؛ تو آپ نے ایک منافق سے جس کا نام جد بن قیس سلمی تھا؛ دریافت فرمایا؛ کیوں میاں، اس مہم میں ہمارا ساتھ دو گے یا نہ؛ کہنے لگا؛ یارسول اللہ! جانے میں تو کوئی عذر نہیں لیکن مصیبت یہ ہے؛ کہ روم کی حسین عورتیں میری بہت بڑی کمزوری ہیں، اور میں انہیں دیکھ کر بے بس ہو جاتا ہوں، اس لئے آپ مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیں؛ تو بہتر ہوگا، حضور نے اس کی لغو گفتگو سنی؛ تو منہ پھیر لیا! یہ تو ایک منافق کا حال تھا؛ کئی اور ایسے تھے؛ جو مسلمانوں کو طرح طرح کی باتیں بنا کر بہکاتے پھرتے تھے؛ کوئی کہتا؛ اس قیامت کی گرمی میں کانٹے کوسوں کی یہ مسافت کیسے طے کرو گے، باغوں میں پھل آیا ہوا ہے؛ آرام سے بیٹھو؛ اور کھاؤ پیو؛ اگر تم لشکر کے ساتھ ہو لئے؛ تو تمہاری غیر حاضری میں باغات تباہ ہو جائیں گے اور اگر لڑائی میں مارے گئے؛ تو تمہارے اہل وعیال کی خبر گیری کون کرے گا، ہرچند عامۃ المسلمین نے اس پروپیگنڈا کا کوئی اثر نہ لیا، لیکن انصار کے کچھ لوگ شش و پنج میں پڑ گئے اور ساتھ نہ دے سکے؛

Marfat.com

تیاری | نیتؔ الٰہی کا حکم ملتے ہی ہر شخص تگ ودو میں معروف ہوگیا، زادِ سفر اور ہتھیاروں کے علاوہ سواری کا سوال بھی کچھ کم اہم نہ تھا، کچھ لوگ ایسے تھے جن سے کوئی انتظام نہ ہو سکا، تو دربارِ رسالت میں برائے امداد حاضر ہوئے! ہر چند حضورِ اکرم کے فرمان کی تعمیل میں امراءِ صحابہ نے گراں قدر رقم پیش کی تھی، بالخصوص[1] حضرت عثمان نے دو سو اونٹوں کے علاوہ دو سو اوقیہ چاندی بھی پیش کی، حضرت عثمان ان مخیر صحابہ میں سے تھے، جو ہر مشکل وقت میں اسلام کی خدمت کے لئے پیش پیش ہوتے! آپ نے اس موقعہ پر فرمایا، اے خدا میں عثمان سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو! لیکن وہ ایسے وقت آئے، جب حضور ان کی کوئی امداد نہ کر سکے، چنانچہ وہ ایسے مایوس ہوئے، کہ دربارِ رسالت سے نکلے، تو روتے جاتے تھے!

ان محروم حضرات میں سے ابویعلی عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن بن مغفل کی ملاقات حضرت ابن یامین بن عمیر نضری سے ہوگئی، پوچھا کیوں رو رہے ہو، جب وجہ معلوم ہوئی، تو کہا آؤ، میں تمہاری امداد کرتا ہوں، چنانچہ انہوں نے زادِ سفر کے علاوہ سواری کا انتظام بھی کر دیا، اور یوں وہ دونوں حضورِ اکرم کے ساتھ اسلامی لشکر میں شامل ہوگئے!!

---

[1] یہی وہ موقعہ تھا، جب حضرت عمرؓ کے دل میں حضرت ابوبکر کو مات دینے کا ولولہ پیدا ہوا، اور اپنے اثاثے کے دو حصے کر کے ایک حصہ حضورِ اکرمؐ کے امدادی فنڈ میں دے دیا، اور جب آپ نے دریافت کیا، کہ اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو، تو انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ، ایک حصہ اہل وعیال کے لئے رکھ آیا ہوں، آپ نے تحسین فرمائی، حضرت عمرؓ دل میں خوش تھے، کہ آج میری جیت یقینی ہے، اتنے میں صدیق اکبرؓ آگئے، اور سب کچھ لا کر رسالت مآب کے قدموں میں ڈال دیا، پوچھا، ابوبکرؓ! اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے، عرض کیا یارسول اللہ، خدا اور اس کے رسول کا نام!! حضرت عمرؓ نے سنا، تو دل تھام کر رہ گئے!

Marfat.com

منافقین کا لشکر

مدینہ سے روانگی کا وقت آیا؛ تو آپ نے محمد بن مسلمہ کو نائب مقرر کر کے کوچ فرمایا؛ اور ثنیۃ الوداع کے مقام پر پہلا پڑاؤ کیا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی اپنے حواری لے کر ساتھ ہولیا؛ اور اسلامی لشکر سے تھوڑی دور وہ بھی اتر پڑا؛ لشکرِ منافقین کی تعداد بھی اسلامی لشکر سے کچھ کم نہ تھی؛ دوسرے دن حضورِ اکرم تو آگے روانہ ہو گئے؛ لیکن عبداللہ بن ابی مع لشکر واپس آگیا،

حضرت علیؓ کی عدم شرکت

آپ نے اس مہم میں خلافِ معمول حضرت علی کو اپنے حرم اور بنو ہاشم کے گھرانوں کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا؛ منافقینِ مدینہ؛ جو شوشے چھوڑنے کا کوئی موقعہ رائیگاں نہیں جانے دیتے تھے؛ خاموش نہ رہ سکے؛ اور یہ بات اڑادی؛ کہ چونکہ محمد (صلی اللہ) اپنے داماد کی کارگذاری سے مطمئن نہیں؛ اس لئے اسے یہیں چھوڑ چلے ہیں؛ حضرت علی منافقین کے طعنوں سے سخت برافروختہ ہوئے؛ ہتھیار باندھے اور زادِ سفر لے کر حضورِ اکرم کے تعاقب میں چل دیئے اور بہ مقام جرف آپؐ سے جا ملے؛ منافقین سے جو کچھ سُنا تھا؛ حضور کے گوش گذار کیا؛ اور معیّت کی درخواست کی؛ فرمایا۔ علی! منافقوں کی باتوں سے بددل ہو گئے ہو؛ کیا تمہیں یہ پسند نہیں؛ کہ میرے بعد تمہاری حیثیت ایسی ہو؛ جیسی۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ کی تھی؛ جناب امیر کی تسلّی ہو گئی؛ اور لوٹ آئے؛

ابوخیثمہ

حضرت ابوخیثمہ بھی ان لوگوں میں سے تھے؛ جو کسی ضرورت سے حضور کا ساتھ نہ دے سکے تھے؛ ایک دن باہر سے گھر لوٹے؛ تو ان کی دو جوان بیویوں نے ان کی پذیرائی؛ اور آرام و آسائش کے لئے کھانے پینے کا بہت کچھ بندوبست کر رکھا تھا؛ یہ دیکھ کر انہیں خیال آیا؛ "ابوخیثمہ! حیف ہے، کہ حضور اکرم اس قیامت کی گرمی؛ اور طوفانی جھکڑوں میں، فوج کے ساتھ لق و دق صحراؤں کے سینے چیرتے دشمنانِ دین کے مقابلے کے لئے رواں دواں ہوں، اور تو یہاں ٹھنڈی چھاؤں میں زندگی کے مزے لوٹے"، فوراً

زادِ سفر تیار کیا، اور حضور اکرمؐ کے تعاقب میں چل دیئے؛ اثنائے راہ میں حضرت عمیر بن وہب سے ملاقات ہوگئی، دونوں ساتھ ہولئے، حضور نے بمقام تبوک پڑاؤ کیا ہوا تھا؛ کہ دور سے دو سوار آتے دکھائی دیئے؛ دیکھ کر آپ نے فرمایا، خدا کرے، ان میں ابو خیثمہ بھی ہو، قریب پہنچے؛ تو سلام عرض کرنے کے بعد تمام سرگذشت بیان کی؛ حضور نے سُن کر تحسین فرمائی، اور دعائے خیر کی؛

راستے میں کچھ مقامات ایسے بھی تھے، جہاں تباہ شدہ اقوام گزشتہ

کھنڈرات کے آثار اور کھنڈرات تھے؛ آپ نے منہ ڈھانپ لیا؛ اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا؛ یہ ان اقوام کی بستیاں ہیں، جنہوں نے خدائی احکام کی خلاف ورزی کی، اور برباد ہوئیں، تم اس گرد و پیش میں کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا؛ کہ یہ مقامات عبرت گاہیں ہیں؛ جہاں اللہ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیئے؛

ابوذر غفاری چونکہ یہ سفر بڑا طول طویل اور مسافت سخت تھکا دینے والی تھی اس لئے ہر روز ایک آدھ آدمی تھک کر یا گھبرا کر پیچھے رہ جاتا؛ صحابہ حضور سے ذکر کرتے، تو آپ فرماتے، "جانے دو اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی، تو گرتا پڑتا پہنچ جائے گا، ورنہ خیر" کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوذر غفاری کا اونٹ بھی تھکان کی وجہ سے سست پڑ گیا، اور وہ لشکر سے پیچھے رہ گئے؛ حضور کو معلوم ہوا؛ تو ان کے متعلق بھی وہی بات دہرائی؛ جب حضرت ابوذر نے دیکھا، کہ اونٹ جواب دے گیا ہے؛ تو اسے وہیں چھوڑا؛ ساز و سامان کندھے پر رکھا، اور حضور کے تعاقب میں چل دیئے؛ آپ نے پڑاؤ کیا ہوا تھا، کسی نے دیکھا، کہ دور سے ایک شخص سر پر بوجھ رکھے پیدل چلا آرہا ہے، آپ نے فرمایا؛ خدا کرے ابوذر ہو، لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! آنے والا ابوذر ہی ہے، آپ نے اُن کیلئے دُعائے خیر فرمائی؛

Marfat.com

منافقین کا پراپگنڈہ منافقین کی ایک جماعت اسلامی لشکر میں بزدلی پیدا کرنے کے لئے سایے کی طرح ساتھ ساتھ تھی؛ اور طریقے سلیقے سے جو منہ میں آتا وہ کہتی چلی جاتی، اب کے انہوں نے اس بات پر زور باندھ رکھا تھا، کہ رومی بڑے بہادر لوگ ہیں، ان سے لڑنا پہاڑ سے ٹکر لینا ہے؛ یہ عرب قبائل کی جنگ نہیں ہے، کہ معمولی سی جھڑپ کے بعد مخالف کو مار بھگاؤ گے؛ یا خود بھاگ جاؤ گے، مقابلہ ہونے کی دیر ہے؛ کہ تم اپنے آپ کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا پاؤ گے؛ حضور اکرم کو معلوم ہوا: تو بلا کر جواب طلبی فرمائی؛ کہنے لگے، یا رسول، ہم تو یونہی مذاق کر رہے تھے؛ ہمارے احباب نے اسے سچ سمجھ لیا؛

غلط افواہ جب آپ بہ مقام تبوک پہنچے، تو معلوم ہوا؛ کہ رومی لشکر کے اجتماع کی افواہ غلط تھی؛ چونکہ اسلامی لشکر کافی تھکا ہوا تھا، اس لئے آپ نے چند روزہ قیام کا پروگرام بنایا؛ اسی اثناء میں حاکم ایلہ یحنہ بن رؤبہ کے علاوہ اہل جربا اور اذرح نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر ادائیگی جزیہ پر صلح کر لی، آپ نے انہیں جو امان نامہ لکھ کر دیا؛ اس کا مضمون یہ تھا؛؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ امان نامہ اللہ اور اس کے رسول محمد بن عبداللہ ﷺ کی طرف سے یحنہ بن روبہ حاکم ایلہ کو دیا جا رہا ہے؛ کہ ان کے قافلے اور کشتیاں بلا روک ٹوک خشکی اور تری میں رواں دواں رہیں گی؛ اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہوگی؛ اگر کسی نے ان کے خلاف کسی زیادتی کا ارتکاب کیا؛ تو اس کی جان و مال دوسروں پر حلال ہوگا؛ کوئی شخص انہیں کسی چشمے پر اترنے اور کسی راستے پر چلنے سے منع نہ کرے؛

Marfat.com

حضور اکرم نے حضرت خالد بن ولید کو اکیدر بن عبد الملک

حضرت خالد بن ولید اور اکیدر حاکم کندہ پر چڑھائی کا حکم دیا، حضرت خالد چاندنی رات میں؛ جب اس کے قلعے کے قریب پہنچے؛ تو اکیدر اور اس کے اہلِ خاندان چھت پر کھڑے چاندنی کی سیر دیکھ رہے تھے؛ اور ایک نیل گائے قلعے کے دروازے کو ٹکریں مار رہی تھی، اکیدر اور اس کا بھائی حسان شکار کے ارادے سے نکلے تو اسلامی لشکر سے مقابلہ ہوگیا، اکیدر گرفتار ہوگیا اور حسان مارا گیا؛ حضرت خالد نے اسے حضور کے سامنے پیش کیا؛ چنانچہ اس نے جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرکے رہائی حاصل کرلی

حضور نے تبوک میں دس بارہ دن کے قیام کے بعد واپسی کا حکم دیا، اثناء

واپسی راہ میں ایک منزل پر حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا انتقال ہوگیا؛ آپ ان مخلصین میں سے تھے، جنہوں نے اسلام کی خاطر بہت دُکھ اٹھائے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں، کہ ایک رات میں نے پڑاؤ سے تھوڑی دور روشنی دیکھی؛ ادھر کو چل دیا؛ دیکھا؛ کہ حضور اکرم ہیں؛ ساتھ ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں؛ اور قبر کھود رہے ہیں، قبر تیار ہوئی تو حضور اترے، اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو حکم دیا؛ کہ اپنے بھائی کی میت کو قریب لاؤ میت قبر میں اتار دی گئی، تو آپ نے فرمایا؛ اے خدا، تو اس سے راضی ہو، کہ میں اس سے راضی ہوں، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں؛ اب بھی جب مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے؛ تو میں کہتا ہوں؛ کاش وہ میت میری ہوتی؛

حضرت ابو رہم سے روایت ہے، کہ میں تبوک سے واپسی

ابو رہم کلثوم بن حصین کے دوران میں حضور اکرم کے پہلو بہ پہلو آرہا تھا؛ اور میرا اونٹ آپ کی سانڈنی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، مجھے خطرہ تھا؛ کہ مبادا اونٹ حضور کی سواری سے ٹکرا جائے، اور آپ کے پاؤں پر خراش آجائے، رات کا وقت تھا؛ اونگھ آگئی، اور میرا کجاوہ حضور کے پاؤں سے ٹکرا گیا؛ مجھے اس وقت پتہ چلا؛ جب آپ نے میرے

اونٹ کو پرے دھیکلا، میں نے معذرت کی؛ تو فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں، اس کے بعد آپ نے مجھ سے بنو غفار کے ان آدمیوں کے بارے میں: جو اس مہم میں شریک نہیں تھے دریافت فرمایا؛ پھر پوچھا" وہ سُرخ رنگ، لمبے قد اور سیدھے بالوں والے لوگ کیا ہوئے" عرض کیا: "یا رسول اللہ! وہ نہیں آئے، پھر استفسار فرمایا: "وہ لوگ کہاں گئے، جو پست قد، سیاہ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والے تھے" پہلے تو میں نہ سمجھ سکا؛ کہ آپ کا مقصد کون لوگ ہیں، پھر سمجھ آگئی؛ تو عرض کیا: یا رسول اللہ: ہاں وہ بنو اسلم تھے؛ اور ہمارے حلیف؛ فرمایا: اگر یہ لوگ کسی وجہ سے نہیں آسکتے تھے: تو انہیں چاہیئے تھا کہ اپنی سواریاں شرکت کے خواہش مند لوگوں کو دے دیتے، بعد ازاں فرمایا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کہ مہاجرین، انصار، بنو غفار یا بنو اسلم میں سے کوئی شخص جہاد میں شریک نہ ہو؛ (۱)

(۱) ابن ہشام دوم ۳۲۱ - ۳۱۶ ابن سعد دوم - ۵۰۶ - ۵۰۲
سیرت اول ۵۶۷ - ۵۶۳

اُن تین صحابہ کا واقعہ جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکے

جو لوگ غزوہ تبوک میں حضور اکرمؐ کا ساتھ نہ دے سکے تھے، گروہ منافقین کے علاوہ ان میں تین مخلص صحابہ حضرت کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ بھی شامل تھے، جب حضورؐ واپس تشریف لائے، تو صحابہؓ کو حکم دیا، کہ ان تین پیچھے رہنے والوں سے کوئی کلام نہ کرے، ادھر منافقین کا یہ عالم تھا، کہ یکے بعد دیگرے دربار رسالت میں حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوتے اور حضورؐ درگذر فرما دیتے، حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے عبد اللہ راوی ہیں، کہ میں نے اپنے والد سے اس واقعے کی تفصیل بہ الفاظ ذیل سنی،

میں غزوۂ بدر کے علاوہ ہر غزوے میں شریک ہوتا رہا، بدر میں

حقیقت حال میرے علاوہ اور بھی کئی لوگ شریک نہیں ہو سکے تھے، لیکن اس عدم شرکت پر قرآن حکیم میں کوئی وعید نازل نہیں ہوئی تھی، کیونکہ بدر کی جنگ غیر متوقع طور پر پیش آگئی تھی میں بیعت عقبہ میں بھی موجود تھا، جب ہم نے آپ سے اسلام کی سربلندی کا وعدہ کیا تھا، حق یہ ہے، کہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مجھے جو سہولت اور آسانی میسر تھی، اس سے پیشتر کبھی میسر نہ ہو سکی تھی، ان دنوں میرے پاس سواری کو دو اونٹ تھے، لیکن مقام حیف ہے کہ باوجود صدق ارادہ کے میں اس مہم میں شریک نہ ہو سکا،

حضور اکرمؐ کا معمول تھا، کہ ایسے مواقع پر اپنے پروگرام کو مخفی رکھا کرتے،

تساہل لیکن چونکہ اس موقعہ پر موسم سخت گرم تھا، سموم چلنا شروع ہو گئی تھی، دور دراز کا سفر تھا، اور کثیر التعداد دشمن سے مقابلہ، اس لئے حضورؐ نے اخفا کی ضرورت نہ سمجھی، صحابہ کو تیاری کا حکم دیا، چنانچہ مسلمانوں کی کثیر تعداد آمادہ سفر ہو گئی (اسلامی لشکر کی تعداد تیس

Marfat.com

ہزار تھی، جو لوگ شریک نہ ہوتے، وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے، کہ اس جم غفیر میں کسی کو ان کی عدم شرکت کا پتہ نہیں چل سکے گا، شدت گرما کے علاوہ پھلوں کے پکنے نے بھی کئی آدمیوں کے ارادوں کو متزلزل کر دیا تھا، حضور تیار ہو کر روانہ ہو گئے، لیکن میں صبح و شام اور امروز و فردا کے دھوکے سے پھسلتا چلا گیا، مجھے نفس نے یہ فریب دے رکھا تھا، کہ اتنے توقف کا کوئی مضائقہ نہیں، لیکن حضور اکرم بہ مقام تبوک پہنچ گیے، اور میں آج کل کرتا رہ گیا، سنا تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، کاش میں نے اتنے تساہل سے کام نہ لیا ہوتا، اور شرف رفاقت سے محروم نہ رہتا، اب مدینے کی گلیوں میں منافقین گھومتے پھرتے دکھائی دیتے، یا معذور لوگ، باقی سب جہاد پر چلے گئے تھے، میرے لئے یہ منظر بھی سخت رنجدہ تھا،

اثنائے راہ میں حضور اکرم نے مجھے یاد نہ فرمایا، تبوک پہنچے، تو دریافت کیا، کہ کعب کہاں ہے، بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا، "آسان پسندی اور عیش پرستی نے اسے روک لیا ہے" حضرت معاذ بن جبل نے کہا، "اے فلاں، تو نے درست نہیں کہا، بخدا، ہم نے اسے ہمیشہ بھلا اور نیک آدمی پایا ہے، حضور خاموش ہو گئے

حضورؐ کی واپسی

جب مجھے معلوم ہوا، کہ حضور تبوک سے روانہ ہو پڑے ہیں، تو میں اس ادھیڑبن میں لگ گیا، کہ کوئی ایسا جھوٹ تصنیف کروں، کہ حضور اکرم کی ناراضگی سے بچ جاؤں، لیکن جب آپؐ مدینے واپس آ گئے، تو میں نے ارادہ کر لیا، کہ خواہ کچھ ہو جائے، میں غلط بیانی نہیں کروں گا، کیونکہ مجھے دل میں اطمینان نصیب ہو گیا، کہ سچ کہہ دینے سے نجات کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی

حضور اکرمؐ کا قاعدہ تھا، کہ جب بھی سفر سے واپس آتے، تو سیدھے مسجد میں تشریف لاتے، دو رکعت نماز نفل ادا کرتے، پھر لوگوں سے ملتے جلتے، اس موقع پر بعد از فراغت نماز پیچھے رہ جانے والے یکے بعد دیگرے دربار رسالت میں پیش ہونے لگے، حضور بات سنتے، معذرت قبول فرماتے، اور دعائے مغفرت مانگتے، اور لوگ خوش خوش گھروں کو

لوٹ جاتے، جب میری باری آئی، میں نے سلام عرض کیا، تو آپ نے جواب سلام کے بعد غضب آلود تبسم سے میری طرف دیکھا، پوچھا، کہاں رہے، کیا سواری کا انتظام نہیں ہو پایا تھا، میں حضور کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کی، یارسول اللہ! اگر میں کسی دنیا دار کے سامنے بیٹھا ہوتا، تو جھوٹ سچ کہہ کر پیچھا چھڑا لیتا، لیکن مجھے یقین ہے، کہ اگر اس وقت میں جھوٹ بول کر آپ کی ناخوشی سے بچ بھی جاؤں، عنقریب ہی اللہ کی طرف سے تمام صورت حال آپ پر واضح کر دی جائے گی، تو اس وقت میں آپ کو منہ کیسے دکھاؤں گا، یارسول اللہ حقیقت حال یہ ہے، کہ اس موقعہ پر مجھے ہر سہولت میسر تھی، سواری کو ایک کی بجائے دو اونٹ تھے، نیت بھی درست تھی، لیکن لیت ولعل میں یوں گذرتے گئے، تاآنکہ وہ دن آگیا، کہ آپ تبوک پہنچ گئے" حضور اکرم نے سنکر فرمایا، "تیرا بیان درست ہے، اب بہتر یہی ہے کہ خدائی فیصلے کا انتظار کرو"

مشورہ میں دربار رسالت سے نکلا، تو بنو سلمہ کے کچھ لوگ میرے ساتھ ہو لئے، کہنے لگے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے، پیشتر ازیں تم سے کبھی کوئی قصور سرزد نہیں ہوا جس طرح باقی لوگوں نے الٹے سیدھے بہانے تراشں کر معافی حاصل کر لی تم بھی کچھ کہہ سن کر مشکل وقت کو ٹال دیتے، بعد میں جس صورت حال سے باقی لوگ نمٹتے، تم بھی نمٹ لیتے، ان کی باتوں سے مجھے خیال آیا بھی، کہ پھر سے حضور کی خدمت میں جاؤں اور کوئی عذر پیش کر کے قصور معاف کرا لوں؛

مرارہ اور ہلال اس شش و پنج میں ان سے دریافت کیا، کہ آیا میرے سوا کوئی اور شخص بھی ایسا ہے، جسے ایسی صورت حال سے واسطہ پڑا ہو، انہوں نے مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ کا نام لیا، ان کے بارے میں بھی لوگوں کی رائے بڑی اچھی تھی؛ بہر حال میں نے نفس کا دھوکا نہ کھایا، اور خاموشی سے سیدھا گھر چلا گیا، رسول کریم کے حکم میں یہ امر بھی شامل تھا، کہ ہم تینوں بھی ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔

مجھے اس سے پہلے کبھی ایسی حالت سے پالا نہ پڑا تھا، چنانچہ اپنی ذات

بائیکاٹ

سمیت ہر چیز سے نفرت ہو گئی، میرے دوسرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے، لیکن میں حسب معمول گھر سے نکلتا، نماز میں شریک ہوتا، بازاروں اور گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا، لیکن کوئی بھی مجھ سے مخاطب نہ ہوتا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے جاتا، تو حضور اکرمؐ کو سلام عرض کرتا اور دیکھتا رہتا، کہ آیا جواب سلام کے لئے آپ کے ہونٹ ہلے ہیں یا نہ، میں حضورؐ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور کن انکھیوں سے دیکھتا رہتا، کہ حضور متوجہ ہیں یا نہ، اسی طرح دن گذرتے چلے گئے، اور میں لوگوں کی بے رخی سے حد درجہ دل برداشتہ ہوتا گیا،

میرا ایک عمزاد بھائی تھا، ابو قتادہ نام، جس سے مجھے بڑی محبت تھی، میں تمام دنیا سے بد دل تو ہو ہی چکا تھا، خیال آیا، اس بھری دنیا میں تو مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کرتا، کیوں نہ اس سے جا کر دل بہلاؤں، گیا، وہ گھر پر ہی تھا، میں نے سلام کہا، جواب ندارد، کہا، ابو قتادہ کیا تم سے یہ بات مخفی ہے، کہ میں خدا اور رسول کا سچا شیدائی ہوں؟ میں نے تین دفعہ اس بات کو دہرایا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا، صرف واللہ اعلم کہا، اور خاموش ہو گیا، میں برداشت نہ کر سکا، اور آنسو ٹپکاتا باہر آ گیا،

میں بازار میں گھومتا پھرتا تھا، کہ ایک نبطی کو، جو اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت کو آیا تھا دیکھا، جو لوگوں سے میرے متعلق دریافت کرتا پھرتا تھا، اور لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے بتا رہے تھے، کہ فلاں آدمی کعب ہے، اس نے مجھے ملک غسان کا ایک خط دیا، جس کا مضمون درج ذیل ہے،

"امابعد، ہمیں معلوم ہوا ہے، کہ تمہارے آقا نے تم سے سخت بے التفاتی کی ہے، خدا تمہیں ایسی رسوائیوں سے محفوظ رکھے، اگر تم ہمارے پاس چلے آؤ، تو اس ناروا سلوک کی تلافی کر دی جائے گی،

Marfat.com

رقعہ پڑھ کر مجھے خیال آیا، کہ یہ بھی اسی طرح کی آزمائش ہے! چنانچہ وہ رقعہ میں نے قاصد کے سامنے ہی تنور میں ڈال دیا،

بیوی سے علیحدگی

چالیس دن اسی حال میں بیت گئے، ایک دن حضور اکرمؐ کا پیغام موصول ہوا، کہ آج کے بعد تمہیں اپنی بیوی سے ملنے کی اجازت نہیں، پوچھا، "صرف علیحدگی کا حکم ہے، یا حضور کا مقصد طلاق ہے" کہا نہیں صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ میں نے بیوی کو میکے بھیج دیا، جب یہ حکم ہلال بن امیہؓ کو ملا، تو اس کی بیوی نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! ہلال بوڑھا اور لاچار آدمی ہے، جس دن سے آپ نے مقاطعہ کا حکم دیا ہے، اس دن سے وہ برابر روئے جا رہا ہے، اور مجھے خطرہ پڑ گیا ہے، کہ مبادا وہ نور بصارت ہی سے محروم ہو جائے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی خدمت گذاری کے لئے وہاں موجود رہوں، فرمایا، اس شرط پر کہ تم اس سے ہم بستر نہیں ہو گی،

جب میرے اہل قبیلہ کو معلوم ہوا، کہ ہلال کی بیوی کو خدمت گذاری کے لئے خاوند کے پاس ٹھہرنے کی اجازت مل گئی ہے، تو انہوں نے بہتیرا سر مارا، کہ میں بھی حضور سے اجازت کی التماس کروں، لیکن مجھے علم تھا، کہ میری جواں عمری کے پیش نظر اجازت نہیں ملے گی، اس لئے اپنی گذارش کو رسوا کرنا مناسب نہ سمجھا،

قبول توبہ

پچاس دن اس پریشان خاطری کے نذر ہو گئے، اگلے دن صبح کی نماز مکان کی چھت پر پڑھی، میں نے وقت کاٹنے کے لئے سلع پہاڑی پر خیمہ لگا رکھا تھا، دن کو وہاں بیٹھا رہتا، اس دن بھی حسب معمول وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے بہ آواز بلند کہا، کعب! مبارک ہو، میں نے کہنے والے کا مطلب پا لیا، اور سجدے میں گر پڑا، رسول اکرمؐ نے اس صبح کو بعد از نماز ہی صحابہ سے کہہ دیا تھا، کہ فلاں فلاں کی توبہ قبول ہو گئی ہے، چنانچہ صحابہ ہمیں مبارک کہنے کو ادھر ادھر دوڑے، ایک شخص کود کر

Marfat.com

گھوڑے پر سوار ہوا، اور گھوڑے کو ایڑ لگائی، بنو اسلم کا ایک شخص سرپٹ دوڑا، اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، لیکن آواز دونوں سے پہلے پہنچ چکی تھی، میرے پاس اس وقت صرف دو کپڑے تھے، جو میں نے ان کے حوالے کر دیئے، پھر دو کپڑے مانگ کر پہنے اور دربار رسالت کو چل دیا،

ہدیۂ تبریک مسجد نبوی میں داخل ہوا، تو حاضرین نے مجھے قبول توبہ پر مبارک دی، حضور اکرمؐ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، میں نے سلام عرض کیا، تو خوشی سے آپ کا چہرہ تمتما اٹھا، فرمایا، "تمہیں مبارک ہو، کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے، مجھے یقین ہے کہ خوشی اور مسرت کا ایسا دن تمہاری زندگی میں آج تک نہ آیا ہوگا، پوچھا، یارسول اللہ، یہ تبریک آپ کی طرف سے ہے، یا خدا کی طرف سے، فرمایا، خدا کی طرف سے، پھر عرض کیا، یارسول اللہ قبول توبہ کی خوشی میں، میں اپنے مال کا کچھ حصہ صدقہ کرنا چاہتا ہوں، فرمایا، "رہنے دو، تمہارے کام آئے گا" عرض کیا، یارسول اللہ، میں نے اپنا حصہ علیحدہ کر لیا ہے، پھر گذارش کی، یارسول اللہ چونکہ میری توبہ راست گوئی کی وجہ سے قبول ہوئی ہے، اس لئے میں اللہ سے عہد کرتا ہوں، کہ تاحین حیات ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا" اس واقعہ کی یاد میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی،

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ	بے شک خدا نے اپنے نبی نیز ان مہاجرین اور انصار سے جنہوں نے مشکل گھڑی میں رسول کریمؐ کی فرمانبرداری کی، توبہ قبول کر لی ہے، حالانکہ ان میں سے ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے اللہ نے ان پر مزید رحمت فرمائی، وہ بڑا

Marfat.com

عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ، وَظَنُّوا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

(التوبہ)

مہربان اور رحیم ہے اور ان تین آدمیوں کی بھی، جو پیچھے رہ گئے تھے، توبہ قبول کرلی، جن پر زمین اپنی وسعتوں سمیت تنگ ہوگئی اور اضطراب سے جان لبوں پر آگئی، اور انہیں یقین ہوگیا، کہ خدا کے بغیر اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے، اللہ نے ان پر بھی مزید رحمت فرمائی، تاکہ وہ خدا کے سامنے اور نادم ہوں، بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت کعب راوی ہیں، کہ قبولِ توبہ سے مجھے جو خوشی حاصل ہوئی، وہ اس خوشی سے کسی طرح کم نہ تھی، جو قبولِ اسلام کے دن نصیب ہوئی تھی، میں نے خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا، کہ اس نے مجھے حضور اکرم کے سامنے راست گوئی کی توفیق ارزانی فرمائی، اگر میں جھوٹ بولتا، تو مندرجہ ذیل قرآنی وعید کا مصداق بننا پڑتا،

سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ، إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ، جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ، فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ

جب آپ ان کی طرف لوٹیں گے، تو وہ خدا کے نام سے قسمیں کھائیں گے، تاکہ آپ ان سے درگذر فرمائیں، بہتر یہی ہے، کہ آپ ان سے اعراض فرمائیں، کیونکہ یہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کا مقام جہنم ہے، ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر، یہ لوگ قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان سے راضی ہو جائیں، اگر آپ

Marfat.com

الْفَاسِقِيْنَ ـ (توبہ)

راضی ہو بھی جائیں۔ لیکن خدا فاسقوں کے اس گروہ سے کبھی راضی نہیں ہوگا۔ ①

ﷺ ابن ہشام۔ دوم۔ ۳۲۵ ۔ ۳۳۳
۱۶/۲

Marfat.com

بنو ثقیف کا قبولِ اسلام

رمضان سنہ ۹ ھ

جب حضور اکرم تبوک سے واپس آ گئے، تو بنو ثقیف کا

عروہ کی شہادت وفد دربارِ رسالت میں معاہدۂ صلح کے لئے حاضر ہوا۔

اس واقعے کی تفصیل یوں ہے، کہ جب رسولِ کریم طائف کی مہم کو ناتمام چھوڑ آئے، تو عروہ بن مسعود سردار طائف نے پیچھے سے حضور کو راستے میں جالیا، اور بعد از قبول اسلام آپ سے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام کی اجازت طلب کی، چونکہ آپ کو بنو ثقیف کی نخوت اور ہٹ دھرمی کا مختصر سا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے حضور نے انہیں متنبہ کیا، ایسا نہ ہو، وہ تمہیں قتل کر دیں۔ حضرت عروہ قبل از اسلام قوم کے مقبول ترین فرد تھے، اس سے وہ غلط فہمی کا شکار تھے، کہ اسلام لانا یا نہ لانا ان کا ذاتی فعل ہے، اس سے ان کی مقبولیت متاثر نہیں ہو گی۔ چنانچہ واپس آ گئے۔ تو ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر بلا دھڑک قوم کو اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی، اہل طائف گزشتہ بست روزہ محاصرے کو نہیں بھولے تھے۔ اور اس کی کڑواہٹ کو ابھی تک پوری شدت سے محسوس کر رہے تھے، اس لئے حضرت عروہ کی بے باکی کو کیسے برداشت کرتے، چنانچہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی، اور اسلام کا یہ جوشیلا داعی زخمی ہو کر گر پڑا، ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، کہ کسی نے پوچھا، تمہارا قاتل کون ہے، کہا اس بات کو چھوڑ دو، مجھے اللہ نے شہادت کی دولت سے یوں نوازا کہ وہ اپنے پاؤں چل کر میرے گھر آ گئی، میں اسی طرح شہید ہو رہا ہوں جس طرح اسلام کے

Marfat.com

دوسرے شیدائی شہید ہو چکے ہیں، اس لئے مرنے کے بعد مجھے ان کے قریب دفن کرنا جب حضور اکرم کو ان کی شہادت کی خبر موصول ہوئی، تو آپ نے فرمایا عُروہ کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی حضرت الیاسؑ کی مثال اپنی قوم میں تھی"۔

اہلِ طائف کا تذبذب

حضرت عروہ کی شہادت کے بعد اہل طائف مہینوں اس حیص بیص میں پڑے رہے، کہ اب کیا کرنا چاہئے، کیونکہ انہیں یقین تھا، کہ مسلمان اس خونِ بے گناہ کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے، اس لئے انہیں اپنے مستقبل کے بارے میں ضرور بروقت فیصلہ کرنا چاہئے، بنو ثقیف کے دو سرداروں عمرو بن امیہ اور عبد یالیل بن عمرو کے درمیان کچھ عرصے سے ناچاقی چلی آرہی تھی، جس سے قبیلہ دو حصوں میں بٹ کر رہ گیا تھا، چونکہ بیرونی حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی تھی، اس لئے اندرونی محاذ پر یکجہتی کا پیدا کرنا از بس ضروری تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے عمرو بن امیہ کو اس ضرورت کا صحیح احساس ہوا، چنانچہ ایک صبح اس نے عبد یالیل کے دروازے پر دستک دی، ملازم نے دروازہ کھولا، تو عمرو نے کہا، اپنے آقا سے کہو، کہ عمرو بن امیہ باہر کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہے چونکہ عمرو بڑا خوددار آدمی تھا، اس کا یوں بے تکلف چلے آنا، عبد یالیل کو عجیب معلوم ہوا۔ فوراً باہر نکلا، نہایت عزت و احترام سے پیش آیا، بٹھایا، اور آنے کی وجہ دریافت کی، کہا، تمہیں معلوم ہی ہے، کہ ظہور اسلام سے ہم کن مشکلوں میں پھنس گئے ہیں اب حالت یہ ہے، کہ ہمارے بغیر تمام عرب قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، ہم تن تنہا ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے سب کو باہم مل کر سوچنا چاہئے، کہ ان حالات میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے، ورنہ ہمارا کوئی قافلہ بچ سکے گا، نہ کوئی راہ گیر، آخر یہ تجویز پیش ہوئی، کہ کوئی آدمی متعین کیا جائے جو رسول اکرم کے پاس جائے، اور شرائط معاہدہ طے کرے، عبد یالیل کو جب لوگوں نے کہا، کہ وہ مدینے جائے، تو اس نے اس ڈر سے معذرت کر دی، کہ مبادا واپسی پر اس سے وہی سلوک کیا جائے، جو عروہ سے کیا گیا تھا۔ آخر یہ طے پایا، کہ دو آدمی احلاف سے اور تین بنو مالک سے

Marfat.com

منتخب کئے جائیں، جو عبد یالیل کی قیادت میں مدینے جائیں اور اس وفد سے مل کر ختم کر آئیں۔

وفد مدینے میں: وفد مدینے کے قریب پہنچا۔ تو ان کی ملاقات حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے ہو گئی، جو اپنی باری پر حضور کی اونٹنیاں چرا رہے تھے، جب انہیں وفد کے آنے کا مقصد معلوم ہوا، تو وہ حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے اٹھ دوڑے، راستے میں حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے یہ کہہ کر حضرت مغیرہ کو لوٹا دیا، کہ میں خود ہی حضور کو اطلاع کئے دیتا ہوں، اس وقفے کے دوران میں حضرت مغیرہ نے اراکین وفد کو حضور سے ہم کلام ہونے، سلام کہنے اور اٹھنے بیٹھنے کے آداب سکھا دیئے، جب وہ لوگ دربار رسالتؐ میں باریاب ہوئے، تو آپؐ نے ان کے قیام کے لئے مسجد کے ایک کونے میں خیمہ نصب کرا دیا۔

معاہدہ کی شرائط: حضور اکرم اور اراکین کے درمیان میانجی کے فرائض حضرت خالد بن سعید نے انجام دیئے، اور جب شرائط طے پا چکیں، تو حضرت خالد نے ہی انہیں قلم بند کیا، یہ لوگ اتنے محتاط تھے، کہ صبح و شام حضورؐ اکرم کے یہاں سے جو کھانا آتا تھا، جب تک حضرت خالد اسے چکھ نہ لیتے، یہ لوگ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتے

اہل طائف نے پہلی شرط یہ پیش کی، کہ طاغیہ (لات کے بت خانے) کو تین سال تک نہ گرایا جائے، کیونکہ بنو ثقیف، جو صدیوں سے اس بتکدے کی تعظیم کرتے آ رہے ہیں، اسے گرتا نہیں دیکھ سکینگے، اس لئے انہیں مہلت ملنا چاہیئے، تاکہ اس صدمے کو سہہ سکیں، لیکن جب حضور نے صاف انکار کر دیا، تو گھٹتے گھٹتے ایک مہینے تک آ گئے، لیکن شنوائی نہ ہوئی،

دوسری شرط یہ تھی، کہ لات کے مندر کے گرانے میں وہ شریک نہیں ہوں گے چونکہ یہ شرط بے ضرر تھی، آپ نے اجازت دے دی، تیسری شرط پہلی سے بھی زیادہ خندہ آور اور مضحکہ خیز تھی، کہ انہیں نماز پڑھنے سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، حضورؐ نے فرمایا،

Marfat.com

وہ اسلام ہی کیا جس میں نماز نہ ہو، اس لئے استثناء کا کوئی امکان نہیں،

تقرر معلم

حضرت عثمان بن عاصؓ نوعمر صحابہ میں سے بڑے پرہیز گار تھے، اور دینی امور میں بڑے صاحب بصیرت، حضور اکرمؐ نے انہیں طائف میں تبلیغ دین کے لئے مقرر فرمایا، اور تاکید کی کہ نماز باجماعت میں اعتدال سے کام لیں، کیونکہ نمازیوں میں کمزور اور معذور لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، ان کے آرام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ابوسفیانؓ کا مشن

جب اراکین وفد رخصت ہو گئے، تو حضورؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان بن حرب کو طاغیہ کے انہدام کے بارے میں ضروری ہدایات دے کر طائف روانہ کیا، چونکہ ابوسفیان کی اہل طائف سے قرابت داری تھی، اس لئے آپ نے انہیں بھیجنا مناسب جانا، جب قریب پہنچے، تو حضرت مغیرہ نے ابوسفیان کو کہا کہ انہدام طاغیہ کے لئے ضروری اقدام کرو، لیکن اہل طائف کے ڈر سے انہیں جرأت نہ پڑی، مجبوراً وہ خود کدال لے کر چھت پر چڑھ گئے، اور بت خانہ کو گرانا شروع کر دیا، بت خانہ گر رہا تھا تو اہل طائف بہ صد حسرت و یاس کھڑے دیکھ رہے تھے اور عورتیں آہ و زاری کر رہی تھیں؛

بت خانہ گر چکا، تو اس کے خزانے میں سونے اور چاندی کے جو زیورات تھے، وہ ابوسفیان کی تحویل میں دے دیئے، انہوں نے، جیسا کہ حضور نے اجازت دی تھی، ان زیورات سے ابوملیح بن عروہ اور قارب بن الاسود کا قرضہ ادا کر دیا اور باقی رقم حضور اکرم کو روانہ کر دی

مضمون معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ یہ عہد نامہ محمد رسول اللہ کی طرف سے مومنوں کے لئے ہے، یہاں کی لکڑی اور گھاس نہ کاٹی جائے، نہ جانور ہی شکار کئے جائیں، جو شخص ایسا کریگا، اس کے کپڑے اتار لو، اور اسے کوڑے لگاؤ، اور اگر اس سے زیادہ کسی ناشائستہ حرکت کا مرتکب ہوا، تو زیادہ سزا کا مستحق ہوگا، یہ حکم محمد رسول اللہ کا خالد بن سعید نے لکھا ہے، خلاف ورزی کرنے والا اسکی جہد سزا پائے گا۔[1]

---

[1] ابن ہشام۔ دوم۔ ۳۲۶-۳۲۵

حج اکبر اور اعلانِ برأت

فتح مکہ کے بعد جو ۸ھ میں تکمیل پذیر ہوئی، مکہ اور نواح کا سارا علاقہ اسلامی سلطنت کا جزو بن چکا تھا۔ اور چونکہ حج اسلامی زاویہ نگاہ سے ایک عظیم عبادت تھی۔ اس لئے اصولی طور پر اس عبادت کو اسلام کے تجویز کردہ ضوابط کے مطابق ہی ادا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن فتح مکہ کے مابعد جنگ حنین پیش آگئی تھی۔ اور حضور اکرمؐ ادھر متوجہ نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے اس سال کا حج پرانے طریقے پر ہی ادا کیا گیا۔ اگلے سال حضور نے اس عبادت کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو تین سو مدنی حجاج کا امیر بنا کر کے روانہ فرمایا، اور حکم دیا کہ غیر اسلامی رسوم کو یک قلم بند کر دیا جائے،

اعلانِ برأت

مشرکین عرب کا دستور تھا کہ وہ مادرزاد برہنہ ہو کر طواف کرتے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جن کپڑوں میں انسان گناہ کا مرتکب ہو۔ بوقت طواف وہ کپڑے جسم پر نہیں ہونا چاہیئں۔ اور آدمی بالکل اس حالت میں ہو، جو بوقت ولادت تھی، ظاہر ہے، کہ اسلام اس بے ہودگی کو کیونکر برداشت کر سکتا تھا، حضرت ابو بکرؓ ابھی راستے ہی میں تھے، کہ سورۃ برأت نازل ہوئی۔ اور حضور اکرمؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نقیب بنا کر حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں مامور فرمایا، کہ وہ حرم کعبہ میں اعلان برأت کر کے تمام مشرکین کو متنبہ کر دیں، کہ من بعد کسی مشرکانہ رسم کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور مشرکین کے ساتھ تمام ایسے معاہدے، جن کی شرائط کی خلاف ورزی سے ان کا تقدس پامال ہو چکا ہے، چار مہینے کے بعد از خود منسوخ العمل ہو جائیں گے۔ آئندہ سے کوئی مشرک حدود حرم میں داخل نہ ہو سکے گا، اور نہ ننگا طواف کر سکے گا، یاد رکھو، کہ کفار پر جنت کا داخلہ

حرام ہے۔ اس اعلان کی تشہیر کے فرائض حضرت ابو ہریرہؓ نے اس انہماک سے انجام دیئے، کہ ان کا گلا بیٹھ گیا

حضرت علیؓ کا تقرر

جب حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو نقابت کا منصب عطا کرنا چاہا۔ تو صحابہ میں سے کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! یہ کام بھی ابو بکرؓ کے سپرد کیجئے" فرمایا "میں چاہتا ہوں، کہ یہ تبلیغی خدمت خاندان نبوت کے کسی فرد کے ہاتھوں انجام پائے، واپسی پر حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضورؐ سے دریافت کیا، کہ حضرت علیؓ کا انتخاب بہ امر وحی تھا؛ فرمایا، نہیں، یہ میری اپنی خواہش تھی" حضرت ابو بکرؓ ابھی راستے ہی میں تھے۔ کہ حضرت علیؓ پیچھے سے پہنچ گئے، حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا۔ آپ امیر ہو کر آئے ہیں۔ یا مامور ہو کر، کہا "میں بطور مامور آیا ہوں"

کفار کا ردعمل

جب اعلان برأت کی منادی ہوئی۔ تو مشرکین نے حضرت علیؓ کو صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ اب تمہارے عمزاد رسول کریمؐ سے اس امر کا فیصلہ تلوار کی دھار اور نیزے کی انی سے کرایا جائے گا۔ کفار کے اس شدید ردعمل کی روشنی میں ان کی مزاحمت کا قوی امکان تھا، لیکن جب انہوں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا ہو گا، اور مالہ وماعلیہ کا صحیح اندازہ لگایا ہو گا، تو تلواریں کند ہو گئی ہوں گی اور نیزے ٹوٹ گئے ہوں گے، یہ وہ زمانہ تھا، کہ اسلام کی دہشت سے سارا عرب رعشہ براندام تھا، ایسے میں اس اٹھتی آندھی کا سامنا کون کرتا، [1]

سورہ برأت کی جو چالیس آیات، نقیب اسلام حضرت علیؓ نے پڑھ کر سنائی تھیں، ان میں سے چند ابتدائی آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں

---

[1] ابن ہشام دوم۔ ۲۳۱ - ۲۳۷ ابن سعد دوم۔ ۷۰ - ۵۰۲
" سیرت اول۔ ۱۷۱ - ۵۶۸

Marfat.com

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ۔

مشرکین میں سے جن سے تم نے معاہدے کئے، اور انہوں نے عہد شکنی کی، خدا اور اس کا رسول ایسے مواعید سے اعلان بیزاری کرتے ہیں، اب تمہیں (اے مشرکو) صرف چار مہینے تک زمین میں چلنے پھرنے کی اجازت ہے، اور جان لو، کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکتے۔ اور خدا کافروں کو رسوا کرے گا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا (توبہ)

اے ایمان والو! مشرکین ناپاک اور نجس ہیں، اس لئے یہ لوگ اس سال کے بعد کعبے کے قریب نہ پھٹکیں۔ (توبہ)

Marfat.com

سنۃ الوفود

اپریل ۶۳۰ء تا اپریل ۶۳۱ء

عرب کی زمین حجاز کا صوبہ غیر موزوں محل وقوع اور ناسازگار آب و ہوا کی وجہ سے لق و دق صحرا تھا۔ جہاں بہ قول حفیظ جالندھری کڑکتی بجلیوں کی چھاتی دہلتی تھی۔ اس بے آب و گیاہ ریگستان میں صرف تین شہر تھے۔ مکہ، مدینہ اور طائف، چونکہ حضرت ابراہیم کی یادگار (کعبۃ اللہ الحرام) مکے میں تھی مرور ایام کے ساتھ اس بستی نے شہر کا روپ دھار لیا تھا۔ مدینے میں پانی کے چشمے تھے۔ قرب و جوار کے لوگ سمٹ کر وہاں آ گئے۔ اور شہر آباد ہو گیا، طائف کی آب و ہوا سطح سمندر سے بلندی کی وجہ سے خوشگوار تھی۔ جو گئے وہیں جم کر رہ گئے۔ اور طائف صحرائے حجاز کا صحت افزا مقام بن گیا۔ ان کے علاوہ قبائلی بستیاں، جھونپڑیاں تھیں یا خیمے، جو جوہڑوں کے کنارے بنتی رہتیں اور مٹتی رہتیں۔

قبائل یہ قبائل حجاز کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے، جن کی تعداد کئی درجن تھی، وقت گزرتا گیا اور ہر قبیلہ کئی ذیلی قبیلوں میں بٹ گیا، اور جوں جوں نفری بڑھتی گئی، ذیلی قبیلے بھی مستقل حیثیت اختیار کرتے گئے، اور یوں قبائل کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان قبائل کو اپنی بقا کے لئے حلیف قبائل کا سہارا لینا پڑتا۔ کیونکہ کوئی بھی بے سہارا قبیلہ بد نظمی کے اس جنگل میں پنپ سکتا نہ زندہ رہ سکتا۔ لوٹ مار اور قتل و غارت ان کا آبائی پیشہ تھا اس لئے کمزور اور بے سہارا لوگ بری طرح پٹتے۔

ضرورت معاہدہ جب حضور اکرم مدینے میں تشریف فرما ہوئے

Marfat.com

اور اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا، تو قرب وجوار کے بعض قبائل مثلاً سلیم، غفار، اسلم، کعب بن عمرو، مزینہ، جہینہ، لیث، ضمرہ، سعد بن بکر اور اشجع وغیرہ ا نے معاہدہ کرکے اپنی پوزیشن کو مضبوط بنالیا۔ کیونکہ انہوں نے جان لیا تھا، کہ اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت کے سایۂ حمایت میں وہ دشمنوں سے قطعاً محفوظ ہو جائیں گے۔

حضور اکرم کو یقین تھا کہ بدیر و زود قریش سے پنجہ آزمائی کی نوبت ضرور آئے گی اور بار ہا مدینہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر جانا پڑے گا۔ اس لئے گھر بار اور اہل وعیال کے بارے میں اطمینان کے لئے قبائل سے معاہدے ناگزیر تھے تاکہ یکسوئی سے دشمن سے نمٹا جا سکے۔ چنانچہ نو سال کے عرصے میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا۔ کہ مسلمانوں کو اس محاذ پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

جب مکہ فتح ہو گیا، اور قریش اپنا داؤ آزما کر مکمل طور پر بے بس ہو گئے اور کعبے کے تیرتھ کو مسجد کی شکل دے دی گئی، تو قبائل عرب جو گزشتہ آٹھ سال سے حق وباطل کے اس تصادم کے تماشائی بنے ہوئے تھے، حالات کے دباؤ سے مجبور ہو گئے۔ کہ جلد از جلد دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اس بے یقینی کی حالت سے چھٹکارا پائیں، چنانچہ قبائلی وفود کا تانتا بندھ گیا۔

اشاعت اسلام کی وجہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب قبائل عرب کو معلوم تھا، کہ اسلام میں مار دھاڑ کرنے اور دوسرے قبائل پر بلاوجہ حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں تو انہوں نے اتنی بیتابی سے قبول اسلام کا اظہار کیوں کیا، اور کیوں وہ اسلام کے اخلاقی نظام کی بے لچک پابندیوں کو اپنانے پر رضامند ہو گئے۔

جب حضور اکرم کی بعثت ہوئی تھی اور اسلام نے آہستہ آہستہ پھیلنا شروع

Marfat.com

کیا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا تھا جس کے اثرات بڑے دور رس تھے، یہ درست ہے کہ آغاز کار میں اقتصادی حالت قابل رشک نہ تھی۔ لیکن اخلاقی انقلاب ایسا حیران کن قلب ماہیت تھا۔ جسے دیکھ کر بدترین دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ علاوہ ازیں اقتصادی حالات میں بھی بہتری کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یہ ان کا روزمرہ کا مشاہدہ تھا جسے وہ جھٹلا نہیں سکتے تھے، اس سے ان کے دلوں میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی اور ٹھوس حقائق کی حرارت سے ان کے جمود کی برف پگھل گئی۔

اہم تبدیلی

لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے، کہ تمام لوگ یہ یک وقت مسلمان ہو گئے۔ بلکہ بعض قبائل میں نومسلموں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی، قابل ذکر تبدیلی یہ تھی کہ قبول اسلام پر کوئی قدغن نہ تھی اور جب کوئی شخص اسلام لاتا۔ تو نہ انگشت نمائی ہوتی اور نہ اسے ستایا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو قبیلے کے قبیلے مرتد ہو گئے، کیونکہ بعض قبائل میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی جو مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے،

آیئے! آپ کو بارگاہ رسالت میں لے چلتے ہیں، جہاں قبائلی وفود باریابی کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں۔ جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ اکثر قبائل صحرائے عرب سے اپنے دین پر قائم تھے، اور اسلام اور مشرکین قریش کے درمیان رسہ کشی کے نتیجے کے منتظر تھے، کیونکہ قریش یادگار ابراہیمؑ کے متولی ہونے کی بنا پر عرب کے رہنما سمجھے جاتے تھے، جب قریش کی اکڑی ہوئی گردنیں جھکیں، تو یہ بات واضح ہو گئی، کہ اب دامن اسلام سے وابستگی کے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں اس لئے یہ منتظر قبائل گروہ در گروہ اور فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، اور قرآن حکیم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی،

Marfat.com

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔

وفد بنو تمیم

مفاخرہ عطارد بن حاجب اس وفد کا رئیس تھا جب یہ وفد مدینے پہنچا، وہ ایسا وقت تھا کہ حضور اکرمؐ آرام فرما رہے تھے، چنانچہ انہوں نے موقعہ و محل کا لحاظ کئے بغیر آپؐ کا نام لے لیکر چیخنا چلانا شروع کر دیا "محمد باہر آیئے ہمارا وفد آپ سے ملنا چاہتا ہے" ہر چند کہ یہ طرز خطاب آپ کو ناگوار گزرا، لیکن آپ خاموش رہے۔ حضور باہر تشریف لائے، تو عطارد نے کہا "محمد ہمارا وفد آپ سے مفاخرہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اجازت دی تو رئیس وفد نے مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

"میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہمیں لاانتہا مہربانیوں سے نوازا، ہمیں بادشاہی دی، مال و دولت سے سرفرازی بخشی تاکہ ہم دوسروں سے بھلائی کریں، اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کریں، نیز اس نے تمام اہل مشرق میں سے ہمیں ممتاز حیثیت عطا کی، کیونکہ ہم عددی برتری اور بے شمار دولت کی بنا پر دوسروں سے ممتاز ہیں۔ لوگوں میں کون ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے، اگر کوئی جماعت اپنے آپ کو ہم سے برتر جانتی ہے تو آئے اپنے فضائل بیان کرے۔ میں اس مضمون کو زیادہ شرح و بسط سے بھی بیان کر سکتا ہوں، لیکن خودستائی سے شرم آرہی ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں، اگر آپ کے پاس اس کا کوئی جواب ہے تو لایئے"

جب وہ اس گفتگو کے بعد بیٹھ گیا، تو حضور اکرم نے ثابت بن قیس خزرجی کو حکم دیا کہ جواب دیں، اس پر انہوں نے کہا،

Marfat.com

"اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کر کے ان میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ کائنات کی کوئی چیز بھی اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں، اور ہر چیز کا وجود اس کی قدرت کا مرہونِ منت ہے، یہ بھی اس کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ ہمیں حکومت عطا کی اور اپنی بہترین مخلوق میں سے ایک نبی کو منتخب کیا۔ جو حسب و نسب میں سب سے بہتر اور قول و اقرار میں صادق اور امین ہے، خدا نے اس پر ایک کتاب نازل کی۔ خدا کے اس برگزیدہ نبیؐ نے لوگوں کو ایمان کی طرف بلایا چنانچہ مہاجرین اور اس کے افرادِ خاندان نے جو ہر لحاظ سے ممتاز شمار ہوتے تھے، اس دعوتِ حق پر لبیک کہی، ہم انصار بھی اس کے مددگار ہیں، اور راہِ خدا میں اس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لا کر احکامِ اسلام پر کاربند ہوں گے ان کے جان و مال کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی، لیکن جو انکار کرے گا، ہم ہمیشہ اس کے خلاف مصروفِ پیکار رہیں گے۔ میں اللہ سے اپنے لیے، مومنین اور مومنات کے لیے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔"

مشاعرہ

مفاخرہ ختم ہوا، تو مشاعرہ کی باری آئی، اب بنو تمیم کی تعریف کے لیے زبرقان بن بدر اٹھا، اور اپنی قوم کی طرف سے آٹھ شعر پڑھے، جن میں سے چار کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلَا حَيٌّ يُعَادِلُنَا	ہم شریف لوگ ہیں، اور کوئی قبیلہ بھی
مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينَا تُنْصَبُ الْبِيَعُ	ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا، ہم میں سے
وَكَمْ قَسَرْنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ كُلِّهِمُ	بادشاہ بھی ہیں اور ہم نے عبادت گاہیں
عِنْدَ النِّهَابِ وَفَضْلُ الْعِزِّ يُتَّبَعُ	بھی بنا رکھی ہیں، نیز ہم نے کئی قبائل کو
وَنَحْنُ نُطْعِمُ عِنْدَ الْقَحْطِ مُطْعِمُنَا	لوٹ مار کرتے وقت اطاعت پر مجبور

Marfat.com

مِنَ الشَّوَاءِ اِذَا لَمْ یُوْنَسْ الْقَزَعُ
اِنَّا اَبَیْنَا وَ لَمْ یَاْبیٰ لَنَا اَحَدٌ
اِنَّا کَذٰلِکَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ

کیا، اور دوسروں کی بڑائی ماننا پڑتی ہے
ہم لوگوں کو قحط کے زمانے میں بھونا
ہوا گوشت کھلاتے ہیں، جبکہ کہیں ایک
ٹکڑا بھی نہیں ملتا، ہم انکار کر دیتے ہیں
لیکن ہمیں کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور مفاخرہ
کرتے وقت ہم اسی طرح اوپر اٹھتے ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت حسان بن ثابت دربار رسالتؐ میں موجود نہ تھے، حضورؐ نے بلا بھیجا چنانچہ انہوں نے فی البدیہہ اٹھارہ اشعار کہے جن میں سے چار درج ذیل ہیں

قَوْمٌ اِذَا حَارَبُوْا ضَرُّوْا عَدُوَّهُمْ
اَوْحَاوَلُوا النَّفْعَ فِیْ اَشْیَاعِهِمْ نَفَعُوْا
اِنْ کَانَ فِی النَّاسِ سَبَّاقُوْنَ بَعْدَهُمْ
فَکُلُّ سَبْقٍ لِاَدْنٰی سَبْقِهِمْ تَبَعٌ
لَا یَبْخَلُوْنَ عَلٰی جَارٍ بِفَضْلِهِمْ
وَلَا یَمَسُّهُمْ مِنْ مَطْمَعٍ طَمَعٌ
اَکْرِمْ بِقَوْمٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ شِیْعَتُهُمْ
اِذَا تَفَاوَتَتِ الْاَهْوَاءُ وَالشِّیَعُ

وہ ایسی قوم ہیں کہ جب لڑیں، تو دشمن کو
نقصان پہنچاتے ہیں اور جب ان کی طرح
کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، تو یہ بھی اٹھاتے
ہیں، اگر ان کے بعد بھی مسابقت کرنے
والے پیدا ہوئے، تو ان کی ہر ترقی ان
کی ادنیٰ ترقی سے بھی کم ہوگی۔ یہ ہمسایوں
سے اپنی دولت میں بخل نہیں کرتے، اور
لالچ کے موقعہ پر یہ لوگ لالچ نہیں کرتے
تو اس قوم کا احترام کر، جن کی سب سے
بڑی تمنا رسول کریمؐ کی ذات ہے، جب کہ
اور لوگوں کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔

قبول اسلام

جب حضرت حسان بن ثابت نے اپنی نظم ختم کی، تو اقرع بن حابس تمیمی کہنے لگا: مجھے اپنے باپ کی قسم

Marfat.com

کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے، اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے اور آواز ہماری آواز سے شیریں۔ بعدہٗ یہ لوگ مسلمان ہو گئے، اور حضور نے انہیں انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔

وفد بنو عامر

سازش جب بنو عامر کے قرب و جوار کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو انہوں نے اپنے سردار قبیلہ عامر بن طفیل سے کہا کہ آس پاس کے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں، ہمیں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیئے عامر کہنے لگا، یہ کیسے ممکن ہے، کیونکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ سارا عرب مجھے اپنا قائد نہ مان لے۔ بھلا میں اس قریشی کو کیسے لیڈر تسلیم کر لوں" چنانچہ عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی بعد از صلاح مشورہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے، یہ تینوں سخت مفسدہ پرداز اور بدطینت تھے۔ باہم یہ طے پایا تھا کہ عامر حضور اکرمؐ کو باتوں میں لگا رکھے گا اور جب اربد دیکھے گا کہ آپؐ کا رخ دوسری طرف ہے، تو وہ حملہ کر کے آپؐ کا کام تمام کر دے گا۔ دربار رسالت میں حاضر ہوئے، تو عامر نے حضور اکرمؐ سے کہا " محمد میں آپؐ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ اس کے ارادے کو بھانپ گئے۔ فرمایا " پہلے اسلام قبول کر لو۔ پھر غور کروں گا" عامر نے تین دفعہ اپنی درخواست کو دہرایا۔ مگر حضور نے ہر بار ایک ہی جواب دیا۔ اس دوران میں وہ برابر اربد کی طرف دیکھتا رہا، کہ وہ اس کے ابلیسی مشورے پر کیوں عمل نہیں کرتا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ جب دیکھا کہ بات نہیں بنتی۔ تو کہنے لگا۔ یاد رکھیئے! میں مدینے کی سرزمین کو سواروں اور پیادوں

Marfat.com

سے بھر دوں گا" جب وہ اُٹھ کر چلا گیا، تو آپؐ نے فرمایا "اے خدا! مجھے اس موذی کے شر سے بچائیو"

جب دربار رسالت سے نکلے، تو عامر نے اربد سے کہا "اے کم بخت تو وہاں اُلو بن کر بیٹھا رہا۔ کیوں طے شدہ پروگرام پر عمل نہ کیا" کہنے لگا "عامر بخدا پیشتر ازیں میں تجھ سے سخت ڈرتا تھا۔ لیکن اب وہ دہشت میرے دل سے جاتی رہی ہے، کیونکہ محمد (رسول اللہ) سے بڑھ کر بادہیبت آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں حملہ کیسے کرتا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ عامر کو طاعون کی گلٹی نکل آئی۔ اور مرگیا۔ اربد گھر پہنچا، ایک دن اونٹ چراتے جارہا تھا کہ دونوں آسمانی بجلی کی لپیٹ میں آگئے۔ اور قصہ پاک ہوگیا۔

وفد سعد بن بکر

ایک عجیب آدمی دربار رسالت میں

بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو، جس نے لمبی لمبی زلفیں رکھ چھوڑی تھیں، دریافت حال کے لئے دربار رسالت میں روانہ کیا۔ مدینے پہنچا تو مسجد نبوی کے سامنے اونٹ کو بٹھایا۔ اور جہاں حضور اکرمؐ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ وہاں آکھڑا ہوا۔ "پوچھا۔ ابن عبدالمطلب کون ہے۔ آپ نے فرمایا "میں ہوں"۔ "اچھا محمد آپ ہیں" فرمایا "ہاں" اگر آپ برا نہ مانیں، تو مجھے آپ سے چند سوال کرنا ہیں" فرمایا! اجازت ہے۔ ضرور کرو۔ میں آپ کو اپنے خدا اور گزشتہ اور آئندہ اقوام کے خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا یہ درست ہے؟ کہ اُس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے" فرمایا "بلاشبہ یہ بات درست ہے" "میں آپ کو پھر ویسی ہی قسم دیتا ہوں، کہ کیا

Marfat.com

اس نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف خدائے لاشریک کی عبادت کریں۔ اور تمام ان معبودوں سے جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجتے تھے۔ قطع تعلق کریں حضورؐ نے فرمایا۔ "درست ہے"۔ میں پھر آپؐ کو وہی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں۔ کیا خدا نے حکم دیا ہے کہ ہم دن میں پانچ نمازیں پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ روزہ رکھیں۔ اور حج ادا کریں۔ وغیرہ وغیرہ"۔ فرمایا درست ہے، جب تمام اوامر و نواہی کو گن گنا کر فارغ ہوا، تو کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا، اور کہنے لگا، کہ "میں تمام اوامر اور نواہی کی پوری شدت سے پابندی کروں گا۔ اور کسی کمی بیشی کا روادار نہ ہونگا" جب رخصت ہو کر اونٹ کی طرف مڑا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر زلفوں والا سچ کہہ رہا ہے تو یقیناً جنتی ہے"۔

ضمام واپس گھر پہنچے تو اہل قبیلہ کو جمع کر کے کہا، "اے میری قوم کے مردو اور عورتو، لات اور عزیٰ کی خدائی کا زمانہ لد چکا ہے، اب آئندہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے گی" جس نے ہماری رہنمائی کے لئے ایک نبی کو مامور فرمایا ہے۔ اگر اس کی تعلیم پر عمل کرو گے تو گمراہی اور شرک کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت و وحدانیت کی روشنی میں آجاؤ گے۔ جب اہل قبیلہ نے یہ انوکھی باتیں سنیں تو وہ اس خدشے کے پیش نظر تھرا اٹھے، کہ ان "کفریات" کی وجہ سے کہیں ضمام کسی ناگہانی آفت کی زد میں نہ آجائے۔ ہرچند انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا، لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر اس کے استقلال کی وجہ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس راوی ہیں، کہ ہم نے ضمام سے بہتر کوئی رئیس وفد نہیں دیکھا۔

Marfat.com

وفد عبد القیس

جارودؓ بن عمرؓ اس وفد کے سربراہ تھے، جب دربار رسالت میں حاضر ہوئے، اور حضور اکرم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے "اے محمد ﷺ میں مذہباً عیسائی ہوں، اگر اپنا دین آپ کے دین کی خاطر چھوڑ دوں تو کیا آپ میری نجات کے ضامن ہوں گے" فرمایا- ہاں میں ضامن ہوں کیونکہ میں تمہیں ایک بہتر دین کی دعوت دے رہا ہوں- اس پر وہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہو گئے- بعدہٗ انہوں نے حضور سے سواری کے لئے دو اونٹ مانگے، چونکہ اس وقت آپ کے پاس کوئی ایسا انتظام نہیں تھا اس لئے حضورؐ نے معذرت کر دی-

درخواست حضرت جارود رخصت ہونے لگے، تو عرض کی یا رسول اللہ! مدینے سے لے کر ہماری بستیوں تک ہر طرح کے گمراہ اور بے دین لوگ آباد ہیں، اگر آپؐ اجازت دیں، تو ان میں تبلیغ کی جائے" فرمایا- اے جارود! ان کی مثال آگ سی ہے، جو بھی ان کے قریب بھٹکے گا- وہ اسے جلا کر راکھ کر دیں گے"

جب رسول کریمؐ کی وفات کے بعد قبائل عرب میں ارتداد کی وبا پھیل گئی تو اس قبیلے کے نومسلم بھی اس سیلاب میں بہہ گئے، لیکن حضرت جارود کے قدم نہ ڈگمگا سکے، اور وہ مرتدین کو اس ناروا اقدام سے روکنے میں پیش پیش تھے

Marfat.com

وفد بنو حنیفہ

مسیلمہ کذاب

بنو حنیفہ کا وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا، تو ان کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا، جب وفد کے باقی ارکان حضور کی خدمت میں باریاب ہوئے، تو مسیلمہ کو سامان کی حفاظت کے لئے وہیں چھوڑ گئے۔ جب اراکین وفد اسلام لے آئے، اور حضور نے انہیں کچھ دے دلا کر رخصت کرنا چاہا، تو کہنے لگے "یا رسول اللہ! ہمارا ایک اور ساتھی بھی ہے، جو سامان کی حفاظت پر مامور ہے، آپ نے فرمایا، اس کا حصّہ بھی لے جاؤ، اگرچہ وہ تمہارے ساتھ نہیں آیا۔"

جب یہ لوگ یمامہ واپس پہنچے تو مسیلمہ مرتد ہوگیا، اور کہنے لگا، میں تو محمد (رسول اللہ) کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں، چنانچہ اس نے باقاعدہ نبوت کا دعویٰ کر کے شراب اور زنا کو جائز قرار دیا۔ اور نماز معاف کر دی، جس سے اس قبیلے کے کئی مردود مسیلمہ کے پیروکار بن گئے۔

وفد بنو طی

یہ وفد زید الخیل کی سرکردگی میں دربار رسالت میں باریاب ہوا۔ اور اسلام لے آیا۔ حضور اکرم فرمایا کرتے تھے، کہ مجھ سے جتنے لوگ ملنے آئے، ان میں سے کوئی بھی زید الخیل کے پائے کا نہ تھا، کیونکہ ان لوگوں سے جب ملاقات کا موقعہ ملا۔ تو دید شنید سے کمتر ثابت ہوئی، لیکن زید الخیل کا معاملہ اس سے مختلف تھا، جب اس سے ملاقات ہوئی، تو شنید کمتر ثابت ہوئی، چنانچہ حضور نے ان کا نام زید الخیر کر دیا۔ دربار رسالت سے رخصت ہوئے، تو آپؐ

Marfat.com

نے انہیں ایک جاگیر کا فرمان لکھ دیا تھا لیکن وہ راستے ہی میں تیز بخار سے وفات پا گئے۔

عدی بن حاتم

عدی بن حاتم سے روایت ہے، کہ قبول اسلام سے پہلے میں رسول کریم سے سخت متنفر تھا۔ لیکن بایں ہمہ چونکہ میں ایک شریف خاندانی عیسائی تھا۔ اور قبیلے کا سردار، اس لئے میں نے زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ بات نہ نکالی، میرا ایک عربی غلام تھا، جسے میں نے کہہ رکھا تھا، کہ وہ خوب مضبوط اور تیز رفتار اونٹ تیار رکھے، اور جب اسلامی لشکر کی آمد کا پتہ چلے، تو مجھے خبر کر دے، چنانچہ ایک دن اس نے بتایا، کہ عنقریب اسلامی لشکر اس علاقے پر حملہ آور ہونے کو ہے، میں نے جلدی میں اپنا مال، اسباب سمیٹا، اہل و عیال کو ساتھ لیا اور شام کو روانہ ہو گیا عضب یہ ہوا کہ اس روا رَوی میں میری ایک بہن وہیں رہ گئی، جسے جنگی قیدی بنا لیا گیا اور باقی قیدیوں کے ساتھ، مسجد نبوی کے قریب ایک احاطے میں بند کر دی گئی۔

عدی کی بہن اور حضورؐ

ایک دن حضور اکرم وہاں سے گزرے، تو میری بہن نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرا باپ مر گیا ہے، اور متولی بھاگ گیا ہے۔ اس لئے آپ مجھے آزاد فرما دیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے گا۔" آپؐ نے فرمایا تمہارے متولی کا کیا نام تھا" کہا! عدی بن حاتم" فرمایا اللہ اور رسول سے بھاگنے والا" مزید کچھ نہ کہا، اور چلے گئے، دوسرے دن پھر وہی صورت حال پیش آئی۔ اور درخواست رائیگاں گئی، تیسرے دن پھر حضورؐ کا گزر ہوا۔ ہر چند میری بہن مایوس ہو چکی تھی، لیکن حضرت علی کے ایما پر جو حضورؐ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اس نے اپنی درخواست پھر دہرائی

Marfat.com

جسے آپؐ نے منظور کر لیا۔ اور فرمایا! "لیکن تم جلدی نہ کرنا، جب بھی کوئی قابل اعتماد آدمی ادھر آگیا، جس کی معیت میں تم بخیر و عافیت گھر پہنچ سکو، تو تمہیں اجازت دے دی جائے گی۔"

عدی کی بہن کی رہائی

چند دنوں کے بعد بنو قضاعہ کے کچھ لوگ جو شام جا رہے تھے، ادھر آ نکلے، جب میری بہن نے حضورؐ سے روانگی کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اسے کپڑوں کا ایک جوڑا، سواری کا اونٹ اور زادِ سفر دے کر رخصت کر دیا، ایک دن میں اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، دیکھا کہ اونٹ پر سوار ایک عورت چلی آ رہی تھی معاً خیال آیا ہو نہ ہو، یہ میری بہن ہے، قریب آئی تو غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی۔ کہنے لگی، او ظالم! بے رحم، تجھے شرم نہ آئی۔ کہ اہل و عیال کو سمیٹ کر چل دیا۔ اور بہن کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ آیا!" چونکہ میں قصوروار تھا۔ اس لئے معذرت بغیر اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

بہن اور بھائی کی گفتگو

ایک دن میں نے پوچھا۔ اے عزیز بہن! تمہاری اس شخص (رسول کریمؐ) کے بارے میں کیا رائے ہے۔ کہنے لگی۔ جتنی جلدی ہو سکے، اسلام قبول کر لو، کیونکہ اگر وہ نبی ہے، تو فضیلت کے مستحق وہی لوگ قرار پائیں گے، جو سابقین سے ہوں گے، اور اگر بادشاہ ہے تب بھی اس کی اطاعت سے تمہیں فائدہ ہی ہوگا۔ چونکہ رائے درست تھی، اس لیے اسلام لانے کی خاطر میں مدینے کو روانہ ہو پڑا، اور مسجد نبوی میں حضورؐ کے سامنے جا کھڑا ہوا آپؐ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے میں نے سلام عرض کیا، تو آپؐ نے نام دریافت فرمایا۔ میں نے کہا "عدی بن حاتم" آپؐ اٹھے اور مجھے ساتھ لے کر گھر کو چل دیئے۔

Marfat.com

تبلیغ اسلام

راستے میں ایک بڑھیا نے حضورِ اکرم کو روک لیا وہ کافی دیر تک باتیں کرتی رہی، اور آپ حوصلے سے اس کی باتوں کا جواب دیتے رہے۔ یہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ بادشاہ تو اتنے عالی ظرف اور خوش خلق نہیں ہو سکتے، گھر پہنچے تو ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے مجھے بیٹھنے کو دیا اور خود ننگی زمین پر بیٹھ گئے، اس سے پھر مجھے خیال آیا کہ یہ شان بھی بادشاہوں کی نہیں ہو سکتی۔ جب بہ اطمینان بیٹھ چکے، تو فرمایا "اے حاتم! کیا تم گوشہ نشین ہو گئے تھے؟" میں نے کہا۔ "درست ہے" پھر دریافت فرمایا کیا تم مال غنیمت میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کیلئے قبائل کا چکر کاٹتے تھے؟" میں نے کہا "درست ہے" فرمایا کیا تمہارے مذہب میں اس کی اجازت ہے؟" میں نے کہا "اجازت تو نہیں ہے" اس سوال سے میں سمجھ گیا کہ آپ نبی مرسل ہیں۔

پھر فرمایا! "عدی! کیا تم اسلام سے اس لئے بھاگتے ہو، کہ مسلمانوں کی مالی حالت پتلی ہے۔ بخدا وہ وقت قریب ہے، کہ فراوانی کا یہ عالم ہو گا۔ کہ خیرات لینے والا ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔ اور شاید اس لئے بھی مسلمان ہونے سے ڈرتے ہو۔ کہ ہمارے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، بخدا، وہ وقت قریب ہے، کہ ایک عورت قادسیہ سے اونٹ پر سوار ہو کر تن تنہا یہاں پہنچ جائے گی۔ اور کوئی مزاحم نہیں ہو گا۔ اور غالباً تم اس لئے بھی متذبذب ہو، کہ تمام سلطنتیں غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں۔ بخدا، یہ فرحت افزا خبر تم بہت جلد سنو گے، کہ بابل کے سفید محلات کے کنگروں پر مسلمانوں کا پرچم لہرا رہا ہے" حضورِ اکرمؐ کے یہ ارشادات سن کر میں مسلمان ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے، کہ میری زندگی میں ہی حضورؐ کی دو پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں۔ اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ مسلمانوں میں دولت دنیا کی اتنی فراوانی ہو، کہ خیرات مانگنے والا کوئی نہ ہو۔

Marfat.com

وفد بنو مراد

فروہ بن مسیک المرادی شاہان کندہ سے قطع تعلق کر کے دربار رسالت میں حاضر ہوئے زمانہ جاہلیت میں بنو مراد اور بنو ہمدان میں ایک خونریز جنگ ہوئی تھی، جسے یوم الردم کہا جاتا ہے جس میں بنو مراد کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ حضور اکرم نے دریافت فرمایا! اے فروہ تمہاری قوم کو اس جنگ میں جو عظیم نقصان پہنچا تھا کیا تم بھی اس سے متاثر ہوئے تھے۔ کہنے لگے " یا رسول اللہ! قوم کا نقصان میرا نقصان تھا۔ کیسے متاثر نہ ہوتا۔" فرمایا " چونکہ تمہاری قوم مشرف بہ اسلام ہو گئی ہے، اس لحاظ سے تمہاری تلافی کی صورت نکل آئی ہے۔" اس کے بعد حضور نے انہیں بنو مراد، زبید اور مذحج کا عامل مقرر فرمایا، اور حضرت خالد بن سعید کو بطور محصل ان کے ساتھ بھیج دیا جو حضور کی وفات تک وہیں رہے۔

عمرو بن معدیکرب

عمرو بن معدیکرب نے قیس بن مکشوح سے کہا۔ اے قیس! تم قوم کے سردار ہو تمہیں اس کا علم ہوگا، کہ قریش میں ایک شخص محمد نامی پیدا ہوا ہے، جو مدعی نبوت ہے تم ہمارے ساتھ چلو، تاکہ ہم اندازہ لگائیں، کہ وہ اپنے دعویٰ میں کس حد تک سچا ہے، کیونکہ اگر وہ فی الواقع نبی ہوا، تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔ اگر وہ سچا ہوا تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے، ورنہ خیر، لیکن قیس نے انکار کر دیا۔ اور معدیکرب کی اس تجویز کا مذاق اڑایا، یہ دیکھ کر معدیکرب اکیلا دربار رسالت میں پہنچا اور مسلمان ہو گیا۔

جب قیس کو اس حقیقت کا علم ہوا تو اسے معدیکرب کے اس اقدام پر سخت غصہ آیا کہ اس نے کیوں اس کی رائے کا احترام نہیں کیا، لیکن معدی کرب کا ایمان بھی چند

Marfat.com

دونوں کا مہمان تھا۔ جب حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد ارتداد کی وبا پھیلی، تو معدیکرب بھی مرتد ہو گیا۔ (لیکن بعد میں پھر سے توبہ کر لی تھی۔)

قصہ کوتاہ گشت وگرنہ دردسر بسیار بود

وفد کندہ

حضرت اشعث بن قیس بنو کندہ کے وفد کے ہمراہ، جو اسی سواروں پر مشتمل تھا۔ دربار رسالت میں حاضر ہوئے، اراکین وفد نے قیمتی جبے اور ریشمی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ حضور اکرمؐ نے کہا۔ "کیا تم مسلمان ہو" فرمایا یارسول اللہ، بلاشبہ ہم مسلمان ہیں" فرمایا، یہ ریشمی کپڑے کیوں اوڑھ رکھے ہیں، اسلام میں تو ریشم پہننا ناجائز ہے"۔ اس پر انہوں نے چادریں پھاڑ کر پھینک دیں۔ بعدہٗ حضرت اشعث نے کہا" یارسول اللہ! ہم بنو آکل المرار ہیں، اور آپؐ کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے" حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا اس کا ذکر عباس بن عبدالمطلب اور ربیع بن حارث سے کرنا کیونکہ جب وہ لوگ قبل از اسلام قبائل عرب میں تجارت کرنے جاتے، تو چونکہ آکل المرار شاہی خاندان تھا، جو عوام میں بہ نظر احترام دیکھا جاتا، اس لئے یہ دونوں حضرات بھی بغرض مقبولیت خود کو جھوٹ موٹ اسی خاندان سے منسوب کر لیتے تھے۔" حضورؐ نے فرمایا" بنو ہاشم، نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں، بنو آکل المرار سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں"۔ حضرت اشعث نے اس پر اراکین وفد سے مخاطب ہو کر انہیں انتباہ کیا کہ تم میں سے جو شخص دوسری نسلوں میں داخلے کی کوشش کرے گا اسے اسی کوڑے لگاؤں گا۔"

آکل المرار اس خاندان کو آکل المرار اس لئے کہتے تھے، کہ ایک دفعہ عمرو بن ہبولہ غسانی نے سردار قبیلہ حرث بن عمرو کی غیر حاضری میں اس قبیلے پر حملہ کیا، اور اس کی بیوی کو پکڑ کرلے گیا۔ راستے میں ام اناس نے

نے عمرو بن ہبولہ سے کہا، کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ ایک سیاہ اونٹ والا آدمی جس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور جو مرار کے پتے کھاتا ہے بہت جلد آکر تیری گردن کو دبوچ لے گا، اس واقعہ سے اس خاندان کا نام آکل المرار پڑ گیا ابھی وہ بکر بن وائل کی بستیوں کے قریب ہی پہنچا ہوگا، کہ حرث بن عمرو پہنچ گیا اور عمرو بن ہبولہ کو قتل کر کے اپنی بیوی کو چھڑا لے گیا۔

وفد بنو ازد

جرش کا محاصرہ

صرد بن عبداللہ بنو ازد کا وفد لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے، حضورؐ نے اس قبیلہ کو ہدایت کی کہ وہ مشرکین میں اسلام کی تبلیغ کریں اگر وہ اسلام نہ لائیں، تو ان کے خلاف جہاد کریں، چنانچہ بنو ازد نے جرش کے شہر کا، جہاں قبائل یمن مقیم تھے، اور جہاں اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر، بنو خثعم بھی پناہ گزیں ہو گئے تھے، محاصرہ کر لیا۔ جو کہ ایک مہینے تک جاری رہا، لیکن چونکہ محاصرین شہر کا کچھ نہ بگاڑ سکے، اس لئے محاصرہ اٹھا کر چل دیئے، اہل شہر نے، اس خیال سے کہ محاصرین گھبرا کر بھاگ گئے ہیں ان کا تعاقب کیا، اور شکر نامی ایک پہاڑی کے دامن میں سخت مقابلہ ہوا جس میں کافی اہل جرش مارے گئے

اہل جرش کا وفد

اسی اثنا میں اہل جرش کا دو آدمیوں پر مشتمل ایک وفد شرائط معاہدہ طے کرنے کو حضور اکرمؐ کے پاس گیا ہوا تھا اور اہل شہر ان کی آمد کے منتظر تھے، ایک دن بعد از نماز عصر مسجد نبوی میں حضورؐ نے دریافت فرمایا، شکر کہاں واقع ہے۔ اس پر ان دو آدمیوں کے کان کھڑے ہو گئے، کہا یا رسول اللہؐ ہمارے شہر کے پاس کشبر نامی ایک پہاڑ ہے" حضورؐ نے فرمایا! وہاں خدائی اونٹ ذبح کئے جا رہے ہیں" وہ دو آدمی تو یہ بات سن کر بیٹھ گئے، لیکن حضرت ابو بکر نے انہیں

سمجھایا، کہ حضورؐ کی گفتگو کا مقصد یہ ہے، کہ تمہاری قوم کسی مصیبت کا شکار ہے، جاؤ اور آپؐ سے دعا کی درخواست کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی، کہ اے خدا تو ان کی مصیبت کو ختم کر دے۔"

جب یہ لوگ دربار رسالت سے واپس گھر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ جس دن حضورؐ نے اونٹوں کے ذبح ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ وہی دن تھا جب حضرت صرد بن عبداللہ سے ان کی جنگ ہوئی تھی اور ان کے کئی آدمی مارے گئے تھے، اس کے بعد ان کا ایک اور وفد بارگاہِ رسالت میں باریاب ہوا، اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔

شاہان حمیر کا قاصد دربار رسالت میں

جب حضور اکرمؐ غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے، تو شاہان حمیر کے قاصد نے حاضر ہو کر حرث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان ذی رعین، ازرعہ ذی یزن اور مالک بن مرہ رہاوی کے خطوط دربار رسالت میں پیش کئے تھے۔ جس میں انہوں نے اسلام قبول کرنے اور شرک سے بیزاری کا اعلان کیا تھا، جواباً حضور اکرمؐ نے انہیں مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے حرث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال وغیرہ کے نام، اما بعد سب سے پہلے اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جس کا کوئی شریک نہیں، آپ کا قاصد، جب ہم روم سے لوٹے، بہ مقام مدینہ آ کر ملا جس سے ہمیں تمہارے قبول اسلام، شرک سے بیزاری، اور مشرکین کے خلاف جنگ و جدل کا علم ہوا، بلاشبہ خدا نے تمہیں ہدایت کی سعادت سے نوازا، اگر تمہیں اپنی اصلاح اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت منظور ہے، تو نمازیں پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، اور مال غنیمت سے خدا اور رسولؐ کا پانچواں حصہ علیحدہ کر دیا

Marfat.com

کرد، نیز بارانی زمین اور نہر سے سیراب شدہ زمینوں سے عشر، اور چاہی زمین سے پیداوار کا بیسواں حصہ ادا کرو، چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ ایک جوان اونٹنی ابنۃ لبون اور تیس اونٹوں کی ایک جوان اونٹ ابن لبون ہے، ہر پانچ اونٹ کی زکوٰۃ ایک بکری، اور دس کی دو بکریاں ہے، اسی طرح چالیس گایوں کی زکوٰۃ ایک مادہ گائے اور تیس کی نر بیل ہے، یہ حد فرض زکوٰۃ کی ہے، لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ دینا چاہے تو یہ امر باعث خیر و برکت ہوگا، تم میں سے جو شخص اسلام کے اوامر و نواہی کی پابندی کریگا خیر و شر نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہوگا، مگر جو شخص یہودیت اور نصرانیت سے تائب نہیں ہوتا، ایسے شخص کو خواہ مرد ہو یا عورت، آقا ہو یا غلام، سالانہ ایک دینار بطور جزیہ ادا کرنا ہوگا، جو شخص یہ ٹیکس خدا اور رسول کو باقاعدگی سے ادا کرتا رہے گا، خدا اور رسول اس کے خیر و شر کے ذمہ دار ہوں گے، لیکن جو ادا نہیں کرے گا اس سے ایسا سلوک روا رکھا جائے گا، گویا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

نیز محمد رسول اللہ کی طرف سے زرعہ ذی یزن کو واضح ہو، کہ جب دربار رسالت کے قاصد، معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادہ، اور عقبہ بن نمیر، مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرتے آئیں، تو ان کی امداد کی جائے، نیز کوشش کی جائے، کہ یہ لوگ خوشی خوشی واپس لوٹ کر آئیں میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں، کہ خدا کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں،

مالک بن مرہ رہاوی کو واضح ہو، کہ مجھے معلوم ہوا ہے، کہ بنو حمیر میں سے تم سب سے پہلے اسلام لائے، اور مشرکین کے خلاف جہاد میں بھی شریک ہوئے، میں تمہیں، خیر و برکت کی بشارت دیتا ہوں، نیز بنی حمیر کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں، تمہیں چاہیئے، کہ نہ تو خیانت کا ارتکاب کرو۔ اور نہ کسی کو رسوا کرو، محمد رسول اللہ تم سے ہر آدمی کے امیر ہو یا غریب، مولا اور آقا ہیں، علاوہ ازیں محمد رسول اللہ، اور اہلبیت

پر صدقہ حرام ہے، کیونکہ یہ فقرا اور حاجت مند غریب الوطن، لوگوں کا حق ہے، جن لوگوں کو میں تعلیم دین کے لئے بھیج رہا ہوں۔ وہ صالح، امین اور عالم لوگ ہیں، ان سے حسن سلوک کی ہدایت کی جاتی ہے۔

مُعلّم کا تقرر

حضرت عبد اللہ بن ابو بکر راوی ہیں کہ جب حضور اکرم نے معاذ بن جبل کو بنو حمیر کے پاس بھیجا تو آپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ لوگوں کی آسانی کا خیال رکھنا اور انہیں دقت میں نہ ڈالنا، حسن سلوک سے پیش آنا۔ اور نفرت کا برتاؤ نہ کرنا، تم ایک ایسے قبیلے کے پاس جا رہے ہو، جو اہل کتاب سے تعلق رکھتا ہے، اگر وہ تم سے دریافت کریں، کہ جنت کی کنجی کیا ہے تو کہنا لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔

فروہ بن عمرو الجذامی

حضرت فروہ حکومت روم کی طرف سے ان عرب علاقوں کے حاکم تھے، جو سلطنت روم کے تحت تھے، جب وہ اسلام لے آئے، تو ایک قاصد کے ذریعے سے اپنے اسلام لانے کی اطلاع دربار رسالت کو دی، اور ایک سفید خچر بطور تحفہ روانہ کیا، جب حکومت روم کو ان کے عقیدے کی تبدیلی کا علم ہوا، تو شاہ روم نے انہیں دربار میں طلب کرکے قید کر دیا اور کچھ عرصے کے بعد فلسطین میں عفریٰ نامی ایک چشمے کے کنارے پھانسی دے کر لاش وہاں لٹکا دی۔

Marfat.com

بنو حرث بن کعب کا قبول اسلام

حضور اکرم نے ربیع الآخر سنہ ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولید کو بنو حرث بن کعب کے پاس تبلیغ کے لئے روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ اگر وہ اسلام لے آئیں۔ تو تعرض نہ کیا جائے چنانچہ جب حضرت خالد بن ولید وہاں پہنچے تو ان کے داعی چاروں طرف پھیل گئے، اور لوگ بلا توقف مسلمان ہوتے گئے حضرت خالد انہیں تعلیم دین دیتے قرآن پڑھاتے، اور حضور اکرمؐ کے اقوال سناتے اس سلسلے میں انہوں نے آپؐ کو مندرجہ ذیل خط لکھے۔

حضرت خالد کا خط

محمد رسول اللہ کے نام خالد بن ولید کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ آپؐ نے مجھے بنو حرث بن کعب کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ میں حسب الحکم یہاں آیا۔ تو ان لوگوں نے بہ طیب خاطر دعوت اسلام پر لبیک کہی میں انہیں قرآن پڑھاتا ہوں، اور اوامر نواہی کی تعلیم دیتا ہوں، اور اس وقت تک یہاں قیام کروں گا، جب تک حضورؐ کی طرف سے پروانہ طلبی نہیں موصول ہوتا۔ والسلام۔

حضور اکرمؐ نے اس خط کے جواب میں رقم فرمایا۔

جواب

محمد رسول اللہ سے خالد بن ولید کے نام۔ تعریف اس خدا کی جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں قاصد تمہارا خط لایا جس میں مذکور تھا، کہ بنو حرث بن کعب مسلمان ہو گئے ہیں اور خدا کی وحدانیت میری نبوت اور عبودیت کا اقرار کر لیا ہے، آپ انہیں میری طرف سے مبارک دیں، اور تاکید کریں کہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہیں، آپ خود بنو حرث کے وفد کے ساتھ واپس آجائیں۔

Marfat.com

وفد جب بنو حرث کا وفد دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ لوگ ہندی معلوم ہوتے ہیں، حضرت خالد نے عرض کی، "یا رسول اللہ یہ بنو حرث بن کعب کا وفد ہے، جو حسبِ حکم حاضرِ خدمت ہوا ہے" اس پر ان لوگوں نے سلام عرض کیا۔ اور کلمہ شہادت پڑھا، آپؐ نے بھی کلمہ شہادت پڑھا، اور فرمایا مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہے کہ تم لوگ ایمان لے آئے ہو" پھر فرمایا! تمہارے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ تم ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے ہو" کیا یہ درست ہے" حضور نے تین دفعہ اس سوال کو دہرایا، لیکن وہ خاموش رہے، چوتھی دفعہ پوچھا، تو یزید بن عبدالمدان نے کہا، یا رسول اللہ! یہ بات درست ہی ہے" فرمایا اگر تم خالد بن ولید کی دعوت پر اسلام نہ لاتے، تو صورتِ حال سنگین ہو جاتی، اس پر یزید نے کہا! یا رسول اللہ! ہم اس باب میں آپؐ کے احسان مند ہیں نہ خالد بن ولید کے۔ پوچھا پھر کس کے احسان مند ہو" کہا اللہ تعالےٰ کے جس کے فضل و کرم سے ہمیں یہ توفیق ارزانی ہوئی" فرمایا تم نے درست کہا۔ اچھا! یہ بتاؤ تم جاہلیت میں دشمنوں پر کس طرح فتح پاتے تھے" عرض کی ایسی تو کوئی بات نہیں، یا رسول اللہ" فرمایا میں درست کہہ رہا ہوں۔" عرض کی" یا رسول اللہ ہم دشمن کے مقابلے میں یک جان ہو جاتے، باہمی رنجشوں کو بھول جاتے، اور کسی سے زیادتی نہ کرتے" فرمایا! یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ بعدہٗ قیس بن حصین کو قبیلے کا سربراہ مقرر فرما کر وفد کو واپسی کی اجازت دے دی، اور حضرت عمرو بن حزم کو معلم اور محصل کے فرائض سپرد کر کے وفد کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اور مندرجہ ذیل فرمان لکھ کر ان کے سپرد کیا

فرمان بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ایمان والو! یہ اللہ اور رسول کا حکم ہے، کہ ایفائے عہد کرو، نیز عمرو بن حزم کو جسے یمن بھیجا جا رہا ہے، واضح ہو کہ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ، خدا

Marfat.com

ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے، جو اس سے ڈرتے ہیں، اور اس کے بندوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں وہ صرف اپنا حق وصول کرے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کی ترغیب دے، نومسلموں کو قرآن پڑھائے، اور اس کے مطالب سمجھائے، اشاعت حق کے لئے لوگوں سے نرمی برتے، اور کسی کو دوسرے پر زیادتی نہ کرنے دے کیونکہ قرآن میں لوگوں پر ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ظالم پر خدا کی لعنت پڑتی رہتی ہے، نیکو کار کو بہشت کی بشارت دے، اور بروں کو جہنم سے ڈرائے، اور بتائے کہ کون سے اعمال ایسے ہیں جن کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح لوگوں کو باقی احکام دین کی (حج، عمرہ وغیرہ) تعلیم دے، اور احکام ذہن نشین کرائے، بعد ازاں زکوٰۃ کے بارے میں بہ تفصیل احکام دین کی وضاحت فرمائی، آپؐ نے غیر مسلموں کے بارے میں بھی حسن سلوک کی تاکید کی۔

رفاعہ بن زید الجذامی

صلح حدیبیہ کے دوران میں جب حضرت رفاعہ دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے، اور ایک غلام آپؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا، تو آپؐ نے انہیں مندرجہ ذیل فرمان لکھ کر دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ فرمان محمد رسول اللہ کی طرف سے رفاعہ بن زید کو لکھ کر دیا گیا ہے، میں اسے اپنی قوم کی طرف اس لئے بھیج رہا ہوں۔ کہ وہ انہیں خدا اور رسولؐ کے دین کی طرف بلائے، جس نے اس کی دعوت کو مانا۔ وہ خدائی گروہ میں شامل ہو گیا، لیکن جس نے انکار کیا اسے دو ماہ کی مہلت دی جائے، تاکہ وہ اچھی طرح سوچ لے، لیکن جب حضرت رفاعہ اپنے قبیلے میں واپس آئے، تو ان کی ترغیب سے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

وفد ہمدان

جب حضور اکرمؐ غزوہ تبوک سے واپس لوٹے تھے، تو بنو ہمدان کا ایک وفد، مالک بن نمط کی سربراہی میں دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے حبری چادریں اور عدنی پگڑیاں پہن رکھی تھیں۔ سردار وفد نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ وفد بنو ہمدان کے شہریوں اور دیہاتیوں کی طرف سے آیا ہے، ہم دین کے معاملے میں کسی طعن و تشنیع سے نہیں ڈرتے، ہم نے قبائلی معبودوں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اور اسلام کی دعوت پر لبیک کہا ہے، ہم بنو خارف اور یام کی اولاد ہیں، اور تمام قبائل عرب کے قائد اور سردار ہیں، حضور اکرمؐ نے انہیں ذیل کا فرمان لکھ کر دیا۔

فرمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ محمد رسول اللہ کا فرمان ہے۔ بنو خارف کے اخلاف نیز، خباب النضب اور عقاف الرمل کے باشندوں کے نام اور تمام ان لوگوں کے نام جو اسلام لائے ہیں، کہ جب تک وہ نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں گے۔ وہ زمین کی پستی اور بلندی کے مالک شمار ہوں گے۔ اس کی پیداوار خود کھائیں گے، اور گھاس جانوروں کو کھلائیں گے۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا عہد نامہ ہے، جس پر مہاجرین اور انصار شاہد ہیں۔

مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی

حضور اکرمؐ کے عہد میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے، کہ ایک دن حضور اکرمؐ منبر پر تشریف تھے، صحابہ سے خطاب کے دوران میں فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا، لیکن

Marfat.com

بعد میں اس کے بارے میں بھول گیا، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن پہن رکھے ہیں، مجھے برے معلوم ہوئے، پھونک ماری تو وہ اڑ گئے، میرا خیال ہے کہ اس سے مراد یہ دو جھوٹے نبی ہیں۔ ایک یمن کا اور دوسرا یمامہ کا۔ حضرت ابوہریرہ راوی ہیں، کہ حضورؐ نے فرمایا "قیامت سے پہلے میری امت میں تیس دجال پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک مدعی نبوت ہو گا۔"

عمّال کا تقرر

حضور اکرمؐ نے تمام ان علاقوں میں جو اسلامی قلمرو میں شامل ہو چکے تھے، صدقات اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے محصل مقرر فرمائے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت ابو امیہ بن مغیرہ کو صنعاء میں، جہاں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

حضرت زیاد بن لبید کو حضر الموت میں۔ حضرت عدی بن حاتم کو قبیلہ طی میں، حضرت مالک بن نویرہ کو بنو حنظلہ میں۔ حضرت زبرقان بن بدر کو بنو سعد کے ایک حصے میں اور قیس بن عاصم کو دوسرے حصے میں مقرر فرمایا۔

حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین میں اور حضرت علی کو نجران روانہ کیا۔

حضور اکرم کے نام مسیلمہ کذاب کا خط

"مسیلمہ رسول اللہ کا خط محمد رسول اللہ کے نام۔ سلام علیک، میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں۔ نصف زمین ہماری ہے، نصف قریش کی، لیکن قریش ایسے لوگ ہیں، جو اکثر زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔

اس خط کو دو قاصد لے کر آئے، جب خط پڑھا جا چکا ہے، تو حضور اکرم نے قاصدوں سے دریافت فرمایا۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے مسیلمہ کی تائید کی

تو حضور اکرمؐ نے فرمایا، اگر تو سفیر نہ ہوتا۔ تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ اس کے بعد آپؐ نے مندرجہ ذیل جواب لکھایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"محمد رسول اللہؐ سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ اس پر سلام، جسے خدا نے ہدایت سے نوازا زمین اللہ کی ہے۔ جس کو عطا فرما دے۔ عاقبت کی بھلائی متقی کا حق ہے۔" ۱

۱۔ ابن ہشام۔ دوم۔ ۲۵۰۔ ۲۲۳۔ سیرۃ۔ جلد دوم ۵۳۔ ۲۴
۔ محمد ایٹ مدینہ ۱۴۲۔ ۷۸۔

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۱

اُن صحابہؓ کی فہرست جو مکّی زندگی میں حضورِ اکرمؐ پر ایمان لائے

(اس کی تیاری میں "الاستیعاب" اور "طبقات ابنِ سعد" سے مدد لی گئی)

الف

۱:۔ ابو احمدؓ بن جحش — نام عبد بن جحش تھا۔ سب سے پہلے مدینے کو ہجرت کی ۲۱ھ میں وفات پائی۔ ان کی ہمشیرہ زینب حضورؐ کی حرم تھیں۔ (استیعاب ۶۳۳)

۲:۔ ابو ایوبؓ انصاری — بیعت عقبہ میں موجود تھے، تمام غزوات میں شریک رہے ۵۰ھ میں قسطنطنیہ میں وفات پائی۔ (استیعاب ۶۲۰)

۳:۔ ابو بردہؓ بن قیس الاشعری — نام عامر بن قیس تھا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بھائی تھے، مہاجر حبشہ تھے۔ خیبر فتح ہوا تو حبشہ سے مدینہ آگئے (استیعاب ۶۲۴)

۴:۔ ابو برزہؓ الاسلمی — نام عبداللہ بن نضلہ تھا۔ ۶۰ھ میں بہ عہد زیاد بن ابیہ بصرے میں وفات پائی۔ (استیعاب ۶۲۹)

۵:۔ ابو بکر الصدیقؓ — نام عبداللہ بن قحافہ تھا۔ بنو تیم سے تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۶۳ برس کی عمر میں ۱۷ جمادی الآخر ۱۳ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (استیعاب ۳۲۹-۳۳۵)

Marfat.com

۶:- ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ — آپ دونوں ہجرتوں میں شریک تھے، دار ارقم میں حضورؐ کے جانے سے پہلے ایمان لائے اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۵۳ برس کی عمر میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (استیعاب ۶۳۴/۶۳۵)

۷:- ابوذر غفاریؓ — نام جندب بن جنادہ تھا۔ اولین سابقین میں پانچواں نمبر تھا اسلام لائے اور اپنے قبیلے میں چلے گئے۔ بعد از ہجرت وہاں مدینے آگئے۔ چونکہ سوشلسٹ خیال کے تھے اس نے حضرت عثمان نے ان کو جلاوطن کر دیا تھا۔ انہوں نے ربذہ کے مقام پر ۳۲ھ میں وفات پائی۔ (استیعاب ۶۴۵)

۸:- ابورافعؓ (مولی النبیؐ) — قبطی النسل تھے نام اسلم تھا۔ بدر اور احد میں شریک تھے حضورؐ نے آزاد کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی وفات سے چند روز پیشتر وفات پائی۔ (استیعاب ۶۴۸)

۹:- ابوالرومؓ بن عمیر بن ہاشم — حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی تھے۔ والدہ ایک رومی کنیز تھی بھائی کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک تھے جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ (استیعاب ۶۴۸)

۱۰:- ابورہمؓ بن قیس الاشعری — حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بھائی تھے۔ حبشہ کو ہجرت کی۔ جب خیبر فتح ہوا تو حضرت جعفر طیار سے پہلے یہاں آئے اور پھر مدینے کو ہجرت کر گئے۔ (استیعاب ۶۴۹)

۱۱:- ابوسبرہ بن ابورہم بن عبدالعزیٰ — دونوں ہجرتوں میں شریک تھے۔ بدر اور احد کے علاوہ باقی سب غزوات میں حصہ لیا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد مکے آگئے تھے۔ حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت

میں وفات پائی (استیعاب ۶۸۲)

۱۲:۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ عبداللہ نام تھا۔ دونوں ہجرتوں میں شریک رہے۔ جنگ احد میں زخمی ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد زخم مندمل ہو گیا تھا بعد میں پھر رِسنے لگے چنانچہ اسی عارضے سے ۳ھ میں فوت ہو گئے حضورؐ نے ان کی بیوہ جنابہ اُم سلمہ سے نکاح کر لیا تھا (استیعاب ۶۸۵)

۱۳:۔ ابوسنان الاسدی۔ نام وہب بن محصن تھا۔ بھائی کا نام عکاشہ اور لڑکے کا نام سنان بن ابوسنان تھا۔ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان کے بیٹے بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ ۵ھ میں چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (استیعاب ۔۔۔)

۱۴:۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ عامر بن جراح نام تھا۔ سوائے بدر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ حضورؐ نے آپ کو امین الملت کا خطاب دیا تھا۔ ۵۸ برس کی عمر میں طاعون سے بمقام اردن فوت ہوئے (استیعاب ۶۶۹)

۱۵:۔ ابوفکیہہ۔ بنو دارہ کے غلام تھے کفار قریش نے آپ کو سخت تکلیفیں دیں۔ لیکن ہٹ کے پکے تھے۔ ہجرت کی اجازت ملی تو حبشہ چلے گئے (استیعاب ۶۸۲)

۱۶:۔ ابوقیس بن حارث۔ زمانہ جاہلیت میں سرداران قریش سے تھے۔ ہجرت حبشہ میں شریک تھے۔ جب حضور اکرمؐ نے ہجرت فرمائی تو آپ بھی مدینے آ گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (استیعاب ۶۸۳)

Marfat.com

۱۷:- ابو کبشہ	نام سلیم تھا۔ رسول کریمؐ کے مولیٰ تھے۔ فارس کے باشندے تھے۔ حضورؐ نے آزاد کر دیا تھا۔ ۱۳ھ جس دن حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ وفات پائی۔ تمام غزوات میں شریک رہے تھے۔ (استیعاب ۶۵۵)
۱۸:- ابو مرثد الغنوی	نام کناز بن حصین بن یربوع تھا۔ مدینے کو ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ آپ بنی غنی بن اعصر سے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں ۱۲ھ میں ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ صاحبزادے کا نام مرثد بن ابو مرثد تھا (استیعاب ۶۵۸)
۱۹:- ابو موسیٰ اشعری	عبد اللہ بن قیس نام تھا۔ بہت بڑے نساب تھے، ہجرت حبشہ میں شریک تھے، جب خیبر فتح ہوا تو حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں بصرے کے حاکم مقرر ہوئے واقعۂ تحکیم میں حضرت علیؓ کے نمائندہ تھے۔ اور ہار گئے تھے ۴۲ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ (استیعاب ۶۵۸)
۲۰:- ابو الہیثم بن تیہان	زمانۂ جاہلیت میں بھی بتوں سے نفور تھے۔ آپ اُن آٹھ انصار سے تھے جو مکے میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وفات ۲۰ ہجری میں ہوئی۔ (ابن سعد جلد چہارم - ۲۴)
۲۱:- اربد بن حُمیرہ	آپ کا شمار مہاجرین مدینہ سے ہے۔ (استیعاب ۵۳)
۲۲:- ارقم بن ابی ارقم	نام عبد مناف بن اسد بن عبد اللہ تھا، اولین سابقین سے تھے۔ حضورؐ ان کے مکان پر کافی عرصہ مقیم رہے۔ دار ارقم صفا پر تھی۔ (استیعاب ۵۱)

Marfat.com

۲۳:- اُسامہ بن زید بن حارثہ

آپ حضورؐ کے غلام زید بن حارثہ کے فرزند تھے۔ حضورؐ کو ان سے بڑی محبت تھی آپ فرمایا کرتے "کہ اسامہ مجھے فاطمہ کے بعد سب سے زیادہ عزیز ہے۔ امیر معاویہ کے عہد میں ۵۳ھ میں وفات پائی (استیعاب ۲۹)

۲۴:- اسعد بن زرارہ

بنو نجار سے تھے اور ان بارہ انصار سے تھے جنہیں حضورؐ نے عقبہ ثانی کے موقعہ پر نقیب مقرر کیا تھا۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں بھی موجود تھے۔ آپ نے ہجرت کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ (استیعاب ۴۰)

۲۵:- الاسود بن نوفل بن خویلد

بنو اسد سے تھے اور ہجرت حبشہ میں شریک ہوئے تھے آپ محمد بن عبدالرحمان بن الاسود کے دادا تھے (استیعاب ۴۲)

۲۶:- اُسَید بن حُضَیر

آپ بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے۔ اور غزوہ اُحد میں حضورؐ کی حفاظت پہ مامور تھے۔ چنانچہ آپ کو سات زخم آئے قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے (استیعاب ۲۸)

۲۷:- ایاس بن البکر

حضورؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ وہ اور ان کے بھائی عامر بن بکر دار ارقم سے پہلے اسلام لائے تھے (استیعاب ۴۸)

ب

۱:- البراء بن معرور

آپ انصار کے سرداروں سے تھے اور بیعت عقبہ اولیٰ میں حاضر تھے۔ اور ہجرت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور وصیت کی تھی کہ ان کے مال کا تیسرا حصہ حضورؐ کی خدمت میں پیش

Marfat.com

کیا جائے کہ آپ اُجس طرح چاہیں تصرف فرمائیں (استیعاب ۵۷)

۱۲- بُریدہ الاسلمی — نام بریدہ بن الحصیب بن عبداللہ تھا۔ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ بیعت رضوان میں حصہ لیا۔ جب حضورؐ نے ہجرت فرمائی تو راستے میں اسّی آدمیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہوئے بدر کے بغیر باقی تمام غزوات میں شریک رہے۔ یزید بن معاویہ کے عہد میں بمقام مرو وفات پائی (استیعاب ۶۹)

۱۳- بلال بن رباح — کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ دمشق میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی (استیعاب ۵۹)

ت

۱- تمیم بن حارث بن قیس بن عدی — آپ کے تین بھائی اور بھی تھے جو سب مسلمان ہو گئے تھے۔ مہاجر حبشہ تھے اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ اجنادین میں شہادت پائی (استیعاب ۶۲)

ث

۱- ثقف بن عمر الاسلمی — آپ کے بھائی مدلاج بن عمر بھی اسلام لے آئے تھے۔ دونوں بھائی جنگِ اُحد میں شامل تھے۔ جنگ حنین میں شہید ہوئے (استیعاب ۸۲)

۲- ثوبان — کنیت ابوعبداللہ تھی اور والد کا نام مجدد تھا۔ سراۃ کے باشندے تھے جو یمن اور مکے کے درمیان واقع ہے۔ سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ آپؐ کی وفات کے بعد شام چلے گئے

Marfat.com

تھے۔ ۵۹ھ ہجری میں حمص کے مقام پر وفات پائی۔

(استیعاب ۸۰)

ج

۱۱۔ جابر بن سفیان بن معمر بن حبیب

حضرت سفیان اور ان کے دونوں صاحبزادے جابر اور جنادہ حبشہ سے بمقام مدینہ حاضر خدمت ہوئے، تینوں حضرات مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ تینوں اصحاب حضرت عمر کے عہد میں مکہ میں فوت ہوئے (استیعاب ۸۲)

۱۲۔ جابر بن عبداللہ بن رباب

آپ انصار مدینہ سے تھے۔ عقبہ اولیٰ کی بیعت سے پیشتر مشرف بہ اسلام ہوئے اور تمام غزوات میں شریک رہے (استیعاب ۸۵)

۱۳۔ جعفر بن ابو سفیان

غزوۂ حنین میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ جب تک حضورؐ زندہ رہے باپ بیٹا حاضر خدمت رہے۔ امیر معاویہ کے عہد میں وفات پائی۔ (استیعاب ۸۲)

۱۴۔ جعفر بن ابو طالب

حضرت علی سے بڑے اور حضرت عقیل سے دس برس چھوٹے تھے۔ مہاجر حبشہ تھے۔ شکل و شباہت میں حضورؐ سے ملتے جلتے تھے۔ غزوہ موتہ میں ۸ ہجری میں شہادت پائی۔ چونکہ آپ کے دونوں ہاتھ جنگ میں کٹ گئے تھے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو فرمایا۔ جعفر کو خدا نے دو پر دیئے ہیں جن کی مدد سے وہ بہشت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس سے ان کا لقب جعفر طیار یا ذوالجناحین پڑ گیا۔ آپ کو اس جنگ میں ستر زخم آئے تھے (استیعاب ۸۱)

Marfat.com

۱۰۔ جُنادہ بن ابوسُفیان	آپ حضرت جابر کے بھائی تھے۔ (استیعاب ۹۳)
۱۱۔ جہم بن قیس بن عبد	آپ نے مع اپنے صاحبزادوں اور بیوی کے حبشہ کو ہجرت کی تھی، بیوی وہیں فوت ہوگئی تھیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام عمرو اور خزیمہ تھے (استیعاب ۹۴)

ح

۱۱۔ حارث بن حاطب بن الحارث	آپ اور آپ کے بھائی محمد حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۶۶ھ میں ابن الزبیر کی طرف سے والی مکہ تھے۔ مروان بن حکم کے عہد میں وفات پائی (استیعاب ۱۰۹)
۱۲۔ حارث بن خالد بن مخزبن عامر	مہاجرینِ حبش سے تھے۔ جب حضورؐ نے ہجرت کی تو آپ مع افراد خاندان کے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک جگہ پانی پیا۔ وہ زہریلا تھا ان کے بغیر سب فوت ہوگئے حاضر خدمت ہوئے تو اکیلے تھے۔ حضورؐ نے عبد یزید بن ہاشم بن المطلب کی لڑکی سے بیاہ دیا۔ (استیعاب ۱۱۰)
۱۳۔ حارث بن قیس بن عدی	آپ قدیم الاسلام تھے اور رؤسائے قریش سے شمار ہوتے۔ ان کے تینوں بیٹے حارث، بشر اور معمر مہاجرین حبش میں شامل تھے۔ (استیعاب ۱۱۴)
۱۴۔ حارث بن نوفل بن حارث	آپ والد سمیت مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام عبداللہ بن حارث تھا۔ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ (استیعاب ۱۱۱)
۱۵۔ حاطب بن ابی بلتعہ	آپ کا تعلق بنو لخم بن عدی سے تھا۔ بدر اور احد میں شامل

Marfat.com

تھے۔ ۳۰ ہجری میں بعمر ۶۵ برس وفات پائی۔ جب حضورؐ نے مکے پر حملے کا ارادہ کیا تو چونکہ ان کے بال بچے ابھی تک مکے میں تھے تو انہوں نے کفار قریش کو خفیہ طور پر حضورؐ کے پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح کفار قریش احسان مند ہوں گے۔ اور ان کے بال بچوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ حضورؐ کو بذریعہ وحی صورتِ حال کا پتہ چل گیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور مقدادؓ کو اس عورت کے تعاقب میں، جو خط لے جا رہی تھی، روانہ کیا۔ خط پکڑا گیا۔ لیکن جب حضرت حاطبؓ نے اعترافِ قصور کر لیا تو آپؐ نے معاف فرما دیا۔ (استیعاب ۱۳۱)

۱۶۔ حاطب بن حارث بن معمر — آپ نے مع بیوی کے جن کا نام فاطمہ تھا۔ حبشہ کو ہجرت کی تھی وہاں ان کے دو بیٹے محمد بن حاطب اور حارث پیدا ہوئے تھے۔ آپ وہیں فوت ہو گئے تھے۔ (استیعاب ۱۳۱)

۱۷۔ حاطب بن عمرو بن عبد شمس — مہاجرِ حبشہ تھے۔ جب حضورؐ نے ہجرت کی تو مدینے آ گئے۔ اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ دار ارقم میں آنے سے پہلے اسلام لائے تھے۔ (استیعاب ۱۳۰)

۱۸۔ حجاج بن حارث بن قیس — مہاجرین حبش سے تھے وہاں سے بعد از جنگ احد مدینے آ گئے تھے۔ حضرت سائب، عبداللہ اور ابو قیس آپکے بھائی تھے۔ آپ نے جنگ اجنادین میں شہادت پائی۔ (۱۲۹)

۱۹۔ حجاج بن علاط السلمی — چونکہ ان کا ایک مکان مدینے میں تھا اس لئے آپ کو مدنی بھی کہا جاتا تھا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے

Marfat.com

کہ وہ ایک دفعہ مکے آئے اور احباب کے ساتھ ایسی جگہ قیام کیا جو آسیب زدہ کہلاتی تھی۔ رات کو انہوں نے کسی شخص کو قرآن حکیم کی چند آیات پڑھتے سُنا۔ دوسری صبح جب کفار قریش سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا یہ سب کیا دھرا محمدؐ کا ہے جو خود کو پیغمبر کہتا ہے۔ چنانچہ آپ حاضر خدمت ہوتے اور مسلمان ہوگئے۔ غزوۂ خیبر میں شریک تھے۔ آپ کا شمار امرا۔ میں ہوتا تھا (۱۲۹)

۱۱۰۔ الحصین بن حارث بن عبد المطلب — آپ عُبیدہ اور طفیل بن حارث کے بھائی تھے۔ تینوں بھائی غزوہ بدر میں شریک تھے۔ چنانچہ عبیدہ شہید ہوگئے تھے۔ دونوں بھائیوں نے سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۱۳۴)

۱۱۱۔ حطاب بن حارث بن معمر — آپ نے اپنے بھائی حاطب کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی مگر راستے میں ہی فوت ہوگئے تھے (۱۴۶)

۱۱۲۔ حمزہؓ بن عبد المطلب — حضورؐ کے چچا تھے۔ اور عمر میں چار برس بڑے تھے۔ آپکی کنیت ابو عمارہ اور لقب اسد اللہ و اسد الرسول تھا۔ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے۔ جنگ بدر میں آپ نے عتبہ بن ربیع کو قتل کیا تھا۔ غزوۂ احد میں آپ کو وحشی بن حرب الحبشی نے شہید کیا۔ بعد از شہادت' ابوسفیان کی بیوی ہندؔ نے آپ کا پیٹ چاک کر کے دل کو نکالا۔ اور دانتوں سے چبایا۔ شہادت کے وقت آپکی عمر ۵۹ برس تھی۔ (۱۰۱، ۱۰۲)

خ

۱۔ خارجہ بن حُذافہ القرشی — قریش کے شاہ سواروں سے تھے اور ہزار سوار کے برابر

Marfat.com

سمجھے جاتے۔ جب عمرو بن العاص نے مصر پر حملہ کیا تھا تو
حضرت عمر سے تین ہزار سواروں کی کمک طلب کی تھی تو انہوں
نے زبیر بن العوام، مقداد بن الاسود اور خارجہ بن حذافہ کو
بھیجا تھا۔ جس صبح کو خوارج نے عمرو بن عاص پر مسجد میں
حملہ کیا تھا۔ حضرت خارجہ امامت کرا رہے تھے۔ اس لئے
شہادت ان کے حصہ میں آگئی۔ مزار مصر میں ہے۔ اور
مرجع خلائق ہے۔ (۱۵۹)

۱۲۔ خالد بن ابی بکیر اللیثی — آپ کے تین بھائی اور تھے جن کے نام ایاس، عاقل اور عامر تھے۔ تینوں بھائی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپ نے سریہ رجیع میں شہادت پائی۔ اس وقت انکی عمر ۳۴ برس تھی (۱۵۲)

۱۳۔ خالد بن حزام بن خویلد — آپ حکیمؓ بن حزام کے بھائی تھے، مہاجرینِ حبش میں شامل تھے۔ لیکن راستے میں سانپ نے ڈس لیا اور وفات پاگئے۔ (۱۵۵)

۱۴۔ خالد بن سعید بن عاص — حضرت ابو بکرؓ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مع بیوی کے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ دس برس وہاں رہے۔ واپس آئے تو فتح مکہ، حُنین، طائف اور تبوک کے معرکوں میں شریک رہے۔ (۱۵۱)

۱۵۔ خالد بن عقبہ — حضورؐ کی خدمت میں قبل از اسلام حاضر ہو کر گذارش کی کہ مجھے قرآن حکیم کی کوئی آیت سنائیے۔ آپ نے ایک آیت پڑھی تو اتنے متاثر ہوئے کہ مسلمان ہوگئے (۱۵۵)

۱۶۔ خبّاب الارتؓ — بنو تمیم سے تھے اور بچپن میں غلام بنا لئے گئے تھے۔ اسلام

Marfat.com

لائے تو مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ فاضل مہاجرین میں سے شمار ہوتے تھے۔ ۱۹ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱۶۰)

۷:۔ خباب مولی عتبہ بن غزوان — آپ کی کنیت ابویحیٰی تھی۔ اور شرکاء بدر سے تھے۔ آپ نے ۱۹ ہجری میں ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (۱۶۰)

۸:۔ خباب مولی فاطمہ بن عتبہ بن ربیعہ — آپ راویان حدیث سے شمار ہوتے ہیں۔ (۱۶۰)

۹:۔ خزیمہ بن جہم بن قیس — مہاجرین حبش سے تھے۔ (۱۵۸)

۱۰:۔ خنیس بن حذافہ بن قیس — آپ نے پہلے حبشہ کو اور پھر مدینے کو ہجرت کی تھی۔ بدر اور اُحد کے معرکوں میں شامل تھے۔ آخر الذکر میں زخمی ہو گئے تھے جس سے ان کی موت واقع ہو گئی تھی۔ آپ حضرت عبیداللہ بن حذافہ کے بھائی تھے۔ (۱۶۵)

۱۱:۔ خولی بن خولی — آپ کا نام عمرو بن زہیر بن جعف تھا۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر کے عہد میں وفات پائی (۱۶۲)

ر

۱:۔ رافع بن مالک بن عجلان — آپ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں موجود تھے۔ بدر میں شریک ہوئے۔ اور اُحد میں شہادت پائی۔ (۱۷۴)

۲:۔ ربیعہ بن اکثم — ان کی کنیت ابویزید تھی۔ بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ کے معرکوں میں شریک رہے اور غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے (۱۸۰)

۳:۔ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب — آپ حضرت عباس سے عمر میں بڑے تھے۔ ۲۳ ہجری میں

Marfat.com

حضرت عمر کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا ایک بیٹا قتل ہوگیا تھا۔ اور فتح مکہ کے دن حضورؐ نے اس کے خون کو بے بدر قرار دیا تھا۔ ۲۸ ۔ ۱

ز

۱:۔ زُبیر بن عُبیدہ — مہاجرین اولین سے تھے اور بنی غنم سے جن لوگوں نے ہجرت کی تھی۔ ان میں آپ کے علاوہ تمام بن عبیدہ اور سُخبرہ بن عبیدہ بھی تھے (۲۰۳)

۲:۔ زُبیر بن العوّام — آپ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضورؐ کی پھوپھی کے لڑکے تھے۔ اس لئے حضورؐ ان سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ تاجر تھے۔ اور مرفہ الحال تھے۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ کی فوج میں تھے حضرت علی نے انہیں اس مخالفت پر ملامت کی۔ تو حضرت عائشہ کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔ لیکن عمیر بن جرموز نے اُن کا تعاقب کیا اور قتل کر دیا۔ (۲۰۱)

۳:۔ زید بن حارثہ — ان کی کنیت ابو اسامہ تھی۔ اور حضرت خدیجہ کے غلام تھے جب حضرت خدیجہ کا نکاح حضورؐ سے ہوا تو انہوں نے جناب زید کو حضورؐ کی خدمت گزاری کے لئے آپ کو دے دیا۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ جب حضرت زید کے والد اور چچا کو اس حقیقت کا علم ہوا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی " اے فرزند عبدالمطلب! آپ اہلِ حرم ہیں

اور حرم کعبہ کے متولی، آپ ہمیشہ غریبوں کے ہمدرد اور ستم رسیدہ لوگوں کے مددگار رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارا بیٹا ہمارے حوالے کر سکتے ہیں؟" حضورؐ نے فرمایا " زیدؓ کو میری طرف سے اجازت ہے۔ میرے پاس ٹھہرا رہے یا آپ کے ساتھ چلا جائے۔" جب انہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا تو انہوں نے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضورؐ جناب زید کو حرم میں لے گئے۔ فرمایا " اے لوگو! گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث، حضرت زید کے والد اور چچا نے یہ حالت دیکھی تو مطالبے سے دستبردار ہو کر چلے گئے (۱۸۶-۱۸۷)

۴:۔ زید بن خطاب

حضرت عمر کے بڑے بھائی تھے۔ اکثر غزوات میں شریک رہے تھے۔ آخر جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ چونکہ حضرت عمر کو بھائی سے بہت محبت تھی اس لئے ان کی وفات سے بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے جب بھی ہوا چلتی ہے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے۔ جنگ یمامہ میں علم اسلام ان کے پاس تھا۔ اسے بھی تھامے تھے اور لڑ بھی رہے تھے (۱۸۴)

س

۱:۔ سالم بن معقل مولی ابو حذیفہ

اصطخر فارس کے رہنے والے تھے۔ اور قرآن کے فضلا سے شمار ہوتے۔ ہجرت کی تو مدینہ پہنچنے تک امامت کا کام ان کے

Marfat.com

سپرد رہا تھا۔ قبا میں سکونت اختیار کی اور حضورؐ کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ (۵۶۱)

۲:۔ سائب بن ابی السائب — قبل از بعثت حضورؐ کے ساتھ شریک تجارت تھے۔ ہجرت مدینہ میں بھی شریک تھے۔ جنگ حنین میں حضور اکرمؐ نے ان کو سو بکریاں دی تھیں (۵۶۲)

۳:۔ سائب بن الحارث — اپنے بھائیوں بشر، حارث اور معمر کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ جنگ طائف میں زخمی ہو گئے تھے۔ اور سریۂ فحل میں وفات پائی تھی۔ یہ واقعہ ۱۳ھ میں بہ خلافت عمرؓ پیش آیا تھا۔ (۵۶۴)

۴:۔ سائب بن عوام بن خویلد — حضرت زبیر کے بھائی تھے۔ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی (۵۶۳)

۵:۔ سائب بن مظعون — ہجرت حبشہ میں شریک تھے، غزوۂ بدر میں بھی حصہ لیا تھا ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا (۵۶۲)

۶:۔ سائب بن عثمان — والد اور چچا کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ اس وقت ان کی عمر تیس برس تھی (۵۶۳)

۷:۔ سُراقہ بن مالک بن جُعشم — جب حضور اکرمؐ مکے سے مدینے جا رہے تھے تو انعام کے لالچ میں جناب سُراقہ نے بھی حضورؐ کا تعاقب کیا تھا اور اسی موقع پر مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا تھا "سُراقہ! ایک دن تمہاری کلائیوں پر کسریٰ کے کنگن ہوں گے" حضرت عمرؓ کے عہد میں ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت

Marfat.com

میں کنگن آئے تو حضرت عمر نے جناب سُراقہ کو وہ کنگن پہنائے
۲۴ھ میں حضرت عثمان کے عہد خلافت میں وفات پائی (۵۸۱)

۱۸۔ سعد بن ابی وقاص — کنیت ابو اسحاق اور نام مالک بن اُہَیب تھا۔ جب اسلام لائے عمر ۱۹ برس تھی۔ اسلام لانے والوں میں ساتواں یا آٹھواں نمبر تھا۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر کے زمانے میں اہل الشوریٰ میں شامل تھے۔ عرب کے بہادروں سے تھے چنانچہ غزوات میں حضورؐ کی حفاظت ان کے سپرد ہوتی۔ نہایت اچھے تیر انداز تھے۔ جنگِ قادسیہ کی فتح کا سہرا آپ کے سر ہے۔ ۵۵ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (۵۴۴)

۱۹۔ سعد بن خَوْلہ — مہاجرین میں شامل تھے۔ جنگِ بدر میں بھی شرکت کی۔ بعد از فتح مکہ، مکے آ گئے تھے۔ اور وہیں وفات پائی۔
(۵۵۱)

۱۰۔ سعد بن خَوْلی — اولین مہاجرین سے تھے شرکاءِ بدر سے تھے (۵۵۱)

۱۱۔ سعد بن خیثمۃ الانصاری — بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے۔ بدر میں شہادت پائی۔ (۵۴۷)

۱۲۔ سعد بن الربیع الانصاری — زمانۂ جاہلیت میں کاتب تھے۔ بیعت عقبہ اول و دوم میں حاضر تھے۔ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ (۵۴۷)

۱۳۔ سعد بن عُبادہ — بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے۔ نیز غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ آپ مدینے کے رؤسا سے تھے۔ حد درجہ کے فیاض اور کریم الطبع تھے۔ فتح مکہ کے دن اسلامی علم ان کے پاس تھا جب ابو سفیان کے پاس سے گزرے، دیکھ کر کہنے لگے: "آج

Marfat.com

لڑائی کا دن ہے۔ اور جو چیز پہلے حرام تھیں۔ آج حلال ہے
خُدا نے آج قریش کو ذلیل اور رُسوا کیا ہے" ابوسفیان نے
حضورؐ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا" نہیں ابوسفیان!
یہ لطف وکرم اور نوازشات کا دن ہے۔ اور خدا نے قریش
کو اپنے الطاف سے نوازا ہے" (۵۴۸)

۱۴۔ سعد العرجی — بنو اسلم کے مولی تھے۔ جب حضورؐ دوران ہجرت ابھی راستے میں تھے کہ حاضر خدمت ہو کر ایمان لائے۔ اور اس سفر میں حضورؐ کے ساتھ رہے (۵۵۹)

۱۵۔ سعید بن حارث بن قیس بن عدی — ہجرت حبشہ میں شریک تھے۔ ۱۵ھ میں معرکہ یرموک میں شہادت پائی۔ (۵۴۰)

۱۶۔ سعید بن رُقیش — مہاجرین میں سے تھے۔ (۵۴۲)

۱۷۔ سعید بن زید بن عمرو — آپ حضرت عمر کے بہنوئی اور نیز سالے تھے۔ دونوں میاں بیوی حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ اور بعد از جنگ بدر واپس آئے تھے۔ ان کے والد زید بن عمروؓ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ جب تک زندہ رہے بت پرستی سے محترز رہے۔ (۵۳۸)

۱۸۔ سعید بن عبد بن قیس — مہاجر حبشہ تھے، غزوۂ خندق تک وہیں مقیم رہے۔ (۵۴۲)

۱۹۔ سعید بن عمرو التیمی — آپ نے حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں شمولیت کی تھی (۵۴۳)

۲۰۔ سفیان بن معمر بن حبیب — مہاجرین حبشہ سے تھے۔ آپ کے صاحبزادے حارث بھی ساتھ تھے (۵۶۱)

۲۱۔ سکران بن عمرو — مع اپنی زوجہ سودہؓ بنت زمعہ کے آپ نے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ آپ نے وہاں وفات پائی۔ تو جناب سودہؓ سے

Marfat.com

حضورؐ نے نکاح کر لیا تھا۔ (۵۸۳)

۲۲۔ سلمان فارسی — جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایران کے رہنے والے تھے۔ دین کی تلاش میں گھر سے نکلے اور پھرتے پھراتے حضورؐ کے پاس پہنچ گئے اور یہیں کے ہو رہے۔ غزوہ خندق میں خندق کی کھدائی آپ کے مشورہ کا نتیجہ تھی۔ ۳۵ھ میں بعہد خلافتِ عثمان فوت ہوئے۔ (۵۵۶)

۲۳۔ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ — آپ اور حارث، ابو جہل کے بھائی تھے۔ دونوں بھائی غدر درجہ مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ حضرت عمر کے عہدِ خلافت میں وفات پائی (۵۶۷)

۲۴۔ سلیط بن عمر — مہاجرینِ اولین سے تھے۔ آپ نے ۱۴ ہجری میں وفات پائی (۵۸۰)

۲۵۔ سنان بن ابی سنان — آپ بنی اسد سے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ بیعتِ رضوان میں آپ نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ ۳۲ھ میں وفات پائی (۵۶۵)

۲۶۔ سویبط بن سعد بن حرملہ — مہاجرین حبش سے تھے۔ آپ بڑے خوش طبع آدمی تھے۔ ایک دفعہ آپ حضرت ابو بکر اور نعمان کے ساتھ تجارت کو بمقام بصرہ گئے وہاں آپ نے مذاق میں نعمانؓ کو بیچ ڈالا۔ واپسی پر جب حضور اکرمؐ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو آپ خوب ہنسے۔ (۵۸۳)

۲۷۔ سہل بن بیضا — آپ مکے میں ہی اسلام لے آئے تھے۔ لیکن رشتہ داروں کے ڈر سے ظاہر نہ ہونے دیا۔ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے شریکِ جنگ ہوئے۔ تو قیدی بنا لئے گئے۔ حضرت

عبداللہؓ بن مسعود کی شہادت پر حضورؐ نے چھوڑ دیا۔ مدینے میں وفات پائی۔ اور حضورؐ نے نماز جنازہ پڑھائی (۵۸۳)

۲۸:۔ سُہیل بن بَیضا — دونوں ہجرتوں اور جنگِ بدر میں شامل تھے۔ ۹ھ میں وفات پائی اور حضورؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۵۷۶)

ش

۱:۔ شجاع بن ابی وہب — مہاجرین حبشہ سے تھے۔ آپ کے بھائی کا نام عقبہ تھا۔ دونوں بھائی تمام غزوات میں شریک رہے۔ جب حضورؐ مدینہ آئے تو یہ دونوں بھائی بھی آگئے۔ آپ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ (۵۹۳)

۲:۔ شرجیل بن حسنہ — رؤسائے قریش میں سے شمار ہوتے تھے۔ ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں شام کے کسی مقام پر حاکم تھے۔ ۱۸ھ میں ۶۷ برس کی عمر میں طاعون سے وفات پائی (۵۸۸)

۳:۔ شماس بن عثمان بن الشرید المخزومی — مہاجرین حبشہ سے تھے اور غزوۂ بدر اور اُحد میں شرکت کی تھی چونکہ بڑے خوبصورت تھے۔ اس لئے شماس نام پڑ گیا تھا۔ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے عم زاد بھائی تھے۔ جب میدانِ جنگ میں حضورؐ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ سخت زخمی ہوگئے تو حضورؐ انہیں اٹھا کر ام المومنین حضرت ام سلمہ کو دکھانے لے آئے تھے (۵۹۲)

Marfat.com

ص

۱:۔ صالح شقران حبشی — آپ حضرت عبدالرحمان بن عوف کے مولی تھے۔ مسلمان ہوئے تو حضورؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا آپ نے آزاد فرما دیا (۲۲۳)

۲:۔ صہیب بن سنان — آپ کا والد کسریٰ کا ملازم تھا اور موصل میں رہتے تھے۔ رومیوں نے حملہ کیا اور انہیں پکڑ کر لے گئے۔ مکے میں انہیں عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا۔ حضورؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ اور عمار بن یاسرؓ دار ارقم میں خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ کے مسلمان ہونے سے پہلے تقریباً تیس، پینتیس آدمی اسلام لا چکے تھے۔ (۲۲۲)

ط

۱:۔ طلیب بن ازہر بن عبدعوف — ان کے دو بھائی اور تھے، مطلب بن ازہر اور عبدالرحمان اول الذکر نے آپ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ دونوں بھائی وہیں فوت ہو گئے تھے۔ (۲۰۹)

۲:۔ طلیب بن عمیر بن وہب — مہاجرین حبشہ سے تھے۔ جنگ بدر میں شریک تھے۔ غزوۂ اجنادین میں شہادت پائی۔ آپ ان لوگوں سے ہیں جو دار ارقم میں اسلام لائے تھے۔ (۲۱۰)

ع

۱:۔ عاقل بن البکیر — ایاس، خالد اور عامر تینوں حضرات آپ کے بھائی تھے۔

Marfat.com

چاروں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ چنانچہ آپ نے شہادت پائی۔ اُس وقت آپ کی عمر ۳۴ برس تھی۔ جاہلیت میں ان کا نام غافل تھا۔ اسلام لائے تو حضورؐ نے بدل دیا۔ دارِ ارقم میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ (۵۱۰)

۲:۔ عامر بن ابی وقاص — مہاجرینِ حبشہ سے تھے۔ اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر گیارہواں تھا (۴۴۸)

۳:۔ عامر بن البکیر — دارِ ارقم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (۴۴۸)

۴:۔ عامر بن رُبیعہ — مع بیوی کے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۳۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ (۴۴۸)

۵:۔ عامر بن فہیرہ — حضرتؓ ابو بکر کے مولیٰ تھے۔ اور دارِ ارقم سے پہلے ایمان لائے تھے۔ جب حضورؐ غارِ ثور میں چھپے ہوئے تھے تو آپ اس نواح میں حضرت ابو بکر کی بکریاں چراتے تھے اور بہ وقت ضرورت دُودھ دوہ کر غار میں پہنچا دیا کرتے۔ جب حضورؐ مدینے کو روانہ ہوئے تو حضرت فہیرہؓ بھی ساتھ ہو لئے۔ تمام غزوات میں شریک رہے اور بئرِ معونہ میں چالیس سال کی عمر میں عامر بن طفیل کے ہاتھوں شہید ہوئے (۴۴۹)

۶:۔ عُبادہ بن الصامت — آپ انصارِ مدینہ میں سے عقبہ اول و دوم میں موجود تھے۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں شام میں قاضی بنا کر بھیجے گئے۔ کسی بات میں امیر معاویہ سے بگڑ گئے۔ اور ناراض ہو کر واپس آگئے۔ حضرت

Marfat.com

عمر کو معلوم ہوا تو پھر انہیں واپس بھیج دیا۔ اور امیر معاویہ کو لکھا کہ آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ان سے معترض نہ ہوں کچھ عرصے کے بعد وہاں سے فلسطین آگئے اور یہیں ۴۴ ہجری میں پیوند خاک ہو گئے۔ قبر بیت المقدس میں ہے۔

(۴۱۲)

۶ :- عبد بن جحش — مہاجر حبشہ تھے۔ (۴۰۴)

۷ :- عبداللہ بن ابو بکر — قدیم الاسلام تھے۔ فتح مکہ، حنین اور طائف میں شریک تھے۔ ۱۱ھ میں بہ عہد حضرت صدیق وفات پائی (۳۳۵)

۸ :- عبداللہ بن جحش — دار ارقم میں جانے سے پیشتر اسلام لائے۔ ان کے بھائی عبیداللہ اور ابو احمد بھی ہجرت حبشہ میں ان کے ساتھ تھے۔ عبیداللہ مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا تھا اور حضورؐ نے اسکی بیوی اُمّ حبیبہ سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کی ہمشیرہ زینب بھی حضورؐ کی حرم تھیں۔ معرکہ بدر میں شریک تھے۔ اُحد میں بھی شریک ہوئے اور شہادت پائی۔ کفار نے بعد از شہادت ان کی ناک اور کان کاٹ لئے تھے۔ نہایت پُرجوش مخلص مسلمان تھے (۳۴۱)

۹ :- عبداللہ بن حارث بن قیس — مہاجرین حبش سے تھے۔ وہ اور اُن کے بھائی سائب بن حارث نے غزوہ طائف میں شہادت پائی تھی۔ (۳۴۳)

۱۰ :- عبداللہ بن حُذافہ بن قیس — قدیم الاسلام تھے۔ اپنے بھائی قیس بن حُذافہ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ دونوں بھائی اصحاب بدر سے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں شہید ہوئے۔ (۳۴۵)

۱۱:- عبداللہ بن رواحہ بن عمرو — انصار کے ان نقیبوں میں شامل تھے۔ جو عقبۂ ثانی کے موقعہ پر منتخب کئے گئے تھے۔ سوائے فتح مکہ کے تمام غزوات میں شریک رہے تھے۔ غزوۂ موتہ میں ۸ھ میں شہادت پائی۔ آپ مدینے کے اُمراء اور شعراء سے تھے۔ (۲۴۹)

۱۲:- عبداللہ بن سائب بن ابی السائب — آپ کا شمار قرآن حکیم کے اچھے قاریوں میں سے تھا آپ مکہ میں ہی مقیم رہے اور عبداللہ بن زبیر کے قتل سے چند دن پہلے وفات پائی تھی۔ آپ جاہلیت میں حضورؐ کے ساتھ تجارت میں شریک رہے تھے۔ اس لئے حضورؐ ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ (۳۸۳)

۱۳:- عبداللہ بن سراقہ — اولاً مکے میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بعد میں خدا جانے کیا سوجھا کہ مرتد ہو گئے۔ اس اثنا میں کاتبِ وحی بھی رہے تھے۔ فتح مکہ کے دن حضرت عثمان کی سفارش پر جاں بخشی ہوئی۔ بعد میں صادق الاسلام رہے۔ حضرت عثمان کے عہد میں والیٔ مصر بھی رہے تھے۔ (۳۸۱)

۱۴:- عبداللہ بن سفیان بن عبد الاسد — مہاجرینِ حبش سے تھے۔ ان کے بھائی ہبار بھی اسلام لے آئے تھے۔ دونوں بھائیوں نے جنگِ یرموک میں شہادت پائی۔ (۳۸۴)

۱۵:- عبداللہ بن سُہیل — مہاجرینِ حبش سے تھے۔ اس اثنا میں مکے آئے تو والد نے پکڑ لیا۔ اور واپس نہ جانے دیا۔ جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے۔ لیکن موقعہ پاکر مسلمانوں میں

بل گئے - فضلائے صحابہ سے تھے۔ ان کے بھائی ابو جندل بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے ۱۲ھ میں اڑتیس سال کی عمر میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ (۳۸۲)

۱۶:- عبداللہ بن شہاب الاکبر

مہاجرِ حبشہ تھے۔ وہاں سے واپس آکر مکے ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور قبل از ہجرت فوت ہو گئے۔ ان کے بھائی عبداللہ بن شہاب الاصغر بعداز اُحد اسلام لائے تھے (۳۸۶)

۱۷:- عبداللہ بن عبدالاسد بن ھلال

آپ حضورؐ کے رضاعی بھائی تھے اور گیارہویں مسلمان، کُنیت ابو سلمہ تھی۔ ہجرت کے تیسرے سال وفات پائی۔ (۳۵۷)

۱۸:- عبداللہ بن عمر

حضرت عمر کے صاحبزادے تھے۔ بڑے پارسا اور فاضل صحابہ سے تھے۔ چونکہ جنگِ بدر میں ان کی عمر ۱۳ برس تھی۔ حضورؐ نے شرکتِ جنگ کی اجازت نہ دی تھی۔ ۸۶ برس کی عُمر میں وفات پائی۔ (۳۶۸)

۱۹:- عبداللہ بن قیس بن زائدہ

آپ نابینا تھے۔ کُنیت ابن اُمّ مکتوم تھی۔ نام عمرو تھا (۳۷۹)

۲۰:- عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ

مہاجرینِ اوّلین سے تھے۔ تمام معرکوں میں شریک رہے ۱۲ھ میں جنگِ یمامہ میں بعمر اکتالیس برس وفات پائی۔ (۲۵۸)

۲۱:- عبداللہ بن مسعود بن غافل

حضورؐ کے مشہور صحابی اور قرآنِ حکیم کے زبردست عالم تھے۔ نیز آپ کا شمار عشرۂ مبشرہ سے تھا۔ ہجرت حبشہ و مدینہ میں شریک تھے۔ تمام غزوات میں شامل رہے۔ (۳۵۹)

۲۲:- عبداللہ بن مظعون بن حبیب

آپ کے تین بھائی اور تھے۔ عثمان، قدامہ اور سائب سب بھائی ہجرت حبشہ میں شریک تھے۔ انہوں نے ۳۰ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۳۵۸)

Marfat.com

۲۳:۔ عبداللہ بن یاسر — آپ عمار بن یاسر کے بھائی تھے۔ (۳۸۷)

۲۴:۔ عبدالرحمن بن عوف — جاہلیت میں ان کا نام عبد عمر تھا۔ دارِ ارقم سے پہلے ایمان لائے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۳۱ھ ہجری میں بعمر ۷۲ برس وفات پائی۔ اور حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۹۰)

۲۵:۔ عُبیدہ بن حارث بن مطلب — دارِ ارقم سے پیشتر ایمان لائے، ہجرتِ حبش اور مدینہ میں شریک تھے۔ حضورؐ سے دس برس بڑے تھے۔ جنگ بدر کی رات کو ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (۴۰۹)

۲۶:۔ عُتبہ بن غزوان بن جابر — سابقون الاوّلون سے تھے چالیس برس کی عمر میں حبشہ کو ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۱۷ ہجری میں وفات پائی (۴۹۲)

۲۷:۔ عُتبہ بن مسعود — آپ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔ مہاجرِ حبشہ تھے بدر کے سوا تمام معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عمر کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ (۴۹۵)

۲۸:۔ عثمان بن عبد غنم — قدیم الاسلام تھے۔ اور مہاجر حبش (۴۸۴)

۲۹:۔ عثمان بن عثمان بن الشرید — مہاجرینِ حبش سے تھے۔ جنگ بدر میں شامل تھے۔ اُحد میں شہادت پائی (۴۸۲)

۳۰:۔ عثمان بن عفان — آپ حضورؐ کے داماد تھے۔ پہلے حضرت رقیہؓ سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ سے حضورؐ نے نکاح کر دیا تھا مہاجرِ حبش تھے۔ بعد میں ہجرتِ مدینہ میں بھی شریک تھے آپ قریش کے اُمراء سے تھے۔ غزوہ تبوک میں ۹۵۰ اونٹ

Marfat.com

اور پچاس گھوڑے بطور امداد دیئے تھے۔ آپ کو رومان بن سرحان نے شہید کیا تھا۔ (۴۷۴)

۳۱:- عثمان بن مظعون بن حبیب — آپ تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ دونوں ہجرتوں میں شریک تھے۔ بعد از جنگ بدر ۲ ہجری میں وفات پائی۔ (۴۸۱)

۳۲:- عدی بن نضلہ — حبشہ کو ہجرت کی اور وہیں وفات پائی (۵۰۲)

۳۳:- عروہ بن ابی اثاثہ — قدیم الاسلام ہیں اور ہجرتِ حبش میں شامل تھے (۴۹۱)

۳۴:- عُقبہ بن وہب — انصار مدینہ سے تھے۔ مکے آکر اسلام قبول کیا اور پھر واپس چلے گئے۔ (۴۸۹)

۳۵ — علی بن ابی طالب — ایک روایت کے مطابق آپ سب سے پہلے حضور اکرمؐ پر ایمان لائے۔ جب ابن ملجم نے آپ کو شہید کیا تو اُس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ شہادت کی وجہ یہ تھی کہ جب ابن ملجم اس ارادے سے کوفے سے آیا تو وہاں اس کی ملاقات قطامہ نامی ایک عورت سے ہوئی۔ ابن ملجم نے اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ اُس نے یہ شرط پیش کی کہ اگر وہ خلیفہ کو شہید کردے تو اُسے کوئی عُذر نہ ہوگا۔ اس عناد کی وجہ یہ تھی کہ اس عورت کا تعلق خارجیوں کے ایک خاندان سے تھا۔ اور جنگِ نہروان میں اس کا والد اور بھائی حضرت علیؑ کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے تھے۔ وہ جناب امیر سے اس طرح انتقام لینا چاہتی تھی۔ ابن ملجم تو آیا ہی اس ارادے سے تھا۔ اس عورت کے عشق نے اور بھڑکا دیا۔ ہزار روپے کی تلوار خریدی۔ زہر کے پانی میں بجھایا اور ۱۷ رمضان

Marfat.com

کی صبح کو جب امیر المؤمنین لوگوں کو نماز کے لئے جگا رہے تھے یہ شقی اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ بھاگنے نہ پایا اور موقعہ واردات پر پکڑا گیا۔ (۴۵۶)

۳۵ عمار بن یاسر — ہجرت حبشہ میں شریک تھے۔ تمام غزوات میں شامل رہے۔ جنگ یمامہ میں ان کا ایک کان کٹ گیا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ آپ نے ۹۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (۴۲۲)

۳۶ عمر بن خطاب — عام فیل سے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ اشراف قریش سے تھے اور منصب سفارت ان کے پاس تھا۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۱۳ھ ہجری میں خلیفہ ہوئے۔ سن ہجری کی ابتدا آپ نے کی تھی (۴۱۵)

۳۷ عمرو بن ابی سرح — وہ اور ان کے بھائی مہاجرین حبش سے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ۳۰ھ ہجری میں خلافت عثمان میں فوت ہوئے۔ (۴۲۹)

۳۸ عمرو بن الحارث — آپ مہاجرین حبشہ سے تھے۔ (۴۲۲)

۳۹ عمرو بن عاص — آپ اپنے بھائی سعید بن عاص کے ساتھ دونو ہجرتوں میں شامل تھے۔ آپ ایک دفعہ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ انگشتری پہنے تھے۔ اس پر محمدؐ رسول اللہ لکھا تھا۔ آپؐ نے وہ انگشتری لے لی۔ حضرت عثمان کے عہد تک وہ انگشتری دربار خلافت میں رہی۔ آخر ان کی انگلی سے نکل کر کنوئیں میں گر پڑی، ہر چند کوشش کی گئی۔ لیکن نہ مل سکی۔ (۴۲۹)

۴۰:- عمرو بن عبسہ	قدیم الاسلام تھے۔ جاہلیت میں بھی بتوں کی عبادت سے بیزار تھے۔ اسلام لائے تو حضورؐ کی اجازت سے اپنے قبیلے کو لوٹ گئے۔ اور بعد از ہجرت مدینے میں حاضرِ خدمت ہو گئے تھے۔ (۴۳۱)
۴۱:- عمرو بن عثمان بن کعب	مہاجرین حبشہ سے تھے۔ جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے لشکر میں شامل تھے۔ (۴۳۰)
۴۲:- عمرو بن عوف المزنی	مہاجرِ مدینہ تھے اور قدیم الاسلام۔ (۴۳۷)
۴۳:- عمرو بن مرہ بن عبس	قدیم الاسلام تھے۔ حضور اکرمؐ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ (۴۲۸)
۴۴:- عمیر بن رئاب بن حذیفہ	حبشہ کی ہجرت میں شریک تھے۔ اور حضرت خالد بن ولید کے ساتھ عین تمر کی لڑائی میں شریک تھے۔ (۴۲۶)
۴۵:- عیاش بن ابی ربیعہ	دارِ ارقم سے پہلے ایمان لائے۔ مع بیوی کے حبشہ اور مدینے کو ہجرت کی تھی۔ (۴۹۵)
۴۶:- عیاض بن زہیر	مہاجرِ حبشہ تھے۔ اور معرکۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (۴۹۷)

ف

۱:- فراس بن نضر بن حارث	حبشہ کو ہجرت کی تھی، جنگِ یرموک میں شہادت پائی (۵۱۲)

ق

۱:- قدامہ بن عبداللہ بن عمار	قدیم الاسلام تھے لیکن ہجرت نہ کر سکے (۵۳۴)
۲:- قدامہ بن مظعون	مہاجرِ حبشہ تھے۔ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت

عمر نے انہیں بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا۔ انہیں شراب پینے کے جرم میں حد بھی لگائی گئی تھی۔ (۵۴۴)

۳۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ — آپ نے عقبہ میں بیعت کی اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کو جنگ اُحد میں نو زخم آئے تھے۔ (۵۴۳)

۴۔ قیس بن ابی صعصعہ — بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ (۵۲۴)

۵۔ قیس بن حذافہ بن قیس — وہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ مہاجر حبشہ تھے۔ (۵۲۶)

۶۔ قیس بن عبداللہ الاسدی — آپ نے مع بیوی کے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ (۵۲۶)

ک

۱۔ کعب بن عمرو بن عباد — بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ بیس برس کی عمر میں جنگ بدر میں شرکت کی تھی ۵۵ ہجری میں وفات پائی (۲۱۷)

۲۔ کعب بن مالک بن ابی کعب — آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ عقبہ ثانی کی بیعت میں موجود تھے۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے (۲۱۶)

م

۱۔ محمیہ بن جزء — قدیم الاسلام تھے اور حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ (ابن سعد ج ۴ ص ۳۲۹)

۲۔ مسعود بن ربیع — دار ارقم سے پہلے اسلام لائے۔ (۲۷۲)

۳۔ مسعود بن سوید — آپ ان ستر آدمیوں میں شامل تھے جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ (۲۷۲)

۴۔ مسعود بن یزید بن سبیع — انصار مدینہ سے تھے۔ اور بیعت عقبہ ثانی میں موجود

تھے۔ (۲۶۲)

۵:- مصعب بن عمیر — دارِ ارقم میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے اوّلاً حبشہ کو اور بعد میں مدینے کو ہجرت کی تھی۔ فضلائے صحابہ سے تھے۔ عقبۂ ثانیہ کے بعد حضورؐ نے انہیں تعلیم دین کے لئے مدینے بھیج دیا تھا۔ مسلمانوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور اشاعت اسلام بھی کرتے۔ چنانچہ کثیر تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ چالیس برس کی عمر میں غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ بڑے خوش ذوق اور صاف ستھرے آدمی تھے۔ (۲۶۹)

۶:- المطلب بن اَزہر بن عبدعوف — مع اپنی بیوی رملہ کے حبشہ کو ہجرت کی۔ اور وہیں وفات پائی۔ (۲۵۹)

۷:- مُعتّب بن عمر بن عامر — مہاجرِ حبشہ تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، ۸۷ برس کی عمر میں وفات پائی (۲۷۶)

۸:- معمر بن حارث بن قیس بن عدی — اپنے بھائی بشر بن حارث کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی (۲۶۹)

۹:- معمر بن حارث بن معمر — دارِ ارقم سے پہلے ایمان لائے۔ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں وفات پائی (۲۶۹)

۱۰:- معمر بن عبداللہ بن نضلہ — قدیم الاسلام تھے اور حبشہ کو ہجرت ثانی میں شامل تھے۔ بعد میں مکے واپس آگئے تھے۔ کافی طویل عمر پائی تھی۔ (۲۶۹)

۱۱:- معن بن عدی بن الجدُ — بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے۔ تمام غزوات میں

شریک رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
(۲۷۱)

۱۲:۔ معقل بن المنذر — بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ نیز غزوہ بدر میں شریک تھے۔
(۲۵۸)

۱۳:۔ معیقیب بن ابی فاطمہ — قدیم الاسلام اور مہاجر حبش تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں فوت ہوئے۔
(۲۸۰)

۱۴:۔ مقداد بن الاسود — آپ سات پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ لیکن ہجرت نہ کر سکے۔ فتح مصر میں شریک تھے۔ اسلام کے بہادر شاہ سواروں سے تھے۔ وفات سے پہلے مدینے آگئے تھے نماز جنازہ حضرت عثمان نے پڑھائی تھی۔
(۲۸۰)

۱۵:۔ المنذر بن عمرو بن خنیس — آپ ان بہتر انصار سے تھے۔ جو بیعت عقبہ ثانی میں مکہ آئے تھے۔ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ اور بئر معونہ میں شہادت پائی۔
(۲۷۵)

۱۶:۔ موسیٰ بن حارث — آپ اپنی دو بہنوں عائشہ اور زینب کے ہمراہ حبش کو روانہ ہوئے۔ لیکن راستے میں زہریلا پانی پینے سے فوت ہو گئے تھے۔
(۲۸۷)

۱۷:۔ مہجع بن صالح — حضرت عمر کے غلام تھے۔ بعد میں آزاد کر دیا تھا مہاجرین اولین سے تھے۔ آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہوئے
(۲۸۲)

ن

۱:۔ نُبیہ بن عثمان — قدیم الاسلام تھے اور مہاجر حبش۔
(۳۰۳)

Marfat.com

۲:- قدیم الاسلام تھے۔ فتح مکہ میں شرکت کی۔ بعدۂ بصرہ چلے گئے اور یزید کے عہد میں وہیں وفات پائی۔ (۲۹۵)

۳:- نضیر بن حارث — مہاجر حبشہ تھے، جنگ یرموک میں شہادت پائی (۳۰۴)

۴:- نعمان بن عدی بن نضلہ — باپ بیٹا دونوں مہاجر حبشہ تھے۔ والد وہیں وفات پاگئے۔ آپ حضرت عمر کے عہد میں میسان کے والی رہے تھے۔ بعد میں بصرے آگئے تھے۔ وہیں وفات پائی۔ (۲۹۶)

۵:- نعمان بن عبد عمرو بن رفاعہ — بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ نیز تمام غزوات میں شریک رہے۔ (۲۹۵)

۶:- نُعیم بن عمرو الانصاری — کبار صحابہ سے تھے۔ غزوۂ بدر میں شامل تھے۔ امیر معاویہ کے عہد میں وفات پائی۔ (۲۹۶)

۷:- نعیم بن عبداللہ بن اُسید — قدیم الاسلام صحابہ سے تھے۔ چونکہ بڑے فیاض تھے۔ کفار نے ہجرت کی اجازت نہ دی۔ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں ۱۳ھ ہجری میں جنگ اجنادین میں شہادت پائی۔ (۳۰۰)

و

۱:- واقد بن عبداللہ التیمی — دار ارقم سے پہلے اسلام لائے۔ اور تمام غزوات میں شامل رہے۔ (۶۰۶)

ھ

۱:- ہبار بن سفیان بن عبدالاسد — مہاجر حبشہ تھے۔ جنگ موتہ میں شہادت پائی (۵۹۹)

Marfat.com

۲:- ہُبَیب بن مغفل الغفاری — ہجرتِ حبشہ سے پہلے اسلام لائے۔ ہجرت مدینہ میں شامل تھے۔ بعد میں مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ (۶۰۰)

۳:- ہند بن ابی ہالہ — حضورؐ کے ربیب تھے۔ بڑے پارسا اور نیکو کار۔ بصرے میں طاعون سے وفات پائی۔ (۵۹۷)

۴:- ہشام بن ابی حُذیفہ — مہاجرِ حبش تھے۔ (۵۹۶)

۵ :- ہشام بن عاص بن وائل — قدیم الاسلام اور مہاجرِ حبشہ تھے۔ وہاں سے واپس لوٹے تو خویش و اقارب نے جکڑ لیا۔ محاصرۂ خندق میں مدینہ آ گئے تھے۔ بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ معرکۂ اجنادین میں شہید ہوئے۔ (۵۹۵)

ی

۱:- یاسر بن عامر — اسلام لائے تو کفار نے قیامت ڈھا دی۔ لیکن ان کے قدم نہ ڈگمگائے۔ اور شہید ہو گئے۔ (۶۲۰)

۲:- یزید بن منذر — بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ غزوۂ بدر اور احد میں شریک رہے۔ (۶۰۹)

۳:- یزید بن ثعلبہ بن خزمہ — بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ (۶۱۱)

رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۳

اُن سے قبائل کی فہرست جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے

۱:- ازد	۲:- اَسد	۳:- اُسید
۴:- اوس	۵:- ابکا	۶:- تمیم
۷:- جُرہم	۸:- جُشم	۹:- جمح
۱۰:- حارث	۱۱:- حارث بن فہر	۱۲:- حارث بن کعب
۱۳:- حضا یامہ	۱۴:- حمیر	۱۵:- حنیفہ
۱۶:- خُزاعہ	۱۷:- خزرج	۱۸:- دَوس
۱۹:- ذکوان	۲۰:- ذُہل	۲۱:- رَبیعہ
۲۲:- زُہرہ	۲۳:- سعد	۲۴:- سُلیم
۲۵:- سَہم	۲۶:- عامر	۲۷:- عامر بن صعصعہ
۲۸:- عبدالدار	۲۹:- عبد شمس	۳۰:- عدی
۳۱:- عُذرہ	۳۲:- غسّان	۳۳:- فزارہ
۳۴:- قطورا	۳۵:- قضاعہ	۳۶:- کلب
۳۷:- کنانہ	۳۸:- کندہ	۳۹:- محارب بن خصفہ
۴۰:- مخزوم	۴۱ مُرّہ	۴۲ مُطلب
۴۳:- نجار	۴۴:- نضر	۴۵:- نوفل
۴۶:- ہُذیل	۴۷:- ہمدان	۴۸:- ہوازن

۷۸۳

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۳

قبائلِ عرب کے مساکن

حرم کعبہ و مدینہ کے مشرق میں	مغرب میں	شمال میں	جنوب میں
غُذَیرہ ـــ مُدرکہ	خُزاعہ ـــ اُسلم	سعد ـــ ہُذَیم	خثعم ـــ مُذحج
کنانہ ـــ اسد بن خزیمہ	کعب ـــ مُصطلق	جُذام ـــ قُضاعہ	انس ـــ جُعفی
طَیّ ـــ نبہان	کنانہ ـــ بکر بن عبد مناۃ	قین ـــ سلامان	خولان ـــ نخع
ہذیل بن مُدرکہ	ضمرہ ـــ غفار	جَرم ـــ لخم	رُہا ـــ سعد العشیرہ
لحیان ـــ محارب بن خصافہ	لیث ـــ دُئل	دار ـــ غسّان	صُداع ـــ زُبید
غطفان ـــ اشجع	مُدلج ـــ حارث بن عبد مناۃ	کلب	بجلہ ـــ ہمدان
فزارہ ـــ مُرّہ	مُزینہ ـــ جُہینہ		حارث بن کعب ـــ مُراد
ثعلبہ ـــ سُلیم	ازد شنوءہ		کندہ ـــ تجیب
رِعل ـــ شیبان			حمیر ـــ اشعر
ہوازن ـــ عامر بن صعصعہ			عک
سلول ـــ کلاب			
قُرطہ ـــ عُرینہ			
بکا ـــ ربیعہ			
جُشم ـــ نصر			
سعد بن بکر ـــ ثمالہ			
ثقیف ـــ باہلہ			

باقی عرب قبائل

مُہرہ، ازد ، عُمان ، عبد القیس، حنیفہ، تمیم، وائل
بکر، تغلب ، شیبان،

پروفیسر منٹگمری واٹ ـــــــ محمد ایٹ مدینہ

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۵

قبائل نجد و یمامہ

	قبائلِ نجد		قبائلِ یمامہ
الف	بنو ابوبکر دہمان، بنو ابوبکر بن کلاب، بنو اسد، بنو اضبط بن کلاب	الف	بنو اَحنف، بنو اَشجع، بنو امرءُ القیس، بنو ابوحفصہ
ب	بنو باہلہ	ب	بنو بکر بن وائل
ج	بنو جُشم، بنو جعفر بن کلاب	ج	بنو جعدہ
ح	بنو حُریش بن کعب	ح	بنو حِمّان، بنو حنیفہ
ز	بنو زنباع	ذ	بنو ذُہل
س	بنو سعد بن ذُبیان، بنو سلول، بنو سُلیم، بنو سُہیل بن انس	ز	بنو زید بن عبید، بنو زید بن مناة بن تمیم
ض	بنو ضبیبہ	س	بنو سَعد، بنو سُحیم
ط	بنو طئی، بنو طہمان	ع	بنو عِجل، بنو عبداللہ بن دُئل، بنو عدی بن رباب، بنو عدی بن خیف، بنو عدی بن عبد مناة، بنو ...
ع	بنو عامر بن صعصعہ، بنو عبادہ، بنو عبس، بنو عجلان، بنو عمرو بن ربیعہ، بنو عقیل بن عامر		

Marfat.com

قبائلِ نجد	
	بنو عمرو بن قعین، بنو عمرو بن کلاب، بنو عوف بن عبید
غ	بنو غطفان
ف	بنو فزارہ
ق	بنو قرطاء، بنو قریظہ، بنو قوالہ، بنو قیس عیلان
ک	بنو کعب بن عبد
م	بنو مالک بن ربیعہ، بنو معاویہ بن حزن
ن	بنو نصر بن معاویہ، بنو نعامہ، بنو نمیر، بنو نفیل
و	بنو وقاص
ی	بنو یربوع

قبائلِ یمامہ	
	بنو عنبر، بنو عمارہ بن نفیل
غ	بنو غبر
ق	بنو قیس بن ثعلبہ
ک	بنو کلیب بن یربوع
م	بنو مازن، بنو مرہ، بنو مالک
و	بنو وعلہ
ہ	بنو ہزان
ی	بنو یشکر

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۲

اوراق آئندہ میں غزوات اور سرایا کی جو فہرست شامل کی جا رہی ہے۔ وہ پروفیسر منٹگمری واٹ کی اس فہرست پر مبنی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "محمد ایٹ مدینہ" کے صفحات ۳۳۹ – ۳۴۳ پر دی ہے۔ یہ فہرست بہ قول پروفیسر مذکور انہوں نے ابن ہشام اور واقدی کو سامنے رکھ کر تیار کی ہے۔ لیکن میں نے اپنی فہرست میں بعض ایسی مہمات کا ذکر نہیں کیا۔ جو معمولی اور غیر اہم ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں، ابن سعد نے غزوات اور سرایا کی تعداد بالترتیب ستائیس[۲۷] اور سنتالیس[۴۷] لکھی ہے۔ ان غزوات میں نو ایسے تھے۔ جن میں نوبت کشت و خون تک پہنچی۔ لیکن سوائے غزوۂ احد کے مسلمانوں کو کسی مقابلے میں شکست نہیں ہوئی۔ وہ غزوات یہ ہیں۔

بدر، اُحد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حُنین اور طائف

چونکہ بعد از حنین بنو ہوازن کے بہت سے لوگ بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ اس لئے رسول اکرمؐ نے بڑھ کر طائف کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن پندرہ دن کے بعد یہ مہم ترک کرنا پڑ گئی۔ کیونکہ فصیل شہر اتنی مضبوط تھی۔ کہ اُسے توڑنے یا محصورین کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لئے کافی وقت چاہیئے تھا۔ اور فتح مکہ اور حُنین کے بعد لشکرِ اسلام کو کچھ مہلت چاہیئے تھی تاکہ حالات کا جائزہ لے کر جنگ کا نقشہ تیار کیا جائے۔ نیز حنین کا مالِ غنیمت شدت سے تقسیم کا انتظار کر رہا تھا۔ اور لشکر کی توجہ اُدھر لگی ہوئی تھی۔ گویا کامیابی کی پہلی شرط ہی، یعنی یکسوئی کہنا چاہیئے کا فقدان تھا۔ علاوہ ازیں ان پندرہ دنوں میں بیس مسلمان شہید ہو چکے تھے اور اہل طائف کا

بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔ اگر محاصرے کو طُول دیا جاتا تو مقتولین کی تعداد میں اضافے سے اہلِ ثقیف کے حوصلے جوان ہوتے چلے جاتے۔ اور مسلمانوں کا مورال گرتا چلا جاتا۔

محاصرہ اٹھا لینے کا یہ فائدہ ہوا کہ بنو ثقیف کو سوچنے اور نشیب و فراز پر غور کرنے کی فرصت مل گئی۔ اور کچھ دنوں کے بعد ہی ان کا وفد دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔ اگر محاصرہ جاری رہتا تو یہ صورتِ حال از بس مشکل ہو جاتی۔

Marfat.com

فہرست غزوات و سرایا

نمبر شمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	غزوہ یا سریہ کا نام	مخالفین	اسلامی کماندار	تعداد مجاہدین	نتیجہ	کیفیت
۱	سالِ اول یکم محرم	۶۲۲ء ۱۶ر جولائی						سالِ ہجری یکم محرم
۱	رمضان	مارچ ۶۲۳ء	سریہ ساحل البحر	قریش	حضرت حمزہؓ	۳۰	لڑائی نہیں ہوئی	مطابق ۱۶ر جولائی ۶۲۲ء
۲	شوال	اپریل	سریہ رابغ	ایضاً	حضرت عبیدہ بن جراح	۸۰ — ۶۰	ایضاً	کو شروع ہوا۔ اور
۳	ذیقعدہ	مئی	سریہ الخرار	ایضاً	سعد بن ابی وقاص	۲۰	ایضاً	حضورؐ ۱۲ر ربیع الاول
۴	صفر ۲ھ	اگست	غزوہ ابواء	ایضاً	رسول کریمؐ	۶۰	ایضاً	مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کو
۵	ربیع الاول	ستمبر	غزوہ بواط	ایضاً	رسول کریمؐ	۲۰۰	ایضاً	وارد قبا ہوئے۔ اس
۶	"	"	غزوہ صفوان	کرز الفہری	ایضاً	نامعلوم	ایضاً	لحاظ سے آپ نے
۷	جمادی الآخر	دسمبر	غزوہ العُشَیرہ	قریش	ایضاً	۱۵۰-۲۰۰	ایضاً	دو مہینے اور آٹھ دن
۸	رجب	جنوری ۶۲۴ء	سریہ نخلہ	ایضاً	عبداللہ بن جحش	۱۲ — ۷	ایک دشمن مارا گیا	(یا گیارہ دن قمری
۹	۱۷ر رمضان	۱۵ر مارچ	غزوہ بدر	ایضاً	رسولِ کریمؐ	۳۱۳/۳۱۵	فتح	حساب سے) راستے میں
۱۰	شوال	اپریل	غزوہ قینقاع	یہود	ایضاً	نامعلوم	یہود جلاوطن کر دیئے گئے	بسر کئے
۱۱	ذوالقعدہ یا ذی الحج	مئی/جون	غزوہ سویق	قریش	ایضاً	۲۰۰/۴۰۰	دشمن بھاگ گیا	
۱۲	محرم ۳ھ	جولائی	غزوہ الکدر	بنو سلیم و غطفان	ایضاً	۲۰۰	لڑائی نہیں ہوئی	
۱۳	ربیع الاول	ستمبر	×	کعب الاشرف یہودی	محمد بن مسلمہ	۵	مارا گیا	
۱۴	"	"	غزوہ ذی امر	بنو ثعلبہ و محارب	رسول کریمؐ	۴۵۰	لڑائی نہیں ہوئی	

Marfat.com

نمبر	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	غزوہ یا سریہ کا نام	مقابل فریق	اسلامی سالار	تعداد مجاہدین	نتیجہ	کیفیت
۱۵	جمادی الاولیٰ	اکتوبر/نومبر	غزوہ بحران	سُلیم	رسول کریم	۲۰۰	لڑائی نہیں ہوئی	
۱۶	جمادی الآخری	نومبر	سریہ قردہ	قریش	زید بن حارثہ	۱۰۰	کاروانِ تجارت پکڑ لیا گیا	
۱۷	۷ر شوال	۲۳ مارچ ۶۲۵ء	غزوہ احد	ایضاً	رسول کریم	۱۰۰۰/۷۰۰	شکست	
۱۸	شوال	مارچ	غزوہ حمراء الاسد	ایضاً	رسول کریم	۹۰۰	دشمن بھاگ گیا	
۱۹	محرم ۴ھ	جون	سریہ قطن	بنو اسد	ابو سلمہ	۱۵۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۲۰	صفر	جولائی	سریہ بئر معونہ	سلیم عامر	المنذر بن عمرو	۷۰/۴۰	تمام مسلمان شہید کر دیئے گئے	
۲۱	″	″	سریہ الرجیع	لحیان خزیمہ	مرثد الغنوی	۱۰/۷	ایضاً	
۲۲	ربیع الاول	اگست	غزوہ بنو نضیر	بنو نضیر	رسول کریم	نامعلوم	جلا وطن کر دیئے گئے	
۲۳	ذی قعد	اپریل ۶۲۶ء	بدر الموعد	قریش	رسول کریم	۱۵۰۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۲۴	ذی الحج	مئی	″	ابو رافع	عبد اللہ بن انیس	۵	مارے گئے	
۲۵	محرم ۵ھ	جون	غزوہ ذات الرقاع	بنو انمار و ثعلبہ	رسول کریم	۸۰۰/۴۰۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۲۶	۳/۴	۸/۹	غزوہ دومۃ الجندل	شامی قبائل	ایضاً	۱۰۰۰	ایضاً	
۲۷	۸ محرم	جنوری ۶۲۷ء	غزوہ مریسیع	بنو مصطلق	ایضاً	نامعلوم	ایضاً	
۲۸	″	۴	غزوہ خندق	قریش	ایضاً	۳۰۰۰	محاصرین بھاگ گئے	
۲۹	محرم ۶ھ	جون	سریہ القرطا	بنو محارب	محمد بن مسلمہ	۳۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۳۰	۳	جولائی	غزوہ لحیان	بنو لحیان	رسول کریم	۲۰۰	ایضاً	
۳۱	۴	۸	غزوہ الغابہ	بنو غطفان	ایضاً	۵۰۰/۷۰۰	معمولی جھڑپ	

Marfat.com

۳۲	″	″	سریۂ الغمر	بنو اسد	عکاشہ	۴۰	مقابلہ نہیں ہوا
۳۳	″	″	سریۂ ذوالقصہ	بنو ثعلبہ	محمد بن مسلمہ	۱۰	مسلمانوں پر اچانک حملہ
۳۴	۴	۸	سریۂ ذوالقصہ	بنو ثعلبہ	ابوعبیدہ	۴۰	دشمن بھاگ گیا
۳۵	″	″	الجموم	قریش	زید بن حارثہ	نامعلوم	ایضاً
۳۶	۵	۹/۱۰	العیص	ایضاً	ایضاً	۱۷۰	مقابلہ نہیں ہوا
۳۷	۶	۱۰/۱۱	الطرف	بنو ثعلبہ	″	۱۵	ایضاً
۳۸	۶	″	جسما	جذام	″	۵۰۰	″
۳۹	۷	۱۱/۱۲	وادی القری	بدر بن فزارہ	″	نامعلوم	مسلمانوں پر اچانک حملہ
۴۰	۸	۱۳	دومۃ الجندل	بنو کلب	عبدالرحمٰن بن عوف	۷۰۰	دشمن نے اطاعت قبول کر لی
۴۱	″	″	فدک	بنو سعد	حضرت علی	۱۰۰	مال غنیمت ہاتھ آیا
۴۲	۹	۶۲۸ء ۱/۲	اُم قرفہ	بدر بن فزارہ	زید بن حارثہ	نامعلوم	دشمن کا نقصان ہوا
۴۳	۱۰	۲/۳	خیبر	اُسیر بن رزام	عبداللہ بن رواحہ	۳۰	مہم کامیاب رہی
۴۴	″	″	الحراء	عرینہ	کرز الفہری	۲۰	″
۴۵	۱۱	۳	الحدیبیہ	قریش	رسول کریم	۱۴۰۰ تا	معاہدہ ہوا
۴۶	محرم ۷ھ	۵/۶	غزوۂ خیبر	یہود	رسول کریم	۱۴۰۰	فتح
۴۷	۸	۱۲	تربہ	ہوازن	حضرت عمر	نامعلوم	مقابلہ نہیں ہوا
۴۸	″	″	نجد	ایضاً	حضرت ابوبکر	″	دشمن سے مقابلہ ہوا
۴۹	″	″	فدک	مُرّہ	بشیر بن سعد	۳۰	اکثر مسلمان مارے گئے
۵۰	″	۹	″	″	غالب بن عبداللہ	۲۰۰	انتقام لیا گیا
۵۱	۹	جنوری ۶۲۹ء	میفعہ	بنو ثعلبہ	″	۱۳۰	کامیابی
۵۲	۱۰	۲	جناب یمن	غطفان	بشیر بن سعد	۳۰۰	″

Marfat.com

نمبر شمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	نام مہم	مخالف قبیلہ	اسلامی سپہ سالار	تعداد فوج	نتیجہ	کیفیت
۵۳	۱۴	۴	×	بنو سلیم	ابن ابی العوجع	۵۰	کثیر تعداد ماری گئی	
۵۴	۶ شعبہ	۶	الکدید	ملوح (بنو لیث)	غالب بن عبداللہ	۱۰	کامیابی	
۵۵	۳	۷	ذات الاطلاح	قضاعہ	کعب الغفاری	۱۵	ایک کے سوا سب مارے گئے	
۵۶	۵	۹	موتہ	غسان	زید بن حارثہ	۳۰۰۰	کمانڈر کی شہادت	
۵۷	۶	۱۰	ذات السلاسل	قضاعہ	عمرو بن عاص	۵۰۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۵۸	۷	۱۱	ساحل بحر	جہینہ	ابو عبیدہ	۳۰۰	ایضاً	
۵۹	۸	۱۲	خضیرہ	غطفان، جشم	نامعلوم	۱۶	"	
۶۰	۹	۶۳۰ء ۱	فتح مکہ	قریش	رسول کریمؐ	۱۰۰۰۰	فتح	
۶۱	"	"	سریہ جذیمہ	جذیمہ	خالد بن ولید	۳۰۰	کامیابی	
۶۲	۱۰	۱	غزوہ حنین	بنو ہوازن	رسول کریمؐ	۱۲۰۰۰	فتح	
۶۳	۱۱	۲	الطائف	بنو ثقیف	"	۱۲۰۰۰	محاصرہ ناکام رہا	
۶۴	۹ھ ۱	۵/۴	العرج	تمیم	عیینہ بن حصن	۵۰	کامیابی	
۶۵	۴	۸/۷	شعیبہ	اہل حبش	علقمہ بن مجزز	۳۰۰	"	
۶۶	۹/۷	۱۲/۱۰	تبوک	غسان	رسول کریمؐ	۳۰۰۰۰	مقابلہ نہیں ہوا	
۶۷	۱۰ھ ۹	۶۳۱ء ۱۲	یمن	مذحج	حضرت علی	۳۰۰	کامیابی	
۶۸	۱۱ھ ۴	۶۳۲ء ۷/۶	موتہ	غسان	اسامہ بن زید	۳۰۰۰	کامیابی [1]	

[1] بشکریہ "محمد ایٹ مدینہ" از پروفیسر منٹگمری واٹ

Marfat.com

اشاریہ

۱۔ اسماء الرجال ۲۔ اسماء الاماکن

Marfat.com

جلد دوم

اسماء الرجال

الف

ابانی بن جعفر البصری ۳۳ (حاشیہ)

ابان بن سعید بن عاص ۲۰۱

ابدالی، احمد شاہ ۲۷۵

ابراہیم علیہ السلام ۲۵۵، ۲۵۶، ۳۰۸، ۳۱۰

ابرہہ ۳۳

ابن الاثوع الہذلی ۲۵۶، ۲۵۷

ابن اسحاق (مؤرخ) ۴۰، ۱۱۵، ۱۳۴، ۱۲۹، ۲۶۲

ابن الاکوع (رک سلمہ بن الاکوع)

ابن ام مکتوم ۵۰، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۶۹، ۱۸۳، ۱۸۴، ۲۴۴

ابن حجر (حافظ) ۱۴۳

ابن سعد (مؤرخ) ۲۳، ۷۰، ۸۰، ۱۳۲، ۱۴۱

ابن عبدالمطلب رک محمد رسول اللہ

ابن قیمئہ رک عبداللہ بن قیمئہ

ابن مکاشث ۳۲ (حاشیہ)

ابن نضر ۱۱۳

ابن یامین بن عمیر ۲۸۷

ابوامیہ بن مغیرہ نضری ۳۳۲

ابوالبختری بن ہشام ۵۳، ۵۴، ۶۶، ۶۷

ابوبکر صدیق ۴۹، ۵۰، ۶۲، ۷۱، ۷۸، ۷۹، ۱۱۳، ۱۲۴، ۱۳۵، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۱۶، ۲۲۱، ۲۴۳، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۸، ۲۸۶، ۲۹۱، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۲۴

ابوجندل ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹

ابوجہل ۳۸، ۳۹، ۴۴، ۵۲—۵۵، ۵۸—۶۰، ۶۳، ۶۶، ۶۸، ۷۰، ۸۱، ۸۴، ۲۴۸

ابوحذیفہ بن عتبہ ۶۴، ۶۸

ابوحکیمہ ۶

Marfat.com

ابوحنیفہ (امام) ۳۳ (حاشیہ)
ابوالخطاب ۳۳ (حاشیہ)
ابوخیثمہ ۱۰۷، ۲۸۸، ۲۸۹
ابودجانہ ۲۲ (حاشیہ) ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۰
ابورافع (مولیٰ) ۶۵، ۸۴
ابوسعد بن ابوطلحہ ۱۱۰، ۱۱۹
ابوسعد بن وہب ۱۳۶
ابوسعید خدری ۲۸۳، ۳۳۱
ابوسفیان بن حارثہ ۲۶۸
ابوسفیان بن حرب ۲۲ (حاشیہ) ۳۹، ۴۴،
۴۹، ۵۰، ۵۴، ۷۳، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۹۴،
۱۰۳، ۱۱۱، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۷،
۱۲۸، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۵۱، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۹۰،
۱۹۱، ۲۰۱، ۲۴۱ - ۲۴۳، ۲۴۵ - ۲۴۸،
۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۹، ۲۸۱، ۳۰۴
ابوسلمہ بن عبدالاسد ۴۱
ابوسلمہ بن عبداللہ مخزومی ۱۲۹
ابوطالب بن عبدالمطلب ۶۶
ابوطلحہ ۲۶۹، ۲۷۰
ابوالعاص بن ربیع لقیط ۶۱، ۷۱ - ۷۳
ابوعامر عامری ۲۷۱، ۲۷۳
ابوعامر (فاسق) ۱۰۹
ابوعبیس بن جبیر ۹۶
ابوعبیدہ بن الجراح ۱۱۴
ابوعزہ عمرو بن عبداللہ ۷۵، ۱۲۴
ابوعزیز عمیر بن ہاشم ۶۰
ابوعفک (یہودی) ۹۰
ابوعلی سینا ۹۲
ابوعمار وائلی ۱۵۱
ابوالعوجاء زندیق ۳۲ (حاشیہ)
ابوقتادہ عمزاد کعب بن مالک ۲۹۶
ابوقتادہ بن ربیع ۱۸۱، ۱۸۴ --
۱۸۷، ۲۷۰
ابوقحافہ ۲۵۰، ۲۵۹
ابولبابہ بن عبدالمنذر ۵۰، ۱۷۱، ۱۷۲
ابولہب ۵۲، ۶۰، ۶۵، ۶۶، ۸۴
ابولیلی عبدالرحمان ۲۸۷
ابومرثد کنانہ بن حصن ۳۸
ابومطیع بن عروہ ۳۰۴
ابونصر بن رومان ۳۲ (حاشیہ)
ابوالولید (بنو) ۱۶۷
ابوہریرہ ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۲۰

Marfat.com

ابو یزید سہیل بن عمرو ۷۰، ۷۱
ابی بن کعب ۲۷۷
اثار بن عمر ۱۰۵
احابیش ۱۱۵، ۱۹۷، ۱۹۹
احزاب سعدی ۱۸۶
احلاف ۳۰۲
احمر ۲۵۶
اخنس بن شریق ۵۵
اربد بن قیس ۳۱۴، ۳۱۵
ارطاۃ بن شرجبیل ۱۱۰
ازد (بنو) ۳۲۴
اسامہ بن زید ۱۰۸، ۱۴۷، ۲۶۸
اسد (بنو) ۱۵۱
اسفندیار ۲۳۰
اسلم (بنو) ۲۴۴، ۲۹۲، ۲۹۸، ۳۰۹
اسماعیل علیہ السلام ۲۵۶
اسود بن عبدالاسد ۶۱
اسود بن مطلب ۷۵
اسید بن حضیر ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۴۲، ۱۴۶،
۱۴۷، ۱۸۴
اشجع (بنو) ۱۵۱، ۲۴۴، ۳۰۹

اشعث بن قیس ۳۲۷
اصیرم ۱۲۳
اقرع بن حابس ۲۸۲، ۳۱۳
آکل المرار (بنو) ۳۲۳، ۳۲۴
اکیدر بن عبدالملک ۲۹۱
الیاس علیہ السلام ۳۰۲
ام ایمن ۱۴۹
ام حبیبہ ۲۴۱
ام حکیم بنت حرث بن نعمان ۱۰۳، ۲۵۹
ام سعد بن معاذ ۱۵۸
ام سلمہ (حرم رسول اللہ) ۱۴۱، ۱۴۴، ۱۷۱،
۲۰۷، ۲۳۷
ام سلیم بنت ملحان ۲۶۹، ۲۷۰
ام شیبہ ۲۲۱
ام عمارہ ۱۱۹
ام عمرو ۱۳۶
ام فضل ۸۴
ام کلثوم دختر رسول اللہ ۱۲۶
ام مسطح ۱۴۵
ام الناس ۳۲۴
ام ہانی ۲۵۲

Marfat.com

ثعلبہ بن عمتہ ۱۶۲
ثقیف (بنو) ۲۶۵، ۲۷۷، ۲۷۹، ۳۰۱—۳۰۳

ج

جابر بن عبداللہ ۳۳ (حاشیہ) ۱۲۳، ۱۳۹، ۲۶۹، ۳۰۵
جارود بن عمرو ۳۱۷
جبار بن سلمی ۳۱۴
جبار بن صخر الانصاری ۱۹۰
جبار ثعلبی ۱۰۱
جبریل علیہ السلام ۴۹
جبلہ بن الحنبل ۲۶۹
جبیر بن مطعم ۱۰۳
جحدم ۲۶۳
الجد بن قیس سلمی ۲۸۶
جذیمہ (بنو) ۲۶۱—۲۶۳
جشم (بنو) ۲۶۵
جعفر بن ابی طالب ۲۲۴، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶
جمیل بن سراقہ ۲۸۲
الجلاس بن طلحہ بن عبیداللہ ۱۱۰
جنادہ بن ملیحہ ۲۶
جویریہ (حرم رسول اللہ) ۱۴۳
جہجاہ بن مسعود ۱۴۱
جہیم بن صلت بن مخرمہ ۵۴، ۵۵
جہینہ (بنو) ۳۸، ۲۴۴، ۳۰۹

چ

چرچل ۲۷۴
چنگیز ۲۹

ح

حارث بن ابی ضرار ۱۴۰، ۱۴۳
حارث بن اوس ۹۶
حارث بن سوید ۱۲۱
حارث بن شمر ۲۷۸
حارث بن عامر بن نوفل ۵۳
حارث بن عمیر ۱۳۱، ۲۲۳
حارث بن عوف ۱۵۱، ۱۵۵
حارث بن مالک ۲۶۷
حارثہ (بنی) ۱۵۵
حارثہ بن سراقہ ۶۲، ۸۰
حاطب بن ابی بلتعہ ۱۶۷، ۲۴۳، ۲۴۴

Marfat.com

امیر حمزہ ۱۵۸
امیہ بن خلف ۴۰، ۵۲، ۵۳، ۶۶،
۷۶، ۱۳۴
انس بن انیس ۱۰۵، ۱۶۲
انس بن مالک ۲۷۰
انصار مدینہ ۱۹، ۳۸، ۴۰، ۴۹، ۶۱،
۶۵، ۶۷، ۷۷، ۸۶، ۸۹، ۹۲، ۱۰۹،
۱۱۰، ۱۷۹، ۲۸۳، ۲۸۶، ۲۹۲، ۳۱۲
انصاری ابوایوب ۳۳، ۹۰
انمار (بنو) ۱۳۹
اوس (بنو) ۱۹، ۲۹، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۲۵،
۱۴۴، ۱۴۷، ۱۶۹، ۱۷۷، ۱۸۰، ۲۶۱
الھون ۱۳۲
ایمن بن ام ایمن ۲۶۸

ب

بادیہ بنت غیلان ۲۶۶
بختیار خلجی ۸۸
بدیل بن ورقاء ۱۹۶، ۲۴۰، ۲۴۱
براء بن عازب ۱۰۸
برزہ بنت مسعود ۱۰۳
بریدہ بن حصیب الاسلمی ۱۴۰
بریرہ کنیز عائشہ ۱۴۷
بشر بن براء بن معرور ۲۱۹
بشر بن سفیان الکعبی ۱۹۴، ۱۹۵
بعاث (جنگ) ۱۷۸
بکر (بنو) ۲۰۵، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰
بکر بن عبد مناف ۵۲
بکر بن وائل (بنو) ۳۲۴
بلال (مؤذن) ۴۵، ۶۷، ۹۰، ۲۵۶
بنان ۳۳ (حاشیہ)
بنی اسرائیل ۱۴۴، ۲۶۷
البیرونی ۶۲
پرنس آف ویلز (بحری جہاز) ۶۳

ت

تبوک (غزوہ) ۲۸۵
تمیم (بنو) ۲۷۹، ۳۱۱

ث

ثابت بن اقرم ۲۳۶
ثابت بن قیس بن شماس ۱۴۳، ۱۵۰، ۱۷۸،
۱۷۹، ۳۱۱
ثابت بن وقش ۱۱۳، ۱۲۰
ثعلبہ (بنو) ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۲۱، ۱۳۹

Marfat.com

حبان بن قیس ۱۵۸
حجاج بن علاط ۲۲۱ — ۲۲۳
حذیفہ بن یمان ۱۱۳، ۱۹۲
حرام بن ملحان ۱۳۰
حرب بن امیہ ۴۵
حرث (بنو) ۱۰۳
حرث بن زمعہ ۷۵، ۷۶
حرث بن عبد کلال ۳۲۵
حرث بن عمرو ۳۲۳
حرث بن عوف (رک حارث بن عوف)
حرث بن کعب (بنو) ۳۲۸، ۳۲۹
حرث بن ہشام ۱۰۳، ۲۵۶
حرث شامی ۳۳ (حاشیہ)
حسن بن علی ۱۲۶، ۲۴۲
حسان بن ثابت ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۹، ۲۱۳
حسان بن عبدالملک ۲۹۱
حضیر بن اُسید ۲۱۰
حفصہ (حرم رسول اللہ) ۱۲۶
حکیم بن حزام ۵۳، ۵۸، ۲۴۶، ۲۸۲
حکیم بن یسان ۴۳، ۴۴
حُلیس بن زبان کنانی ۱۱۵

حلیس بن علقمہ ۱۹۷
حلیمہ سعدیہ ۲۷۲
حمزہ بن عبدالمطلب ۳۸ — ۴۰، ۶۱، ۶۶،
۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۰ — ۱۱۲، ۱۱۵ — ۱۱۸، ۲۵۸
حمزہ بن عمارہ زیدی ۳۳ (حاشیہ)
حمنہ بنت جحش ۱۴۹
حمیر (بنو) ۳۲۶، ۳۲۷
حنظلہ (بنو) ۳۳۲
حنیفہ (بنو) ۳۱۸
حویرث بن نقید ۲۵۲
حویطب بن عبدالعزی ۲۳۲، ۲۸۲
حیی بن اخطب ۱۲۶، ۱۵۱، ۱۵۲،
۱۴۹، ۱۶۴، ۱۶۹، ۲۱۲، ۲۲۳، ۲۲۵

خ

خارجہ بن زید ۱۱۸
خارف (بنو) ۳۳۱
خالد بن بکیر ۱۳۲، ۱۳۳
خالد بن زید ابوایوب ۱۴۹
خالد بن سعید ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۲۲
خالد بن ولید ۲۲ (حاشیہ) ۸۸، ۱۰۳،
۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۹،

Marfat.com

۲۲۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۶۰ — ۲۶۴، ۲۶۷،
۲۹۱، ۳۲۰، ۳۲۹
حباب بن منذر ۵۶، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۶۷، ۲۱۴
خبیب بن عدی ۱۳۲ - ۱۳۴
خشعم (بنو) ۳۲۴
خدیجۃ الکبریٰ ۷۱
خراش بن امیہ ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۵۷
خزاعہ (بنو) ۲۷، ۱۱۹، ۲۰۵، ۲۳۸،
۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۵۷
خزاعی بن اسود ۱۸۱
خزرج (بنو) ۱۹، ۱۰۶، ۱۲۵، ۱۴۶، ۱۴۷،
۲۴۰، ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۵۷
خسرو پرویز ۳۰
خناس بنت مالک ۱۰۳
خندق (غزوہ احزاب) ۱۵۱، ۱۶۹، ۱۷۵
خولیہ زوجہ عثمان بن مظعون ۲۷۶، ۲۷۷

د

دحیہ بن خلیفۃ الکلبی ۲۲۵، ۲۲۶
درید بن صمّہ ۲۶۵، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱
دعشور بن حارث ۱۰۰، ۱۰۱
دینار (بنو) ۱۲۲

ذ

ذکوان (بنو) ۱۳۱
ذوالخمار ۲۶۰
ذوالخویصرہ ۲۸۲
ذوالفقار (تلوار) ۶۰

ر

رافع بن خدیج ۱۰۸
رافع بن معلی ۸۰
ربیع بن حارث ۲۹۸، ۳۲۳
ربیع بن رفیع ۲۷۱
رستم ۲۳۰
رفاعہ بن زید الجذامی ۳۳۰
رفیدہ ۱۶۲
رقیہ بنت رسول اللہ ۴۹
ری ملیس ۶۳
ریحانہ (حرم رسول) ۱۶۹، ۱۸۰
ریطہ بنت منبہ ۱۰۳

ز

زبرقان بن بدر ۳۱۲، ۳۳۲
زبید (بنو) ۳۲۲
زبیر بن باطا القرظی ۱۶۸

Marfat.com

زبیر بن العوام ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۶،
۲۲۰، ۲۲۳، ۲۷۴

زرعہ بن یزن ۳۲۵، ۳۲۶

زمعہ بن اسود ۵۳، ۶۶، ۷۵

زہرہ (بنو) ۵۵، ۸۱

زہری ابوبکر ۱۱۲

زہیر بن صرد ۲۷۸

زیاد بن لبید ۳۳۲

زید بن ارقم ۱۴۱، ۱۴۲

زید بن ثابت ۱۰۸

زید بن حارثہ ۳۱، ۶۹، ۷۲، ۷۳، ۹۵،
۱۴۱، ۱۶۴، ۲۳۳ — ۲۳۵

زید بن الدثنہ ۱۳۲ — ۱۳۴

زید بن سکن ۱۱۴

زید الخیل (الخیر) ۳۱۸

زینب (دختر رسول اللہ) ۷۱ — ۷۴

س

سالم بن عمیر ۹۰

سباع بن عبد العزی ۱۱۲

سباع بن عرفطہ ۹۰، ۱۴۰، ۱۱۵

سبیعہ بنت عبد شمس ۱۹۷

سراقہ بن مالک ۵۳

سعد بن ابی وقاص ۳۵، ۳۹، ۴۰، ۴۳،
۴۴، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۴، ۳۰۵

سعد بن بکر (بنو) ۲۷۲، ۲۷۸، ۳۰۹،
۳۱۵، ۳۳۲۔

سعد بن خیثمہ ۸۰

سعد بن ربیع ۱۰۵، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۴۶

سعد بن زید ۱۸۴، ۲۶۱

سعد بن عبادہ ۴۰، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۴۶، ۱۴۷،
۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۲، ۱۷۶، ۱۸۴، ۲۵۰، ۲۸۳۔

سعد بن معاذ ۴۰، ۵۶، ۷۹، ۱۰۵، ۱۰۷،
۱۵۵، ۱۵۸، ۱۷۲ — ۱۷۷

سعید بن ابی سندرہ ۲۵۶

سعید بن زید ۱۰۷

سعید بن یربوع ۲۸۲

سفیان بن خالد الہذلی ۱۲۹

سفیان ضمری ۷۰

سلافہ بنت سعد بن شہید ۱۰۳ ۱۳۲

سلام بن ابی الحقیق ۱۳۶، ۱۵۱، ۱۸۰ —
۱۸۲، ۱۸۸

سلام بن مشکم ۲۱۹

سلکان بن سلامہ (ابونائلہ) ۹۶ - ۹۸

سلمان فارسی ۱۵۳

سلمہ (بنو) ۲۹۴، ۲۹۵

سلمہ بن اسلم ۱۶۳

سلمہ بن الاکوع ۱۸۵ - ۱۸۷

سلمہ بن خویلد ۱۲۹

سلمہ بن سلامہ ۶۹، ۱۶۷

سلمہ بن ہشام بن عاص ۲۳۷

سلیم (بنو) ۹۰، ۱۰۱، ۱۲۱، ۱۵۱، ۲۴۴، ۲۶۲، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۹، ۳۰۹

سمرہ بن جندب ۱۰۸

سنان بن وبرہ ۱۴۱

سوات ۳۳

سواع (بت) ۲۶۰

سودہ بنت زمعہ ۷۰، ۷۱

سویق (غزوہ) ۹۴

سہیل بن عمرو ۲۰۲، ۲۰۴ - ۲۰۷، ۲۱۱، ۲۳۹، ۲۸۲

ش

شافعی (امام) ۳۳

شبلی مولانا ۶۴، ۱۵۷، ۱۶۵، ۲۵۱

شرجیل بن عمرو ۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴

شریح بن قارظ ۱۱۰

شماس بن عثمان مخزومی ۱۱۷

شیبہ بن ربیعہ ۵۳، ۶۱، ۶۶، ۸۱

شیبہ بن عثمان ۲۶۹

شیماء (حضور کی رضاعی ہمشیرہ) ۲۷۲

ص

صابئہ ہندی ۳۳ (حاشیہ)

صبابہ بنت ہشام ۱۴۱

صرد بن عبداللہ ۲۲۴، ۳۲۵

صفوان بن امیہ ۷۶ - ۷۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۲۴، ۱۳۴، ۱۳۸، ۲۳۹، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۸۲

صفوان بن بیضاء ۸۰

صفوان بن المعطل ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۵۰

صفیہ بن حیی ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶

صفیہ (عمۂ رسول اللہ) ۱۱۶، ۱۵۹

صلاح الدین ایوبی ۳۱

صواب (مولی عبدالدار) ۱۱۰

صیفی بن ابی رفاعہ ۷۵

Marfat.com

ض

ضبیعہ (بنو) ۱۰۹
ضحاک بن خلیفہ ۱۷۶
ضرار بن خطاب ۱۵۶
ضمام بن ثعلبہ ۳۱۵، ۳۱۶
ضمرہ (بنو) ۴۰، ۳۰۹
ضمضم بن عمرو الغفاری ۵۴، ۸۶

ط

طائیہ (بتکدہ) ۳۰۳، ۳۰۴
طالب بن ابی طالب ۵۵، ۵۶
طعیمہ بن عدی ۵۳، ۱۰۳
طفیل بن نعمان ۱۶۲
طلحہ بن ابی طلحہ ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۰
طلحہ بن خویلد ۱۵۱
طلحہ بن عبیداللہ ۱۱۳-۱۱۵
طلیحہ بن خویلد ۱۲۹
طے (بنو) ۳۱۸، ۳۲۲

ع

عاتکہ بنت عبدالمطلب ۵۴، ۱۰۵
عاصم بن ثابت ۱۰۰، ۱۳۲، ۱۳۳
عاصم بن عدی ۵۰
عاصم بن عمر ۱۲۰
عاصم بن عمرو بن قتادہ ۱۳۲
عاص بن ہشام بن مغیرہ ۵۲، ۸۴
عاقل بن ابوالبکیر ۸۰
عامر (بنو) ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۳۱۴
عامر بن الاکوع ۲۱۵
عامر بن الحضرمی ۵۹، ۶۲
عامر بن ربیعہ ۹۰
عامر بن طفیل عامری ۱۳۰-۱۳۲، ۳۱۴،
۳۱۵
عامر بن مالک (ابو براء) ۱۳۰، ۱۳۲
عائشہ صدیقہ ۱۴۱، ۱۴۴، ۱۴۶ —
۱۴۹، ۱۵۶، ۱۷۸، ۲۱۴، ۲۴۳
عباد بن بشر ۹۶، ۱۸۱، ۱۸۴
عبادہ بن صامت ۹۲
عباس بن عبدالمطلب ۵۳، ۵۴، ۶۴ —
۶۶، ۷۱، ۸۴، ۱۰۵، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۰
۲۴۵-۲۴۹، ۲۶۸، ۳۲۳
عباس بن مرداس ۲۶۹، ۲۷۰
عبدالاشہل (بنو) ۱۲۳
عبدالدار (بنو) ۱۱۰

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن حسان ۱۵۰
عبدالرحمٰن بن سہیل ۲۱۹
عبدالرحمٰن بن عوف ۴۳، ۶۷، ۲۰۵، ۲۶۲
عبدالرحمٰن بن عیینہ ۱۸۶
عبدالرحمٰن بن معضل ۲۸۷
عبدالرحمٰن بن الداخل ۳۱
عبد بن عمرو بن صیفی (رک ابو عامر فاسق)
عبدالقیس (بنو) ۱۱۹
عبداللہ بن ابوبکر ۲۷۰، ۳۲۷
عبداللہ بن ابی بن سلول ۲۸، ۲۹، ۳۷،
۴۸، ۸۹، ۹۲، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۵،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۲۸۶، ۲۸۸
عبداللہ بن ابی ربیعہ ۱۰۲، ۱۰۸
عبداللہ بن ام مکتوم (رک ابن ام مکتوم)
عبداللہ بن انیس ۳۳ (حاشیہ) ۱۲۹،
۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۸
عبداللہ بن ثعلبہ ۶۳
عبداللہ بن جبیر ۱۰۸، ۱۱۲
عبداللہ بن جحش ۴۲-۴۵، ۱۱۸
عبداللہ بن الحرث ۳۳ (حاشیہ)
عبداللہ بن اخطل ۲۵۲
عبداللہ بن رواحہ ۶۱، ۶۹، ۹۵، ۱۳۸،
۱۵۰، ۱۸۸، ۲۱۴، ۲۱۸، ۲۳۱، ۲۲۳،
۲۳۵، ۲۳۶
عبداللہ بن زید ۳۲۶
عبداللہ بن سبا ۳۲، ۸۵، ۲۲۷
عبداللہ بن سعد ۲۵۱
عبداللہ بن سہیل ۱۶۲، ۲۱۹، ۲۲۰
عبداللہ بن شہاب ۱۱۴
عبداللہ بن طارق ۱۳۲، ۱۳۳
عبداللہ بن عباس ۳۱۶
عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۱،
۱۴۳، ۱۴۶
عبداللہ بن عبدالمطلب ۶۶
عبداللہ بن عتیک ۱۸۱، ۱۸۲
عبداللہ بن عمر ۱۰۸، ۲۲۰
عبداللہ بن عمرو جمحی (شاعر) ۸۵، ۱۰۲
عبداللہ بن عمرو بن حزم ۱۰۷، ۱۱۸
عبداللہ بن قمیئہ ۱۱۲- ۱۱۵، ۱۲۰
عبداللہ بن مسعود ۶۸، ۲۹۱
عبداللہ الحضرمی ۴۵
عبداللہ ذوالبجادین ۲۹۱

Marfat.com

عبدالمطلب (بنو) ۱۱۹، ۲۷۹

عبدمناف ۲۴۷

عبد یالیل بن عمرو ۳۰۲، ۳۰۳

عبید بن زید (ابوعیاش) ۱۸۴

عبیدہ بن حسحاس ۱۱۸

عتاب بن اسید ۲۵۶

عتبہ بن ابی وقاص ۱۱۴

عتبہ بن ربیعہ ۵۳، ۵۸، ۵۹، ۶۴، ۶۶، ۶۸

عتبہ بن غزوان ۴۳، ۴۴

عثمان بن طلحہ ۲۵۳، ۲۵۵

عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ۱۱۰، ۱۵۱

عثمان بن عاص ۳۰۴

عثمان بن عبداللہ ۴۳-۴۵، ۲۷۰

عثمان بن عفان ۳۱، ۷۹، ۱۰۰، ۱۲۱، ۱۲۶، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۵۱، ۲۸۶

عدی بن حاتم ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۳۲

عدی (بنو) ۵۵، ۸۱، ۲۰۱

عروہ بن مسعود ثقفی ۱۹۷- ۱۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲

عروہ بن وردالعتبی ۱۳۶

عرینہ (بنو) ۱۸۹

عزی (بت) ۲۹۰، ۳۱۶

عصماء بنت مروان ۹۰

عضل (بنو) ۱۳۲، ۱۸۳

عطارد بن حاجب ۳۱۱

عقبہ بن ابی معیط ۵۶

عقبہ بن بشیر ۳۲۶

عقیل بن ابی طالب ۶۶، ۲۸۱

عقیل بن اسود بن مطلب ۷۵، ۷۶

عکاشہ بن محصن ۴۳، ۱۸۴، ۱۸۵

عکرمہ بن ابوجہل ۳۹، ۶۳، ۸۱، ۱۰۲، ۱۰۳

علی بن ابی طالب (ابوتراب، ابوالقصم) ۳۳، ۴۱-۴۳، ۶۱، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳-۱۱۵، ۱۱۹، ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۹، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۴، ۲۱۶- ۲۱۸، ۲۴۲-۲۴۴، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۸۸، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۱۹

علی بن امیہ ۶۷

علی بن سبینہ ۹۸، ۱۰۰

علی بن مناف ۱۵۶

عمار بن یاسر ۴۲

Marfat.com

عمالقہ ۴۹
عمر بن الخطاب ۳۱، ۴۹، ۶۲، ۶۴، ۷۱، ۷۷، ۸۵، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۴۰، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۱۶، ۲۳۰، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۷، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۷، ۲۸۳، ۲۸۷، ۲۹۱
عمرو بن امیہ ثقفی ۳۰۲
عمرو بن امیہ ضمری ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۹۰، ۲۲۴
عمرو بن جموح ۱۱۸، ۱۲۲
عمرو بن حزم ۱۰۸، ۳۲۹
عمرو بن حضرمی ۴۳، ۴۵، ۴۸، ۵۰، ۵۹، ۸۶
عمرو بن خبیب ۱۸۵
عمرو بن خنافہ ۱۷۹
عمرو بن سالم ۲۳۹، ۲۴۰
عمرو بن سعدی القرظی ۱۷۳
عمرو بن عاص ۱۰۳، ۲۰۹، ۲۶۱
عمرو بن عبدود ۱۵۶ - ۱۵۸، ۱۶۳
عمرو بن معدیکرب ۳۲۲، ۳۲۳
عمرو بن ہبولہ غسانی ۳۲۳، ۳۲۴
عمرہ بنت علقمہ ۱۰۳، ۱۱۰

عمیر بن ابی وقاص ۸۰
عمیر بن عدی ۹۰
عمیر بن وہب ۷۶ - ۷۸، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۸۲، ۲۸۹
عمیر بن ہمام ۶۲، ۸۰
عنسی اسود ۳۲۱، ۳۲۲
عوف (بنو) ۱۶۲، ۱۷۳، ۱۷۵
عوف بن حرث ۶۱، ۶۲
عوف بن عفراء ۸۰
عویصہ بن مسعود ۹۹، ۲۲۰
عیینہ بن بدر الفزاری ۱۸۵، ۱۸۶
عیینہ بن حصن الفزاری ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۸۴، ۱۸۵، ۲۷۷، ۲۸۲

غ

غابہ (غزوہ) ۱۸۴
غزال بن سموأل ۱۷۹
غزنوی محمود ۲۷۵
غسان کا شاہ ۲۹۶
غطفان (بنو) ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۷، ۱۸۸، ۲۱۳ — ۲۱۵، ۲۲۸

Marfat.com

غفار (بنو) ۱۳۶، ۲۴۴، ۲۹۲، ۳۰۹
غفاری ابوذر ۱۸۱، ۱۸۴، ۲۸۹

ف

فاطمہ بنت رسول اللہ ۲۴۲، ۲۵۲
فاطمہ بنت ولید ۱۰۳
الفاکہ بن مغیرہ ۲۶۲
فرڈی نینڈ ۲۵
فرعون ۱۳۶
مخشی بن عمرو الضمری ۴۰
فروہ بن عمرو ۳۲۷
فروہ بن مسیک المرادی ۳۲۲
فزارہ (بنو) ۲۱۴، ۲۲۸، ۲۷۹
فضل بن عباس ۲۶۸

ق

قابیل ۱۴۸
قارب بن اسود ۳۰۴
قارعہ بنت عقیل ۲۷۹
قارہ (بنو) ۱۳۲، ۱۸۳
قاری علی ملا ۳۲ (حاشیہ)
قتادہ ۳۳ (حاشیہ)
قتادہ بن نعمان ۱۲۰
قرط بن عمرو ۲۴۰
قرفہ بن مالک ۱۸۵
قریش ۱۸، ۱۹، ۲۳-۲۵، ۲۷، ۳۰-
۳۵، ۳۶-۴۳، ۴۵، ۴۸، ۴۹، ۵۱-
۵۴، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۴، ۶۸، ۷۲،
۷۳، ۷۵-۷۷، ۷۹، ۸۱-۹۱، ۹۳،
۹۵، ۹۹، ۱۰۱-۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸،
۱۱۰، ۱۱۵، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۳،
۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۶۰،
۱۶۷، ۱۶۸، ۱۸۳، ۱۹۰، ۱۹۴-۲۰۵،
۲۰۸-۲۱۱، ۲۲۱-۲۲۴، ۲۳۲، ۲۳۸،
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۵-۲۴۹،
۲۵۱-۲۵۵، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۸۳-۲۸۵، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۲
قزمان ۱۲۰
قریظہ (بنو) ۱۵۱-۱۵۳، ۱۵۸-۱۶۱،
۱۶۳، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲-۱۷۷، ۱۷۹،
۲۲۵
قضاعہ (بنو) ۳۲۰
قیس بن حصین ۳۲۹
قیس بن عاصم ۳۳۲

Marfat.com

قیس بن عدی ۲۸۲
قیس بن مکشوح ۳۲۲
قیصر روم ۳۰، ۳۱، ۱۵۴، ۲۳۳، ۲۳۵
قیلہ (بنو) ۱۰۸
قینقاع (بنو) ۹۱، ۹۳، ۱۳۷

ک

کرز بن جابر الفہری ۴۱، ۱۸۹
کسریٰ ۱۵۴
کعب بن اسد ۱۵۲، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۹
کعب بن اشرف ۹۵-۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۸
کعب بن زید ۱۶۲
کعب بن عمرو (بنو) ۳۰۹
کعب بن مالک ۱۱۳، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۶-۲۹۸
کلاب بن طلحہ ۱۱۰
کلثوم بن حصین ابورہم ۲۹۱
کنانہ (بنو) ۵۳
کنانہ بن ربیع ۷۲، ۷۳، ۱۳۶، ۱۵۱، ۲۲۵
کندہ (بنو) ۳۲۳
کیسہ بنت بنو حرث ۱۷۷

ل

لات ۲۶۰، ۳۰۳، ۳۱۶
لحیان (غزوہ) ۱۸۳
لیث (بنو) ۶۶، ۲۶۸، ۳۰۹

م

مالک (بنو) ۱۹۸، ۲۷۰، ۳۰۲
مالک بن عبادہ ۳۲۹
مالک بن عوف ۲۶۵-۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۹، ۲۸۱
مالک بن مرہ رہاوی ۳۲۵، ۳۲۶
مالک بن نمط ۳۳۱
مالک بن نویرہ ۲۴۴، ۳۳۲
مبشر بن عبدالمنذر ۸۰
مجدی بن عمرو ۳۸
مجذر بن زیاد بلوی ۶۶، ۶۷، ۱۲۱
مجوسی ۳۰
محارب (بنو) ۱۰۰
محرز بن نضلہ ۱۸۴
محمد بن یتیم ۳۲ (حاشیہ)
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷، ۱۸،

Marfat.com

۲۱-۲۶، ۲۸-۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۶-
۵۱، ۵۶، ۵۸-۶۹، ۸۳-۸۷، ۸۹-
۹۴، ۹۶-۱۰۳، ۱۰۵-۱۰۹، ۱۱۱-
۱۲۴، ۱۲۶-۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵-۱۳۷،
۱۳۹-۱۵۶، ۱۵۹-۱۶۵، ۱۶۸-
۱۷۷، ۱۷۹-۱۹۰، ۱۹۴-۲۰۸،
۲۱۰-۲۱۲، ۲۱۴-۲۲۸، ۲۳۰-
۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۹-۲۶۳، ۲۶۶-
۲۷۳، ۲۷۶-۲۹۱، ۲۹۳-۲۹۹،
۳۰۱، ۳۰۶، ۳۰۸-۳۲۳

محمد بن مسلمہ ۹۶، ۱۰۷، ۱۴۳، ۲۸۸
محمد طاہر گجراتی ۳۲ (حاشیہ)
محمد علی ۱۵۸
محمود بن مسلمہ ۲۱۶، ۲۲۵
محیصہ بن مسعود ۹۹، ۲۲۰
مخرمہ بن نوفل ۵۵، ۲۸۲
مخزوم (بنو) ۶۵، ۶۶، ۲۵۲
مخیریق ۱۲۱
مدعم (مولی رسول اللہ) ۲۲۴
مدلج (بنو) ۴۱، ۲۶۲
مذحج (بنو) ۳۲۲

مراد (بنو) ۳۲۲
مرارہ بن ربیع ۲۹۳، ۲۹۵
مربع بن قیظی ۱۰۷
مرثد بن ابی مرثد ۱۳۲، ۱۳۳
مرحب (یہودی) ۲۱۶-۲۱۹، ۲۲۹
مروان بن قیس الدوسی ۲۷۷
مرہ (بنو) ۱۵۱
مزنی جمال الدین ۳۲ (حاشیہ)
مزینہ (بنو) ۲۴۴، ۳۰۹
مسافع بن طلحہ ۱۱۰
مسطح بن اثاثہ ۳۹، ۱۴۹
مسعدہ ۱۸۵
مسعود بن حرث ۹۱
مسعود بن رخیلہ ۱۵۱
مسعود بن سنان ۱۸۱
مسیلمہ کذاب ۳۱۸، ۳۲۱-۳۲۳
مصطلق (بنو) ۱۴۰
مصعب بن عمیر ۵۰، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۲
مضر (بنو) ۱۳۱
مطلب بن ابو وداعہ ۹۵
مطلب بن حنطب ۷۴

Marfat.com

معاذ بن جبل ۲۹۴، ۳۲۶، ۳۲۷
معاذ بن عمرو ۶۳، ۸۱، ۸۳
معاویہ بن ابوسفیان ۸۱، ۱۳۴
معبد بن ابی معبد ۱۱۹
معتب بن عبید ۱۳۲
معتب بن قشیر ۱۵۴، ۱۶۶
معرض بن حجاج ۲۲۱
معوذ بن عفراء ۸۰
معوذ بن عمرو ۶۳، ۸۴
مغیرہ بن سعد ۳۳ (حاشیہ)
مغیرہ بن شعبہ ۴۵، ۱۹۸، ۳۰۲، ۳۰۴
مقداد بن الاسود ۲۲۰
مقداد بن عمرو البہرانی ۳۹، ۴۹، ۱۸۴-
۱۸۶
مکرز بن حفص ۱۹۵، ۲۰۵
منات (بت) ۲۶۰، ۲۶۱
منبہ بن حجاج ۷۰
منٹگمری واٹ ۳۳، ۱۶۷، ۱۷۶
منذر بن عمرو الساعدی ۱۳۰
منذر بن نعمان ۲۷۸
موسیٰ علیہ السلام ۴۹، ۲۶۸، ۲۸۸
موسیٰ اشعری ۲۷۱
مونس بن فضالہ ۱۰۵
مہجع بن صالح ۶۲، ۸۰
میمونہ (حرم رسول اللہ) ۲۳۲

ن

نسطاس ۱۳۴
نضر بن حارث ۵۳
نضر بن کنانہ (بنو) ۳۲۳
نضیر (بنو) ۲۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۵۱، ۱۶۲،
۱۷۵، ۲۱۲، ۲۲۵
نضیر بن حرث ۲۸۲
نعمان بن مالک ۱۱۸
نعمان ذی رعین ۳۲۵
نعیم بن اسود الاشجعی ۱۳۸
نعیم بن عبد کلال ۳۲۵
نعیم بن مسعود ۱۵۹-۱۶۱، ۱۶۵، ۱۷۵
نمیلہ بن عبداللہ اللیثی ۱۹۴
نوفل بن خویلد ۵۴
نوفل بن معاویہ ۲۳۹

و

واقد بن عبداللہ تمیمی ۴۳

Marfat.com

وحشی ۱۰۳، ۱۱۲

ولید بن عتبہ ۶۱

ھ

ہابیل ۱۴۸

ہارون علیہ السلام ۲۸۸

ہاشم (بنو) ۵۴—۵۶، ۶۴—۶۶،
۲۲۲، ۲۵۵، ۲۸۸، ۳۲۳

ہبار بن اسود بن مطلب ۶۲

ہبل (بت) ۱۱۵، ۲۶۰

ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی ۱۵۶

ہذیل (بنو) ۱۳۳، ۲۵۶، ۲۶۰، ۲۶۱

ہصیص (بنو) ۶۶

ہلاکو ۲۹

ہلال (بنو) ۲۶۵

ہلال بن امیہ ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۶

ہمدان (بنو) ۳۲۲، ۳۳۱

ہندہ بنت عتبہ ۲۲، ۶۲، ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۱۶،
۲۴۹، ۲۵۶، ۲۵۸

ہوازن (بنو) ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۷۹، ۲۸۰۔

ہوذہ بن قیس ۱۵۱

ی

یاسر ۲۵

یام (بنو) ۳۳۱

یامین بن عمیر ۱۳۶

یحنہ بن رویہ ۲۹۰

یحیی بن اخطب ۹۳

یزید بن حارث ۸۰

یزید بن عبدالمدان ۳۲۹

یسار (مولی) ۱۸۹

یسیر بن رزام ۱۸۵

یمان ۱۱۳، ۱۲۰

یوسف علیہ السلام ۱۴۸

یہود ۱۸، ۱۹، ۳۵، ۳۶، ۴۸،
۸۹، ۹۱، ۹۵، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۵،
۱۲۱، ۱۳۴—۱۳۶، ۱۵۱، ۱۵۹—
۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۹—۱۶۱،
۱۶۳، ۱۶۵—۱۶۸، ۱۸۰،
۱۸۸، ۲۱۲—۲۱۸، ۲۲۲،
۲۲۴—۲۲۹۔

Marfat.com

جلد دوم

اسماء الاماکن

الف

ابواء ۴۰
ابوقبیس ۵۴، ۲۵۰
احد ۱۸، ۲۲–۲۴، ۸۰، ۱۰۶–۱۰۸، ۱۱۹–۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۴۶، ۱۴۸، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۴۰، ۲۴۶، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۹۔
احیا ۳۹
آذربائیجان ۳۰
اذرع ۲۹۰
اذرعات ۹۳
افریقہ ۱۲۴
اناطولیہ ۱۳۱
انطاکیہ ۳۰
(اوطاس (وادی) ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۳
ایران ۳۰، ۸۸
ایلہ ۲۹۰

ب

بابل ۳۲۱
بحران ۱۰۱
بحرین ۳۳۲
بدر ۲۱، ۲۳، ۲۴، ۳۸، ۴۵، ۴۸، ۵۰، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۶۰، ۶۶، ۶۹، ۷۳، ۷۵–۷۸، ۸۳، ۸۴، ۸۶–۹۱، ۹۳، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۴–۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۸۳، ۲۴۶، ۲۵۸، ۲۹۳
بدرالموعد ۱۳۶، ۱۳۸
بطحا ۱۵۴
بلقا ۳۱، ۲۳۳
بنگال ۸۸
بواط ۴۰، ۱م

Marfat.com

بیت المقدس ۳۰، ۳۱

پ

پاکستان ۲۲

پرل ہاربر ۲۷۴

ت

تبوک ۲۸۹–۲۹۱، ۲۹۳–۲۹۵، ۳۰۱، ۳۲۵، ۳۳۱

تنعیم ۱۳۴

تہامہ ۲۸۰

تیماء ۲۲۴

ث

ثنیۃ الوداع ۲۸۸

ج

جرش ۳۲۴

جرف ۲۸۸

جعرانہ ۲۸۱، ۲۸۴

الجماء ۱۴۱

جنت البقیع ۱۱۷

ح

حبشہ ۶۰، ۲۲۴

حجاز ۳۰۸

حدیبیہ ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۷، ۳۳۰

حضرموت ۳۳۲

حقاف الرمل ۳۳۱

حجر الاسد ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۴

حنین ۲۲ (ح)، ۲۳، ۸۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۵، ۳۰۵

خ

الخرار ۳۹

خباب النضب ۳۳۱

خندق (جنگ) ۲۳، ۲۴، ۱۴۶، ۲۵۵

خیبر ۲۳، ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۸، ۲۱۲–۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۹–۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۹،

د

دارالندوہ ۲۳۱

دوان ۱۴۰

دومۃ الجندل ۱۴۰

ذ

ذات الرقاع ۱۳۹

ذوالحلیفہ ۲۱۰

ذوالعشیرہ ۱۴۱، ۱۴۸، ۸۳

Marfat.com

ذوقرد ۱۸۶
ذی امر ۱۰۰
ذی طوی ۱۹۴، ۲۴۹، ۲۵۰

ر

رابغ ۳۹
رجیع ۱۳۳، ۲۱۵
رضوی ۴۱
روحاد ۶۹، ۱۱۸
روم ۳۰، ۳۱، ۲۸۶، ۳۲۵، ۳۲۷

ز

زمزم ۸۴

س

سرف ۲۳۲
سعد ۱۳۹
سلع ۲۹۷

ش

شام ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰-۴۲، ۴۴، ۴۷، ۸۶، ۸۷، ۹۳، ۱۳۶، ۳۱۹
شعب ابی طالب ۶۵
شعب عجوز ۹۸
الشقرہ ۱۳۹
شکر (پہاڑی) ۳۲۴
شوط ۱۰۷
شیخین ۱۰۷

ص

صدر قناۃ ۱۳۱
صفا (کوہ) ۲۵۷
صفوان ۴۱
صنعا ۳۳۲

ط

طائف ۲۳، ۲۴۵، ۲۶۰، ۲۷۱، ۲۷۶، ۲۷۷-۲۷۹، ۳۰۲-۳۰۴، ۳۰۸

ع

عراق ۳۳، ۵۱
عرب ۲۲، ۵۴، ۶۰، ۸۸، ۹۶، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۴۲، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۸۱، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۳-۲۱۵، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۷۷، ۲۹۰، ۳۰۶، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۴، ۳۲۷۔
عرنہ ۱۲۹
العریش ۹۴، ۱۰۵
عسفان ۱۹۴، ۲۴۱

Marfat.com

عفری ۳۲۷

عقبہ ۳۸، ۴۵، ۲۹۳

عیص ۲۱۰

غ

الغابہ ۱۸۴

غزان ۱۸۳

غرناطہ ۲۵

غمیم ۱۹۵

ف

فدک ۲۲۵

الفرع ۱۴۰

فلسطین ۳۲۷

فید ۱۲۹

ق

قادسیہ ۸۸، ۳۲۱

قبا ۵۰، ۶۹، ۹۵

قدید ۲۶۰

قرد ۱۸۵

قریظہ ۲۳

قسطنطنیہ ۳۱

قطن ۱۲۹

قوص ۲۱۶، ۲۲۹

ک

الکدید ۲۴۴

کعبہ (حرم) ۳۵، ۵۴، ۸۸، ۱۰۲، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۲۳، ۲۳۰– ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۴۹–۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۶۰، ۲۶۱، ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۰۹

کندہ ۲۹۱، ۳۲۳

کوفہ ۳۳

م

مآب ۲۳۵

مدینہ ۱۷–۱۹، ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۱، ۴۸، ۵۰، ۵۱، ۵۶، ۶۹، ۷۰، ۷۲–۷۴، ۷۷، ۸۶–۸۹، ۹۳، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۹–۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۵–۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۸–۱۹۰، ۱۹۴، ۲۱۰–۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۸، ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۶۰، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۴،

Marfat.com

۳۰۳، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۷،
۳۲۰، ۳۲۵۔
مرالظہران ۱۳۳، ۱۳۸، ۲۴۵، ۲۸۴
مریسیع ۲۳، ۱۴۰، ۱۴۱
مثلث ۲۶۰، ۲۶۱
مصر ۳۳
مکہ ۱۷، ۱۹، ۲۳، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۵،
۳۷ ـ ۳۹، ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۵۱ تا ۵۴، ۵۵،
۶۱، ۶۴، ۶۵ (ح) ۶۷، ۷۱، ۷۴، ۷۹،
۸۰ ـ ۸۲، ۸۷، ۸۹، ۹۳ ـ ۹۶، ۱۰۱،
۱۰۸ ـ ۱۱۰، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۴ ـ ۱۲۶، ۱۳۳،
۱۳۵، ۱۳۷، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۴،
۲۰۵، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۳۰ ـ
۲۳۲، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۵۰
۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۸ ـ ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۶۷،
۲۷۴، ۲۸۴، ۳۰۵، ۳۰۸ ـ ۳۱۰
موتہ ۳۱، ۸۸

ن

ناعم ۲۱۴
ناگاساکی ۲۹
نجد ۱۳۰، ۱۷۹
نجدیہ ۹۳
نجران ۳۳۲
نخلہ ۴۲، ۴۳، ۵۲، ۲۶۰، ۲۶۱
نخیل ۱۳۹

و

وادی القری ۹۳

ہ

ہسپانیہ ۲۵، ۳۱
ہنزہ ۱۵۶
ہندوستان ۸۸
ہیروشیما ۲۹

ی

یمامہ ۶۵، ۳۱۸، ۳۳۲
یمن ۳۳، ۲۵۹، ۳۲۴، ۳۲۹،
۳۳۲۔
ینبوع ۴۱
یورپ ۲۷، ۳۱، ۳۲۲

Marfat.com

Love is beauty
beauty is Truth.

وہ مجھ کو چھوڑ گیا تو مجھے یقین آیا
کوئی بھی شخص ضروری نہیں کسی کے لیے

Marfat.com

چند

خوبصورت کتب

سیرتِ نبویؐ ــــ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی
معاشرۃ النبیؐ ــــ متین طارق باغپتی
عرب کا چاند ــــ سوامی لکشمن پرشاد
ہمارے آقا حضورؐ (بچوں کے لئے) ــــ علی اصغر چودھری
ذکرِ رسولؐ ــــ مولانا عبدالماجد دریابادی
معلوماتِ حدیث ــــ سید عبدالصبور طارق
تاریخ دعوت وجہاد ــــ عبیداللہ فہد فلاحی
شاہنامہ اسلام ــــ حفیظ جالندھری
صلِ علیٰ محمدؐ ــــ خواجہ عابد نظامی
رؤف الرحیم ــــ خواجہ عابد نظامی
رسول کریمؐ کے سفرِ مبارک ــــ محمد کلیم آرائیں
مذہب اور تجدیدِ مذہب ــــ پروفیسر عبدالحمید صدیقی
جہاد کے اخلاقی اصول ــــ علامہ محمد یوسف جبریل
حسنِ تقریر ــــ شو
تنویرِ اقبال ــــ پرو

مکتبہ تعمیر انسانیت
اردو بازار لاہور

م 28 عزی
297.9921
31506-U-67

Marfat.com

صدارتی ایوارڈ یافتہ

سیرتِ طیبہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام ربانی عزیز

Marfat.com